



سردھون

امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی اور علمی خدمات پر مشتمل

پاک زندگی کے پاکیزہ حقائق

ترتیب و تکمیل

عبدالحمد خان

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 پاكستان كراچی کے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہ کے
 (۱۹۹۶ء میں چھپا) آج ۲۰۲۲ء

سردھنوں

امام اہل بیت حضرت محمد باقر علیہ السلام کی

پاک زندگی کے پانچ سو حالات

ترتیب و تہ

عبدالمجید خان



فیروز سنز، لاہور

مجلہ حقوق محفوظ ہیں

© مکتبہ اسلامیہ

بار اول ----- ۱۹۹۲ء

مکتبہ ----- مکتبہ اسلامیہ

مجلہ ----- ۱۹۹۲ء

حافظ حبیب اللہ صاحب (ترجمہ)

مولانا حبیب اللہ صاحب انور

مولانا حافظ حمید اللہ صاحب

کے نام

جنہوں نے

اپنی زندگیاں اپنے والد گرامی کی پیر میں

خدمت کتاب و سنت

کے لیے

وقف کر دی ہیں!

فہرست عنوانات

سُر	سُر
۳۱	۹ حرف آغاز
۳۲	۱۵ ابتدائی حالات
۳۳	۱۶ ولادت
۳۴	۱۷ ابتدائی تعلیم
۳۶	۱۸ مرفاعندہ سے تعلق
۳۵	۲۰ حضرت کچھنخ ہاشم
۳۷	۲۳ حضرت کی سند کردائی
۳۶	۲۵ امور شریف میں تعلیم
۳۷	۲۶ گوشت پر حقد میں مدرسہ
۳۷	۲۷ دارالارشاد کا قیام
۳۷	۲۸ حضرت کی دستگیری
۳۷	۲۷ حضرت کی پہلی شادی
۳۷	۲۷ حضرت کی دوسری شادی
۳۷	۲۸ بحیثیت انصار اور ہند کا قیام
۳۷	۲۸ نفاذ المسارف القرآن
۳۷	۲۹ آگرہ کا تیسرا دورہ
۳۱	۹ علی گڑھ میں قیام
۳۲	۱۵ غزوہ خوات
۳۳	۱۶ سیدیت میں جبر اور گرفتاری
۳۴	۱۷ دشمنی خطوط کی سبب
۳۶	۱۸ حضرت کی گرفتاری
۳۵	۲۰ نفاذ المسارف القرآن کی تلاش
۳۷	۲۳ شہر کردائی
۳۶	۲۵ لاہور میں آمد
۳۷	۲۶ ہالہ عمر کردائی
۳۷	۲۷ لاہور میں تقریب
۳۷	۲۸ لاہور میں حضرت کے شہرہ از
۳۷	۲۷ لاہور کو واپسی
۳۷	۲۷ ضلعت اور رہائی
۳۷	۲۸ لاہور میں مستقل قیام
۳۷	۲۸ درس کی ابتداء
۳۷	۲۹ رہائش

۵۶	ذریعہ صحت	۵۱	کتب خانہ
۵۸	مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۵۲	فنی تعلیم
۶۰	مسجد کی تعمیر و ترمیم	۵۹	تبیین سرزمین
۶۳	حضرت کا ہونے	۶۰	ان میزاج اور ہائیکو
۶۵	ہجرت کابل	۸۰	حدیث البیات
۶۶	تیم پشاور	۸۳	شہر اشاعت
۶۷	پشاور سے روانگی	۸۷	ہفتہ وار تہذیب الدین
۶۷	کابل میں	۹۰	حضرت کی روحانی تربیت
۶۹	کابل سے واپسی	۹۳	طریقہ ربیت
۷۰	حکومت برطانیہ کی حکومت	۹۵	معاذت روحانی
۷۱	انجمن خدام الدین کا قیام	۹۶	انوار نامہ
۷۲	انتخاب امیر	۹۷	عورتوں کی تربیت
۷۳	تفسیر قرآن	۹۹	حضرت کی عملی تربیت اور طریقہ
۷۴	مدیریت کا کام	۱۰۰	حضرت بنوریہ شیخ طریقت
۷۵	مدیر کی خدمات	۱۰۱	طلب اللہ شاد و حکمران
۷۷	مدیر کے شعبہ جات	۱۰۳	شجرہ
۷۸	۱۱) دس قرآن مجید لکھی	۱۰۵	حضرت کے لفظ
۷۹	۱۲) دس قرآن مجید لکھی	۱۰۶	حضرت کی عملی تعلیم
۸۰	۱۳) خفہ و ناغہ	۱۰۷	پہلی تعلیم

۱۲۷	صحت قیام امن بمشائیت	۱۰۸	دوسری تعلیم - غازی بخارا
۱۲۸	معاشرت بر اصولت - ملک	۱۰۹	تیسری تعلیم - اصول نفس
۱۲۸	میں ایک جہتی اور علاقائی	۱۱۱	تعلیمات اسلامی کا پختہ
۱۲۹	حقوق - شہری آزادی	+	رزق ملال اور مذکر اللہ
۱۲۹	اقبیت - انداز اور انداز	۱۱۳	حضرت کی نگلی اور بی نصابت
۱۳۰	جہاد کشمیر میں حضرت کا جہاد	۱۱۵	شہزادوں اور نسب نامہ جہاد
۱۳۰	ملک میں استقامت	۱۱۶	انجمن مولانا اسلام کی سرپرستی
۱۳۱	عظیم آستان تجدیدی کا نامہ	۱۱۷	دہاد رسالت کا تحفظ
۱۳۱	خدمت قرآن عظیم	۱۱۸	جماعت اسلامی کے متعلق
۱۳۲	درس ۵۴	۱۱۸	حضرت کا اسلامی عمل
۱۳۳	درس خاص الخاص	۱۱۹	تذکار حدیث
۱۳۵	قرآن کریم سے بچتا ہوا عشق	۱۲۱	قریب ختم جہاد
۱۳۵	خواتین میں درس قرآن	۱۲۳	جمیعت اسلامیہ اسلام کا قیام
۱۳۸	درس قرآن میں لحاظ عالمین	۱۲۴	جمیعت اسلامیہ اسلام کا پہلا اجلاس
۱۳۸	جہاد اور اصول ہندو اسلام کا قیام	+	انتخابی مشور
۱۳۰	ترجمہ قرآن کریم	۱۳۰	پاکستان میں علامہ اسلامی
۱۳۲	حکومت ترجمہ قرآن کی ضرورت	+	نظام کا قیام
۱۳۳	علامہ امت کی رائے	۱۳۵	دستور پاکستان
۱۳۶	ارشاد علامہ کی غیبت	۱۳۶	تعلیم اسلام

بدعا و کفرت و فتنہ و فحش و شہوت ۱۷۷

فقرت پر دم و حلیت تنقید و تنبیہ
میں آپ کا عقائد و مسئلہ تدبیر ۱۷۸

حق ٹرائی میں کمال و جاذبہ بیباکی ۱۷۹

استغناء ۱۸۲

کشف و کرامات ۱۸۶

کشف و قبور ۱۸۹

کرامات ۱۹۲

مکاتیب ۱۹۸

عملیات و تجربات ۲۱۲

عملیات و تجربات ۲۱۹

حضرت کے چند خصوصی ارشادات ۲۲۷

علاقہ و رحمت ۲۳۲

رحمت کی بیش گزریاں ۲۳۴

سفر آخرت ۲۳۶

حار و بارانک و خوشبو ۲۴۲

مرفا و امید و شہ کی دستار بندی ۲۴۵

امہاتیات و اعمالات ۲۴۶

وہمیت و زکاء و امثالہ ۲۴۹

حضرت علیؑ کے کلام و اس کا اثر و فتنہ کی تشریح ۲۵۹

تکلف و کثرت قرآن کی ہدایت ۱۴۷

خطبات جبر ۱۵۰

بہاس و ذکر ۱۵۳

ذکر ہر کلمہ ۱۵۷

سائنس کی تقاضاں و برکتیں ۱۵۹

کائنات کی صحبت کا اثر ۱۶۰

صحیت و ادب و اطاعت ۱۶۱

غریب کی آہ ۱۶۲

ذکر ہر کلمہ و صاحب میں ۱۶۳

خدا پرستوں کا مسلک ۱۶۴

احکام شرعیہ کی تفصیل میں تحقیقات ۱۶۵

انجمن و فتنہ کیا ہے ۱۶۶

کمال علم و انسان کی مصلوح ۱۶۷

اساتذہ کا صاحب و مشعل کی تاج و تاج ۱۶۸

توکل علی اللہ ۱۶۹

حیات بہانہ کی گزری جس ذکر ۱۶۹

اخلاق و مالہ ۱۷۳

کمال بے نفسی ۱۷۵

جبر و رضا - انسان و جہدی ۱۷۶

فہرست تصاویر	ایہ صفحات
۱۔ فاروق گنج کی وہ مسجد جہاں حضرت شیخ التفسیر نے درس قرآن حکیم کی بتدائی	۳۵، ۳۴
۲۔ چھوٹی مسجد میں مجلس ذکر کا کمرہ	۵۱، ۵۰
۳۔ جامع مسجد کی بالائی منزل جو صرف خواتین کے سرمایہ سے بنی ہے۔	۵۱، ۵۰
۴۔ جامع مسجد واہ نگاؤں کے دو مناظر جہاں حضرت نے تفسیر قرآن حکیم کھئی	۶۳، ۶۲
۵۔ شیخ التفسیر کا مکان	۶۴، ۶۳
۶۔ درستہ الہیات کی عمارت	۶۴، ۶۳
۷۔ الجمن خدام الدین کا دفتر	۶۹، ۶۸
۸۔ دفتر ہفت روزہ خدام الدین	۶۹، ۶۸
۹۔ حجرہ ادرارہ وظائف	۱۳۶، ۱۳۵
۱۰۔ حضرت کی خالی چارپائی جس پر حضرت استراحت فرمایا کرتے تھے	۲۱۶، ۲۱۵

الْمُحَمَّدُ شَوْ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

حرف آغاز

قرآن حکیم نے انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کرتے ہوئے لڑنا دینا ہے۔
 لَقَدْ كَانَ فِي صَوِّهِمْ عِبْرَةٌ لِّلأُولَى الْآلِبِ (سُف ۱۱)
 (انج ہے ان کے احوال میں عبرت اہل عقل کے لیے (تسلی القرآن)

اس لڑتے دباری کی روشنی میں نشتر اور صاحبِ قسم و فرات وہی لوگ ہیں جو انبیاءِ عظیمؑ اسلام کے حالات و واقعات سے حیرت کھڑی اور ان کے کارناموں سے سنبھکیں نہ کیونکہ یہی وہ مغربی تقدیریں ہیں جن کی زندگیوں دنیا والوں کے لیے مشکل اور نامائے منزل ہیں۔ شبکی ہوئی دنیا انہی کی حیرتِ غیبیہ کو اپنا کر سکھ کا سانس لے سکتی ہے اور یہی "مقدس و پاکیزہ زمیں" ہیں جہے کی تعلیمات کے سائے میں مسکتی ہوئی انسانیت اس دھنیت کی دولت سے براہِ مند ہو سکتی ہے۔

اسی طرح ایسے بندگان خدا جو انبیاء کے نقش قدم پر چلتے ہیں ان کے دل
فات غلوئی کی طرف جھکے ہوتے ہیں انابت الی اللہ جن کا ڈھنسا بکھرتا ہے وہ بھی مرکزیت
بن جاتے ہیں۔ ان کی پروردی بھی خداوند قدوس کی طرف سے لازم کر دی جاتی ہے۔
وَاتَّبِعُوا مَسِيلَ مَنْ آتَاكَ الرَّحْمَنُ مِنْ بَرٍّ أَوْ هَدًى ثُمَّ تَوَلَّى كَيْدًا فَكَذَّبْهُ
یہی انابت اور رجوع الی اللہ ہے جس کے باعث موت کے وقت ابراہیم علیہ السلام
کی بشارت ملتی ہے۔ قرآن حکیم کا رکارڈ کتاب ہے کہ دینی زندگی میں الامت انابت
کی راہ اختیار کرنے والوں کو موت کے وقت یہ پیام دیتا ہے۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ ——— وَأَدْخِلْ جَنَّتِي (الغفرہ: ۲۱)

”اے جانِ الطینان والی! لوٹ جا اپنے جہنم کی طرف تو اس سے راضی ہو جے
راضی ہوں تاہل ہوسرے بندوں میں اور داخل ہوسری جہنم میں“ (تیسرا فقرہ)

یہی وجہ ہے کہ مختلف ادوار میں اکثر نمایاں انسانیت کے حالات زندگی اس
غرض سے قلمبند کیے گئے کہ انسانی سلسلے میں سے فائدہ اٹھائیں، ان کی روشنی میں اپنی زندگی
کے خطوط متعین کریں اور کامیابی و کامیابی کی منزلوں سے ہمکنار ہوں۔

اس دور میں ائمہ الاولیاء صلیو اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ تعالیٰ عنہ
کی ذات گرامی بھی ایسی ہی عظیم مصحات شخصیات میں سے ایک تھی جن کی سیرت کا ہر پہلو
نیلِ جود کے لیے پیغامِ ملل در نشانیِ نزل بن سکتا ہے۔ آپ کے فیوض و برکات کا سلسلہ
صرف ہندوستان پر ہی محدود نہیں بلکہ پورے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ کوئی گزشتہ ایسا نہیں جہاں آپ کا
کوئی نام میرا نہ سوا اور دنیا کا کوئی خطہ نہیں جہاں آپ کے کسی فیض یا شرف نے مستند علم و عرفان نہ
سمجھائی ہو پھر نہ صرف یہ کہ دیندار طبقہ ہی فیضیاب ہوا بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مغرب زدہ لوگ
اور اذیت پرست و مانع بھی آپ کی روحانی عظمت کے گرویدہ ہو کر حلقہ گوشِ رادت
ہوئے۔ اس طرح آپ کی ذات ستودہ، مصلحت جود و قدیم مہر و مکاتیب فکر کے لیے مرکز
ہدایت اور مجمع البحرین تھی جنہیں کے ساتھ کیا جاسکتا ہے کہ اس دور میں جس قدر لوگ صوبہ
کی ذات گرامی سے متاثر ہوئے اور عوام و خواص علماء کرام فضلاء نے صبرِ حاضر اور
انگیزی و دلِ خیزات سے جس درجہ حسرتِ مندی کا اظہار آپ کی ذات گرامی سے کیا جس کی
عظمتِ عالم ہے آپ کے فیضانِ محبت کا یہ اثر کہ دیکھتے ہی دیکھتے دلوں کی دنیا میں
گہری جہاں خیر و برکت تھا اس قلبِ زمزمہ اور شیخِ مجاز کے حالات زندگی میں سے اکثر لوگ
بچے خدائی اور شیدائی ہونے کے باوجود بھی واقف ہیں نظرِ عام پر اُسے جنسِ انسان کو گناہی

حضرت دی جانے تاکہ جو وہ بود کے علاوہ آئندہ نہیں بھی اس خیر حقیقت و معرفت سے
قیامت تک سیراب ہوتی رہیں۔

اس خیالی کو عملی شکل دینے کی غرض سے متعدد شخص اصحاب اور عقیدت مندوں نے
حضرت سے بار بار درخواست کی کہ حضرت کی سوانح حیات ان کی زندگی میں مرتب ہو جائے۔
لیکن حضرت شدید مہربان و ہمدرد تھے اور اپنی افتاد طبع کی وجہ سے حاضر نہ ہوتے تھے۔
آخر جناب منظور سید احمد صاحب لکھنؤ کے ایم اے ارباب نے ہفتہ میں ایک گھنٹہ اس
مقصد کے لیے دینے پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ طریق کار یہ طے ہوا کہ چند سوالات مرتب کر کے
یہے جائیں اور حضرت ان کے جوابات لکھو دیا کریں۔ لیکن یہ سلسلہ حضرت کی مصروفیات کے
باعث زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا اور اس طرح یہ عظیم کام تشویش و غم و غم و غم
صاحب کا جمع کیا ہوا سونہرے ایک تہی دستاویز اور بھی یادداشت کی شکل میں محفوظ ہو گیا۔ یہ
کتاب کا ابتدائی حصہ ہی سونہرے سے محفوظ ہے۔

حضرت کے متعلق حال بخانی جانتے ہیں کہ آپ کس وسیع دماغی اور احاطہ فہم اور
خفاقی شناس تھے۔ سوانح فرست کا تو یہ عالم تھا کہ چند ہرچ کو بدیدہ گرد کا سفر
آپ کی ذات گرائی پر چار چول چوکس بیٹھا ہے۔ آپ کو علم ہو گیا کہ بعض اہل افراد جو
علم و ادب کے فرائض سے غفلت ماری ہیں آپ کی سیرت جمع کرنے کے خواب بیکھ رہے ہیں
چنانچہ حرم و احیاء کو بٹنے کا راتے ہوئے آپ نے اپنے اصل سے چند ذوق قبل غفلت
اخبارات اور ہفت روزہ خدائے افریقہ میں یہ بیان شائع کر دیا کہ میرے حالات میری اولاد
کے سوا کسی کو شائع کرنے کی اجازت نہیں؟

مقصود صرف یہی تھا کہ سوانح حیات کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں کوئی شخص ذاتی
منفعت کی غرض سے خود ساختہ دستاویز کے سوا کسی کے سوا کسی کو شائع کرنے اور علم

مخوفی مذاکرہ اصل حقائق و مصافحے سے مائل رہ کر گمراہی کا شکار نہ بنائے۔

حضرت کئے حال کے بعد آپ کے عصمت مندوں کے شدید تحاقیر اور جہادِ غلوں کے بے پناہ اصرار میں نے آپ کے خلف ارشد اور جانشین حضرت مولانا عبدالحق آزاد دامت برکاتہم سے آپ کی سہرت و قربت کرنے کی درخواست کی لیکن آپ نے اپنی سحر و فیض اور حضرت کے احوال سے پیدا شدہ ذرا دیوانوں کے باعث معذرتی کا اظہار کہے یہ فریضہ نہایت فرائض اور کمال شفقت سے سیرے سیرہ فرمایا میں نے اس کا بہتر میں اپنی عبادت اور نجات بخیر و نیکوئی کا اور جھکنا دیکھا تو مجھے نخل از دی کہہ کر برقیں میں عظیم کام میں تنہا ہو گیا۔ حضرت نور با عید اللہ علیہ السلام نے ہر طرح سر پرستی فرمائی اور سطر و مسجد صاحب کا ترشہ کو مذکورہ مسودہ جس پر حضرت نے اپنے نقوش اور پاک انھوں سے خود کوئی نقاشات کی تصحیح فرمائی تھی اور دو کرم مجھے عنایت فرمایا۔

حضرت مولانا عبدالحق آزاد نے اردو بنگالی اور انگریزی ۱۹۶۲ء کے تمام تقابلیں میں ایک اعلیٰ شائع کرایا جس کا متن حسب ذیل تھا۔

”حضرت کے عصمت مدیونوں کو خوش حوصلے کے پاکستان کے شہر اور دارالطباع و اشاعت فیروز سنہ ۱۹۶۲ء میں ایڈٹ کیا گیا۔ یہ پنج جہات پر مشتمل ایک مسودہ سند کتابت مع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس میں تمام کام کے لیے حضرت کو رائے سے قریبی تعلق رکھنے والے اہل اہل قلم کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ اس مجل اللہ شخصیت کی جہات پر رقم اٹھانا اور اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا کسی فرد واحد کی دسترس سے باہر ہے۔ یہ پنج جہات اسی صورت میں جامع و مانع پر ملکتی ہے جبکہ وہ تمام اہل کرام اور سرفراہ اعلا پرستوں نے کسی کسی شخص میں صورت سے فیض نہسانی حاصل کیا ہے اور انھیں ہر توانا کی

صحبت میں بیٹھنے ارشادات گراہی سُنتے اور انہیں قریب دیکھنے کی صاف نصیب ہوئی ہے۔ کوئی ان کی زندگی کے متعلق وہ تمام حالات و واقعات جن کا انہیں علم ہو اہمال کر کے اس کو غیر مہیضت سے قیادوں کریں۔

حضرت کے ذاتی خطوط بھی علم و عرفان کا سرچشمہ تھے آپ کی ساری سچے سچ تمام خطوط بھی شامل کیے گئے جو آپ نے اپنے احباب، کوہذہ، مدینہ، اور بغداد اور آخر فرمائے تھے۔ اگر کسی صاحب کی یاں حضرت کو لانا کا کوئی کوٹپ گراہی محضاً ہر تبرکاً ہمیں ارسال فرمادیں انشاء اللہ استفادہ کے بعد شکر و اہس کر دیا جائے گا۔

از اخبار خدام الدین لاہور

بیت اللہ انور

نور، ۱۰ اگست ۱۹۶۲ء

امیر انجمن خدام الدین شیر نواز دہلوی لاہور

۱۔ امروزہ امت کی طرح عیاں ہے کہ حضرت کا مطلق اثر اور معجزات کا سلسلہ وسیع ہی نہیں بلکہ لامتناہی ہے۔ چنانچہ ان سب حضرات سے جو حضرت کی بابرکت صحبتوں سے مُسرت ہو چکے ہیں یا جن خوش نصیب حضرات کو آپ سے قریبی تعلق کسی نہ کسی گوشے میں رہ چکا ہے حضرت کے حالات و واقعات فراہم کرنا آسان کام نہ تھا، پھر بھی میں نے سوائس سوئے انڈیا کے طوائف کوام، مورفائے حکام اور حضرت کے تربیت یافتہ خدام کی خدمت میں عرض کر دیا کہ اگر وہ اس کام میں امانت فرمائیں گچھل لکھیا نہ ہوئی چنانچہ حضرت کے لکھوانے ہوئے مُصدقہ سوا کو حق کی حیثیت سے لکھ دیا۔ اگر وہ نسخے سے حاصل کر دے عادت قشری کی شکل میں مضبوط کیے اس کے بعد حضرت کے خط و کتابت کا احاطہ ہمارا اس گراہی خطبات سے ہی خارج کیا گیا۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کی تکمیل کرانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے لیے ذرائع و اسباب خود مہیا فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں اس وقت جبکہ کام ابھی ابتدائی مراحل میں تھا حضرت جلیل اللہ علیہ کے غیثہ جلا حضرت کو لانا کا نسخہ محمد زاہد عسکری صاحب ملبورہ کیسٹل پرک

فاتِ گزلی امدادِ فیضی ہیں کرارٹھے آنی اگر اس مدد میں قاضی صاحب موصوف کی پرفہم
سماجی شاملِ ذہنوں کی تضرع کے سوانح حیات کا اس قدر مطالعہ کیا کہ مکمل کو پہنچا ممکن نہ
تھا۔ کتاب کی ابتدائی ترتیب و تدوین میں موصوف کا ساری فہمی اور عظیم حصہ ہے۔ اللہ
تعالیٰ آپ کے روحانی مراتب کو اور بلند فرمائے آمین!

اگرچہ اس امر کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ حضرت کے سوانح حیات کا یہ ایڈیشن
ہر حیثیت سے جامع ہو مگر یہ بھی ایسی عظیم منتج کی ساری زندگی جو ایک طرف
رشد و ہدایت کا مرکز اور دوسری طرف پوری نصف صدی کی مکمل تاریخ جو مختصر وقت اور
محدود صفحات میں بیٹھے کسی شکر بہنا بابت شکل اور بخت و شمار ہے۔

وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ ایسے اکابر کی میرت کے اسم اور معنی پہلو اٹھاتے
سہتے ہیں۔ اس امر کا تو یہ امکان ہے کہ حضرت کی زندگی کے بہت سے گوشے زیرِ اور
ان حتمات کی نظروں سے اوجھل رہ گئے ہیں جنہوں نے اس کتاب کی تدوین میں مجھ سے
تعاون کیا ہے۔ چنانچہ استدعا ہے کہ غائبین میں سے جن اصحاب کے کہیں ہاں حضرت کے
حالاتِ زندگی کا کوئی حصہ محفوظ ہو اور وہ خواہ زندگی کے کسی گوشے سے ہی متعلق کیوں
نہ ہو مجھے رسائل فرما کر عند اللہ یاد بخود ہوں۔ دوسرے ایڈیشن میں شکر کے ساتھ شریکِ سعادت
کیا جائے گا۔

آخر میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فرض سمجھتا ہوں
جنہوں نے میری عظمت کو شرفِ قبولیت بخش کر میری اعانت یا رہنمائی فرمائی۔

واخود عوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکِ پائے حضرت قدس سرہ العزیز

عبد الحمید خاں

اکتوبر ۱۹۶۲ء

ابتدائی حالات

برصغیر کی تاریخ میں آٹھ سوں صدی کا نصف آخر مسلمانوں کے لیے جس حیثیت کا
 بڑا ہی پر آشوب دور تھا۔ انگریز مسلمانوں کا ہم دشمنانِ مک شادینے پرکاش ہوا تھا۔
 علاقے کو ام کوٹھن جن کو سزائے موت دی گئی، اترے ٹپے صلوات اللہ علیہ و آلہ پر لکھے
 گئے۔ جتنی پرستوں کو ذلیل و خوار کیا گیا اور دینی اداروں کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی
 کسر نہ اٹھا رکھی گئی۔ غرض انگریز کی حکمت عملی یہ تھی کہ برصغیر کے مسلمان ایک تعالیٰ
 اور زندہ قوم کی حیثیت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں اور ان کے لوگوں میں
 وہ اسلامی روح اور ایمانی تڑپ باقی نہ رہے جس کے بل بوتے پر وہ ایک ہزار سال
 تک اس برصغیر پر حکومت کرتے رہے تھے۔ مسلمان عوام بے حسی اور بے تعلقی کا
 شکار تھے۔ خواص کی ایک بہت بڑی تعداد جن میں علمائے کرام پیش پیش تھے،
 انگریز کی سیداد کا تختہ مستحق بن چکی تھی۔ اور جو بچ گئے وہ خاموشی اور عزت نشینی
 میں عافیت دیکھ رہے تھے۔ ان حالات میں ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ کے
 چند جبری اور نڈر بندے، علمائے کرام کی خاطر اپنے سر بھیلوں پر رکھ لیں
 اور اس شمعِ توحید کو جو ہزار سال سے اس ظلمتِ کدوہ کفر کو اپنی دنیا باریوں سے
 منور کر رہی تھی، بجھنے نہ دیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جب مسلمان اس حد تک دیں سے بے پروا اور غافل

ہو جائیں گے کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے گلشنِ اسلام پر کفر کی برقی پاشیاں پھیں اور اُس سے مس نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو دے آئے گا جو دین کے سچے خادم ہوں گے۔

(۱۵)

وَإِنْ تَشَاؤُنَا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرُكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَا الْكُوفُورِ
ترجمہ: اور اگر تم چاہو گے تو وہ بدل دے گا اور قوم سے بدلے گا اور وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح، پس ان لوگوں

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کو عز و جان بنائے رکھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمتوں سے نوازا لیکن جب انہوں نے اس مقصد سے من موڑ لیا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا تھا تو انہیں نے چنگیز اور ہلاکو کی اولاد کو مسلمان کر دیا۔ جو پانچ سو سال تک خادمِ اسلام اور خادمِ الحرمین رہی۔ یہ نعمت اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کا فرما ہوئی۔ میں اس وقت جبکہ انگریزی حکومت کا عروج تھا، غیر مسلموں کا تو کٹا گیا ہے اکثر مسلمان انہیں اپنا آقا مائے نعمت سمجھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پنجاب جیسے انگریز پرست صوبے کے دو متحدہ اضلاع دگر اور نالہ اور سیالکوٹ کے ایک ہی خاندان کے دو مسلم گھرانوں کو دولتِ اسلام سے نوازا کر اپنے دین کی خدمت ان کی اولاد سے لی۔ میری مراد امام الادب اور حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز کے والد ماجد مولانا شیخ حبیب اللہ (قصبہ جہاں ضلع گوجرانوالہ) اور حضرت مولانا مجید اللہ سندھی (قصبہ چانوالہ ضلع سیالکوٹ) رحمۃ اللہ علیہم سے ہے۔

حضرت مولانا احمد علی کا آبائی وطن قصبہ جہاں ضلع گوجرانوالہ ہے۔ یہ ولادت قصبہ دیوے اسٹیشن گلگت سے چار میل جانا مشرق واقع ہے۔

آپ کے والد ماجد شیخ حبیب اللہ صاحب ایک دیندار بزرگ اور نسبت چشتیہ میں جید نقاہ کے مالک تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ پیدائشی مسلمان اور پانچ سو موصوفہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں چار بیٹے عنایت فرمائے حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز حافظہ سوری محرمی صاحب تعلیم یا فغان مولوی عزیز احمد صاحب تعلیم کراچی اور حکیم رشید احمد صاحب لاہور حضرت سب بھائیوں میں بڑے تھے۔ امر رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ کو جمعہ المبارک کے روز آپ اسی قصبہ جلال میں پیدا ہوئے اور والد بزرگوار نے آپ کا نام احمد علی تجویز فرمایا۔ حضرت کے والدین نے آپ کی پیدائش سے قبل ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر بچہ نہ پیدا ہو تو اسے خدمتِ دین کے لیے وقف کر دیں گے جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے جناب باری میں منت مانی تھی:-

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا وَاٰلِ عِرَانِ ۛۛۛ

(میں یہ عہد کیا ہوں کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اسے آزاد کر کے کو تسمیٰ القرآن)

ابتدائی تعلیم جس ذاتِ بابرکات نے دُنیا میں ستمِ قرآن اور خسرِ قرآن ہو کر قرآنِ محرم و معارف کی اشاعت کا مقدس فریضہ سر انجام دیا تھا اس کی تعلیم کا آغاز بھی قرآنِ عزیز پڑھنے سے ہوا اور اُسے کائناتِ ارضی پر سمون بھی اسی بارگ میں فرمایا کہ جس میں قرآنِ حکیم کا نزول ہوا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو قرآن خود پڑھایا اور تھوڑے دنوں بعد آپ اسکول میں داخل کرائیے گئے۔ یہ اسکول قصبہ جلال سے ایک میل دُور کٹ سرائے میں واقع تھا۔ حضرت اپنے ہم کتبوں کے ساتھ ہر روز بھی اسکول جاتے اور شام کو واپس لوٹ آتے۔

حضرت کے اعلیٰ جانا کو فریضہ عاشِ تہارت تھا۔ انہوں نے اپنا دُعا و قریبہ کی اسلام شہینہ

کے باعث قصبہ طلال کی سکونت ترک کر کے وضع باہر ملک میں رہائش اختیار کر لی۔ یہ گاؤں
اتزل کہہ کر تمام سے ڈیرہ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں چونکہ تعلیم کا خاطر نہ تھا انتظام
معا اس لیے حضرت کو قریب کے ایک قصبہ ٹونڈی کھجور والی کے اسکول میں داخل کرایا
گیا جس میں آپ نے بائیس جماعت تک تعلیم پائی۔

بعد ازاں آپ کے والد ماجد نے آپ کو مولانا عبدالحق صاحب خطیب جامع مسجد
گوجرانوالہ کے علاقہ دس میں داخل کر دیا جہاں نصاب فارسی سے آپ کی ذہنی تعلیم کی
ابتدا ہوئی۔ اس خوش بہت استاد نے حضرت کو اپنے گھر ہی رکھا اور اپنے دروں میں
محمدا برہم اور محمد اسماعیل کے ساتھ آپ کی تعلیم و تربیت کرتے رہے۔ اس دور میں
حضرت مستقل طور پر گوجرانوالہ ہی قیام پذیر رہے لیکن گاہے گاہے والدین سے غنے
کے لیے اپنے گاؤں میں تشریف لے جاتے تھے۔

ابھی پندرہویں مہینے گزرے تھے کہ حضرت مولانا عبدالحق
مولانا سندھی سے ملے۔ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فراغت از العلوم دیوبند کے بعد
حسب ارشاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دینی کتب کے طالب اور سندھی علوم کے سلسلے میں سندھ
جاتے ہوئے اپنی والدہ ماجدہ سے حق کے لیے بیا کوٹ تشریف لے گئے۔ آپ کی والدہ
نے آپ سے حضرت کے والد ماجد کے قبول اسلام اور دینی شرف کا تذکرہ کیا اور مولانا
سندھی کو ان سے ملنے کے لیے باہر ملک پرانے لائیں۔ حضرت کے والد ماجد نے اس موقع
پر تعلیم و تربیت کے لیے حضرت کو مولانا سندھی کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا یہ پختہ میں
نے دین کے لیے وقف کیا ہے۔ اسے قبول کیجئے۔ مولانا سندھی نے خوشی سے
حضرت کو قبول کر لیا۔ اور جاتے ہوئے حضرت کو اپنے ساتھ سندھ لے گئے۔ چنانچہ مولانا

سندھی حضرتؑ کو تفسیر قرآنی مجید اور علم حدیث کی سند دیتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:-
 ان الصالح السعيد المولوى احمد على لاهورى كفلته
 لذو ربه الوالا -

اگرچہ اسادتِ حق مولوی احمد علی لاہوری کو میں نے اس حدیثِ وحی سے اپنی تربیت میں
 لے لیا جو آپ کے والدین نے ان کی خدمت کے لئے ان کی تم۔

حضرتؑ بھی صرف نو برس کے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا چچا کو مرنا
 عید اللہ سندھیؑ اور حضرتؑ کے والد ماجد کے درمیان قرابت داری کے قطعات تھے اس لیے
 ان کی وفات کے بعد تینوں کی نگہداشت کے خیال سے حضرت دین پوری نور اللہ مرقدہ
 نے حضرتؑ کی والدہ ماجدہ کا نکاح ثمال مرثا سندھیؑ سے کر دیا اور اس طرح حضرتؑ
 سندھیؑ کو یا حضرتؑ کے سوتیلے والدین گئے۔ چنانچہ حضرتؑ اور آپ کے دوست بھائی
 مولوی محمد علی، مولوی عزیز احمد اور حکیم رشید احمد کہیں ہی سے مولانا سندھیؑ کے زیر تربیت
 رہ گئے۔

مولانا سندھیؑ کی پہلی طبیعت ہر چکی تھیں یہ دوسرا نکاح عرضِ کمال سنت
 اور تعمیل ارشادِ مرشد تھا۔ اس عقیدثانی سے مولانا سندھیؑ کے ان کوئی اولاد نہ ہوئی اور
 نہ حضرتؑ کی والدہ ماجدہ نکاح کے بعد زیادہ عرصہ تک زندہ رہیں۔ چنانچہ حکمِ نبوی میں ہی
 حضرت رحمۃ اللہ علیہ والدہ کے بعد والدہ کی شفقت سے بھی محروم ہو گئے۔

حضرتؑ کے بچپن اور لڑکپن کا زمانہ بہت پر مشقت اور تکلیف تھا۔ مولانا
 سندھیؑ سخت مزاج تھے۔ وہ آپ کو ہر وقت کام میں مصروف رکھتے۔ جنگل سے ٹکڑیاں کاٹ
 کر لانا، گھر کا پانی بھرنا، مرثا سندھیؑ اور اپنے تینوں چھوٹے بھائیوں کے کپڑے دھونا بھی

کے پاس سے پر واقع ہے۔ مشہور ہے کہ کوئی بزرگ حضرت حافظ صاحب کو ان کے روحانی ترجمے کے پیش نظر بیت کرنے کی عبارت نہ کرتا تھا۔ ہر کوئی یہ کہہ کر معذوری کا اظہار کرتا کہ ایسے جلیل القدر شخص کا بیت کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ ایک مرتبہ کسی بزرگ نے آپ سے فرمایا: تجھے وہ شخص بیت کرے گا جس کے سامنے شبی ہوئی پھیل زندہ ہر ہائے حضرت حافظ صاحب یہ جواب سن کر انہیں ہر گئے۔ نہ شبی ہوئی پھیل زندہ ہوا نہ آپ کسی سے بیت کرے۔

اتفاق سے کچھ عرصہ بعد شاہ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا گزر اس طرف ہوا تو آپ حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے ان مہمانِ مہر سے حافظ صاحب کے ان اس دن سائے پھیل کے اور کوئی چیز گھر میں مہمان کی خدمات کے لیے موجود نہ تھی۔ آپ پھیل بھون، دسترخوان میں رکھ کر شاہ صاحب کی خدمت میں لائے۔ شاہ صاحب نے تسکرا کر فرمایا کیا زندہ پھیلیاں بھی کبھی کھائی جاتی ہیں؟ حافظ صاحب نے دسترخوان اٹھایا تو پھیلی اتنی زندہ تھی۔ بس اب یہ کتنا تھا کہ درویش کی کسی ہوئی بات یاد آگئی اور آپ بیت کے لیے دوڑا تو شاہ صاحب کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ شاہ صاحب نے آپ کو بانگسی تامل کے بیت فسر دیا۔ پھر وہی تو پہلے ہی موجود تھا۔ وہاں سوائے دکھانے کی ضرورت ہوئی آگ بھڑک اٹھی اور شاہ صاحب نے چند دنوں کے بعد آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمادیا۔

حضرت مولانا سید محمد امین حافظ صاحب کے دستِ حق پرست پر ولایتِ اسلام سے روشناس ہوئے۔ پھر چوڑی شریف میں ہی آپ کی شفقتِ طیبہ (فتنہ) ادا ہوئی۔ اور حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہی سلسلہ قادریہ میں بیت ہو کر آپ نے اسباقِ سلوک کی

ابتدا کی بھر حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو روانہ سندھی سے اس درجہ کٹاؤم گیا کہ آپ نے اپنے محبوب ترین غلام شیخ الشیخ فریٹ زمان حضرت خلیفہ نام محمد دین پوری اور قطب الاقطاب امر دہلی جی دہلوی میں فرمایا: عید اللہ نے جو کونڈا کے بیٹے الدین کو چھوڑا ہے اب اس کے والدین کے تمام فراموشی میں اور کروں گا۔ گویا حافظ صاحب نے مولانا سندھی کو اپنا منہ بولا بیٹا قرار دیا۔ ویسے بھی وہیں اپنے سیر کی دہائی اولاد ہوتے ہیں لیکن ان الفاظ نے مولانا سندھی کی نفسیں کر دی۔

پھر اس کے بعد جب مولانا سندھی دینی تعلیم کے حصول کے لیے بھر چوڑی شریف سے رخصت ہونے لگے تو حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ خاندانی میں اتنا اٹھا کر یہ التجا کی اے اللہ! عید اللہ تیرے حلال ہے اسے کسی شیخ فی العلم اور عالم باعمل سے استفادہ کا شرف عطا فرما۔ چنانچہ حضرت حافظ صاحب کی دُعا کا ثمرہ امام زمان حضرت شیخ الحدیث سمر العزیز کی شاگردی کی صورت میں ظاہر ہوا اور اس طرح طائفے صدیقی نے طالبِ سابق کو صدیقیِ دورِ اول کی خدمت میں پہنچا دیا پھر اسی دُعا کا نتیجہ تھا کہ مولانا سندھی دہلی میں تحصیلِ علم کے دوران ہی حضرت شیخ الحدیث کی توجہاتِ کامِ کرب میں آئے اور اپنی خداداد قابلیت، ذہانت اور انھماکِ محنت کے باعث سائے مدرسہ میں استیلازی خصوصیات کے حامل ہو گئے۔

اس شاندار میں مولانا سندھی کو بہت جیسے مدرسے دو چار مہینہ پڑا حضرت حافظ محمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اللہ کو یاد ہو گئے اور مولانا سندھی کے لیے شبِ روز دُعا میں کرنے والا ایک عظیم سہارا بن گیا۔ اب ارشاداتِ شیخ کی روشنی میں مولانا سندھی کی دُعا کی تربیت حضرت دین پوری کے حصہ میں آئی اور باقی فراموشیات کی کثافت

حضرت امروٹی فرماتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ میں بھی حکمت خداوندی جبرہا تم کا فرما تھی حضرت میں نے اپنی
سزا سزا نظر جمال الہی تھے اور حضرت امروٹی جمال جمال کے آئینہ دار۔ ہونا سندھی بھی
طہا جمال تھے۔ اس لیے ان کی روحانی تربیت نظر جمال خداوندی حضرت ہیں پوری کے
ذکر کی گئی تاکہ ان کے جمال پر جمال کا پرتو پڑتا ہے جو لوگوں اقبہ مال میں وہ شہادت
دی گئے کہ ہونا سندھی اداہر حضرت ہیں ہر کسی کی تربیت کے سخت جمال تھے۔ اگر تربیت میں
بھی جمال کا جذبہ نہ ناسخ نہ کیا جوتے۔

بہر حال اب جو کہ حضرت عارف صاحب کا دوا مال ہو چکا تھا قطب قطب امروٹی
نے ہونا سندھی کو دیر بند سے فراغت کے بعد لروٹ شریف میں قیام کی دعوت دی۔ ہونا
سندھی نے ان کی اس دعوت کو بخوشی قبول کر لیا۔

حضرت کی سندھ کو روانگی جب ہونا سندھی حضرت امروٹی کے ارشاد
تو حضرت کو اپنے ہمراہ امروٹ شریف لے گئے۔

ہستہ میں ہونا سندھی اپنے شیخ حضرت غیلہ فہم لہ صاحب بن پوری رحمت اللہ
علیہ کی نیابت کی فرض سے دین پور شریف غھرے۔ اس جہ کی کل کائنات حضرت بھی
مسجد اور قیام گا، تھی حضرت ہیں پوری اپنے زمانے کے عارف اکمل اور ولی بہر حال
تھے۔ حضرت شیخ الہند اور محدث اعظم حضرت ہونا سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا
کرتے تھے کہ حضرت میں پوری کے چہرے پر صفت نظر ڈالنے سے کئی مقامات ملے جو
جاتے ہیں شیخ الاسلام سید العرب العجم حضرت ہونا سید حسین احمد مدنی رحمت اللہ علیہ فرمایا

پہنچ جانے سے مذاقے اور مسئلہ قادیان میں آپ سے تیز نکالنا بھی تھے حکیم لانا حضرت
قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کو ساندھی کی سمیت میں دین پور شریف لے گئے۔ ٹراپا خیر بخش
سے انہر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ دین پور شریف سے قریب حضرت شیخ اشباح دین
پوریؒ کی بیٹھالی کے پہلے آگے آئے چلے تھے حضرت قادیانیؒ ابھی کئی سو گز کے فاصلہ پر
تھے کہ اپنے انوار و تجلیات کا شاہد کیا۔ فرما گھوڑے سے چلا گیا گا دی اور فرمایا
”اے عید اللہ! تو نے مجھے مار ڈالا۔ اے عید اللہ! تو نے مجھے جاک کر دیا یہ نہ بکھا
کہ بساں اس درجہ کا دل اللہ رہتا ہے اور مجھے گھوڑے پر سوار کر دیا۔ اسی طرح وقت
کے تمام لوہا۔ جس میں حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں سب
دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

برہان بنایا یہ مقصود ہے کہ مولانا ساندھی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احمد علیؒ رحمۃ اللہ
مرقاہ منیر و شریف کے دوران جب دین پور میں قیام فرماتے تو حضرت دین پوریؒ رحمۃ اللہ
علیہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر پہلی نظر میں ہی اپنے نور فراست بجانب لیا کہ آئندہ
میل کریہ گوہر کی گیس درجہ کا انسان بننے والا ہے۔ چنانچہ آپ نے خود ہی ازراہ شفقت
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مسئلہ قادیان میں بیٹھ لرایا اور اللہ کے نام کی تعین کی حضرت فرمایا
کرتے تھے کہ وہ اس وقت بیت کے مفہوم تک سے نا آشنا تھے۔ اور یہی حضرت کی
تعلیم کتاب اللہ اور توحید باطن ”ازننا“ سے ساتھ شروع ہوئے۔ بیت کے وقت آپ کی طرف
نوسال تھی اور یہ غالباً ۱۸۹۵ء کا واقعہ ہے۔

لے شیخ الحدیث مولانا محمد عید اللہ درویشی کی روایت ہے۔

امروٹ شریف میں قیام
 دین پوری مختصر قیام کے بعد حضرت مولانا سندھوی
 حقیقت میں امروٹ شریف آگئے۔ مولانا سندھوی نے خود
 ہی مولانا کو فارسی اور عربی کی ابتدائی معرفت و نحو پڑھا اور شروع کی۔ امروٹ شریف اور دین پور
 ایک دوسرے سے دور رہنے کے باوجود ایک ہی تھے۔ دونوں علم و معرفت کے دیا ایک
 ہی چشمہ سے جاری ہوئے تھے یعنی دونوں حضرات حافظہ محمد مصطفیٰ کے خطبات میں مصغے۔
 گوٹھ پیر جھنڈا میں مدرسہ حضرت مولانا تاج محمد امروٹی بڑے متوقف اور
 فانی اللہ بنک تھے۔ اگر ذوق کا کوئی سبب نہ
 ہی بن جاتا تو ستر درجہ دو دو وقت فاقہ کی فوج

آجاتی۔ آپ کی خانقاہ متفقہ کا نور تھی۔ روحانی فیض کے تلامذہوں کے بے تودہ دست
 بڑا دارالعلوم تھا۔ مگر علوم ظاہر کے اندر میں تو تکمیل کے لیے جن اسباب کی ضرورت تھی
 وہ وہاں موجود نہ تھے۔ اور نہ ہی حضرت امروٹی قدس سرہ العزیز اس طرف توجہ فرماتے تھے۔
 کیونکہ ان کا مسلک مستفاد اس کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ لوگوں سے چندہ لگیں۔

دوسرے مولانا سندھوی شیخ السنہ حضرت مولانا محمد رحمان کے شاگرد رشید اور فیض یافتہ
 تھے۔ ان کا مسلک یہ تھا کہ علما و سنی کی ایک ایسی نقول کا حاکم ہو جائے جو اگر بزرگ
 و دینیت کا مقابلہ اسی طرح کرے جس طرح مجدد ملت ثانیؑ نے اکیبر کی لادینیت کا کیا تھا۔
 اس کے لیے کسی دارالعلوم کا قیام ناگزیر تھا۔ چنانچہ آپ صوبہ سندھ کے ضلع زراپہ میں
 واقع گوٹھ پیر جھنڈا تشریف لائے۔ گوٹھ پیر جھنڈا کے سجادہ نشین پیر بھارو کے چچا داد
 بھائی ہیں۔ مولانا سندھویؒ نے سجادہ نشین گوٹھ پیر جھنڈا حضرت مولانا پیر رشید اللہ صاحبؒ
 کے سامنے اپنی تجویز پیش کی تو انھوں نے نہ صرف اس کو منظور فرمایا بلکہ ہر طرح کی امداد کا

بطریقہ دلایا۔

چنانچہ سنہ ۱۳۱۹ھ میں گوثہ پر مجتہد امین مولانا سندھیؒ نے اپنے دست مبارک سے مدرسہ دارالارشاد کی بنیاد رکھی۔ ہر صاحب اپنے مریدوں سے چند روپے کر طلبہ کی ضروریات، استاد کی تنخواہ اور مدرسے کے دوسرے مصارف پُرانے کرتے تھے۔ مولانا سندھیؒ تنہا گوثہ پر مجتہد انٹرینیوے گئے تھے کچھ عرصہ بعد آپ نے حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب کو بھی اپنے پاس لایا اور یہاں حضرتؒ نے چھ سال کے عرصہ میں درس نظامی کی تکمیل کر لی۔

حضرت کی دستار بندی مدرسہ دارالارشاد کی سب سے پہلی تاریخ تکمیل پہنچنے والی جامعیت میں پانچ طلبہ تھے

ان میں حضرت مولانا احمد علیؒ کے علاوہ حضرت پیر رشاد اللہ صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے مولانا فیض الدین صاحبؒ موجود گوی فائین گوثہ پر مجتہد امین تھے۔ اس جامعیت کی دستار بندی کے لیے تھانہ فائین گوثہ پر مجتہد انے مجتہد کیا اور اس کی صدارت کے لیے شیخ حسین ابن یحییٰ انصاریؒ اپنی کوریاست جہوپال سے لایا۔ جو نواب صاحب کی موت پر شیخ محمد ابراہیمؒ پہلے تھے تھے شیخ صاحبؒ نے کچھ عرصہ کی صدارت کے لیے تشریف لائے تو عمر صیدہ ہونے کی وجہ سے اس قدر ضعیف اور کمزور ہو چکے تھے کہ کسی سرکاری میں ملنے کے قابل نہ تھے۔ چنانچہ انھیں پاکی میں بٹھا کر شیشی سے گوثہ پر مجتہد لایا گیا تھا۔ جہاں تک حضرت مولانا احمد علیؒ کی یادداشت کا تعلق ہے یہ دستار بندی سنہ ۱۳۲۶ھ کے آخر یا ۱۳۲۷ھ کی ابتدا میں ہوئی تھی۔

تکمیل عام کے بعد مولانا سندھیؒ نے حضرت کو مدرسہ دارالارشاد میں مدرس مقرر کیا۔

بیان ہوئے تین سال تک وہیں نظامی کی تعلیم دی۔

حضرت کی پہلی شادی حضرت مولانا سندھیؒ کے بہت ہی منظر نظر تھے۔ آپ نے مدرسہ دارالافتاء میں تدریس

کا کام شروع کیا تو مولانا سندھیؒ نے پہلی اجنبی سے اپنی صاحبزادی مریم بی بی کا حداثہ سے کر دیا۔ شادی کے قریب ایک سال بعد والدہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عیال عنایت فرمایا جس کا نام حسن رکھا گیا۔ مگر یہ ناگفتہ فیہ سات دن کے بعد ہی گرجا گیا اور حضرت کی اہلیہ عترت بچے کی موت کے دوسرے دن انتقال فرما گئیں۔

دونوں کے زکوٰۃ پر بھڑا میں ہیں جہاں حضرت کی والدہ اجدہ بھی آرام فرما ہیں۔

حضرت کی دوسری شادی پہلی اہلیہ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد حضرت کے لیے بے شمار شے آئے مگر مولانا سندھی

کی نظر کسی پر پڑ پڑی۔ انہیں ایام میں پکوال کے مولانا ابو محمد احمد صاحبؒ نے مولانا سندھیؒ کو لکھا کہ وہ اپنی لڑکی کا دوشہ حضرت سے کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا ابو محمد احمد صاحبؒ دارالعلوم کے فارغ التحصیل اور قطب الارشاد گنگوہیؒ

اور شیخ احمد کے شاگردوں میں سے تھے مولانا سندھیؒ کے ہم سن ہونے کی وجہ سے انوں کے کہیں ہیں بار بار تصقات تھے۔ علماء دین مولانا سندھیؒ کی قائم کردہ مجتہدہ کے

سرگرم ہر ایک بھی تھے۔ لہذا میں آپ کا قیام کشمیری بازار کی صوفی مسجد میں تھا اور آپ طبع مجتہدہ والی کتب امامیہ کی تصحیح فرمایا کرتے تھے۔ مولانا سندھیؒ نے آپ کی درخواست نظر

کر لی اور محرم الحرام ۱۳۲۵ھ میں حضرت شیخ احمد کے مبارک ہاتھوں دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں حضرت شیخ انصاریؒ کی رسم علاج سر انجام پائی۔

۱۹۰۹ء میں مولانا سندھی دوبارہ دیوبند تشریف
جمعیتۃ الانصار دیوبند کا قیام سے گئے اور اپنے شیخ حضرت شیخ ابوالکلام
 کے مشورے سے جمعیتۃ الانصار کی بنیاد ڈالی اس اکہن کا مقصد ملک اور بیرون ملک
 میں مروجہ فتنوں سے دیوبند کی تحکیم کرنا تھا۔ اس تحکیم کا مقصد ایک بہت بڑی حکیم سے تھا جس کا
 عقد انڈیا و ستانی کے علاوہ افغانستان، ایران، ترک، ہندو اور عرب وغیرہ تمام اسلامی ملک
 تک پھیلا ہوا تھا مولانا سندھی اور ان کے رفقاء نے کار کی کوششوں سے جمعیت کے مقبول
 ہوئے۔ ۱۹۰۹ء میں مولانا سندھی نے ۱۹۱۱ء کو مراد آباد میں جمعیت کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسے منعقد کئے
 جن میں تقریباً تیس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس عظیم اجتماع میں سے بیشتر کچھ نوجوا
 تھے۔

نظارۃ المعارف القرآنیہ جمعیتۃ الانصار دیوبند کے قیام کے ساتھ ہی حضرت
 شیخ ابوالکلام کے حکم سے مولانا سندھی نے دس
 افراد کی ایک جماعت کو قرآن حکیم کی انتظامی تفسیر پڑھانا شروع کی اس جماعت میں پانچ
 مسند ملا اور پانچ گز بجوٹ شامل تھے۔ بعد میں جس صاحب کی بنا پر حسب مشورہ شیخ ابوالکلام
 مولانا سندھی نے دہلی کی مسجد فقیر کی میں اس مقصد کی تکمیل کے لیے نو کٹر انصار کی اور حکیم
 اجمل خاں رحمت اللہ علیہ کی زیر سرپرستی نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم کیا۔ جب کہ مولانا سندھی
 دارالعلوم دیوبند اور بعد ازاں دہلی تشریف لے گئے تو چند سال تک مولانا شاہ داؤد خاں
 صاحب کا انتظام حضور کے دست مبارک میں رہا۔ مگر بعد میں بعض صاحب کی بنا پر آپ نے
 دارالاشاد سے علیحدگی اختیار کر کے مولانا سندھی کے حکم پر فرمایا۔ میں ایک درستی قائم کیا
 اور مولانا نے آپ کے ساتھ کام کرنے کے لیے اپنے دوست اگر علی مولانا مبارک شاہ خاں

مولانا محمد صالح کو مہر و قرا۔

مولانا سندھی نے پہل میں نظارۃ العارف قائم کیا تو حضرت کو بھی شیخ اشہد کے ایما پر نواب شاہ سے دہلی جو بیا جس سے نواب شاہ کا وہ در و درجہ بھی ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا جاری نہ رہ سکا اور حضرت دہلی اگر نظارۃ العارف قرآن سے منسلک ہو گئے۔ درست نظارۃ العارف محمد بن عمر میں لکھنا نہا کا تھا اس لیے کہ روٹ ایک کیٹیٹ کی رپٹ کے مطابق درست نظارۃ العارف کے قیام سے متصہ و بند رستانی مسلمانوں میں مذہبی دوا اور جدی جوش پیدا کرنا اور ان کو فریضہ جہاد کی ادائیگی پر آمادہ کرنا تھا اس رپٹ کے مطابق حضرت مولانا محمد صالح کا اصل پر و گرم یہ تھا کہ اسلامی طاقتوں کا بندہ تانہ بہ زبردست محلوہ اور بند رستانی مسلمان اندرون قجوت سٹا سے تقویت پہنچائیں۔

آگرہ کا تبلیغی دورہ
نظارۃ العارف قرآن دہلی میں حضرت کے ایام قیام میں مولانا سندھی کو ان کے بعض اصحاب نے مشورہ دیا کہ انھیں

محال ہے ملا کی حاجت کو تبلیغی دورہ پر بھی بھیجا چاہیے تاکہ وہ دیہات میں پیدل سفر کرنے کی شہمی انگلیشن تحریکات کی مدد کرنے اور دوسری ضرورتیں اٹھانے کے حامی ہو جائیں۔ اس تجویز کے تحت آگرہ کے لیے تین ملا کا انتخاب کیا گیا جن میں حضرت کے علاوہ

مولانا سندھی بھی، اسی دہائی میں دہلی میں کوئٹہ میں حضرت شیخ اشہد نے پیدل سفر کیا اور قسطنطنیہ میں کوئٹہ کے حکم دیا اور (ایک اس کے ساتھ سندھ کا تعلق بھی قائم ہو چکا چاہے ان کے جین انھار میں کام کرنا۔ اس جین کی تحریک تاحیں میں مولانا کو محلوہ بوری کو قریبی محلوہ سے شریک تھے۔)

مولانا علی حسد اللہ صاحب برہم اور حکیم مولانا فضل الرحمن صاحب بھی شامل تھے
مرفقہ مذکورہ کی اس تقریر صحت کے ساتھ اگر آئے اور ان کے حلقے متین کے
واپس دہلی تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد اپنے ملاحوں کا دورہ کر کے یہاں حضرت بھی آئیں
دہلی آگئے۔

حضرت نے سفرِ آگرہ میں پچیس دہائی کا دورہ کیا۔ مگر سوائے ایک سنی کے کہیں سب
نہ پائے۔ ان دہائی کے باشندے اسلامی حکومت کے لانے میں حلقہِ برکش اسلام آئے
تھے مگر اسلامی تعلیم و تربیت سے باطل بے بہو تھے۔ نماز روزہ، حج، زکوٰۃ تو ان کے پاس
تو کڑے کے نام تک سے نا آشنا تھے۔ ان کے نام بھی غیر اسلامی تھے مثلاً محمد سنگھ، محمد آغا
وغیرہ۔ ان کا تمدن اسلام سے ٹکڑا اور بالکل ہندو مت کا اسلامی تصوروں سے باطل
بیگانہ تھے اور ہندوؤں کے تصوروں میں شریک نہا کرتے تھے۔ حضرت کے ملام کرنے پر
لوگ انھیں مسلمانوں کے گھروں کا پتہ دیتے اور جب آپ مسلمانوں سے مل کر پوچھتے کہ تمہارے
نکاح اور جاننے کے کن پڑھا ہے تو جواب دیا کہ اچھیرہ سے قاضی آکر تاجہ اچھیرہ
اس سفر میں حضرت کا صدر مقام تھا۔ آپ اچھیرہ آئے اور قاضی صاحب کے مکان پر
تشریف لے گئے لیکن ان کو گھر موجود نہ پا کر ایک مسجد میں اپنے قیام کا پتہ لے کر وہیں چلے
آئے۔ قاضی صاحب کے بڑھاپے کے باعث ان کا ماحول وہاں ہی نکاح اور جنازہ پڑھانے
کی خدمات سر انجام دیا کرتا تھا۔ لہذا قاضی صاحب کی طرف سے وہی حضرت سے ملنے
کے لیے آیا۔ حضرت نے قاضی زادہ سے پوچھا کہ اس نے مرنے کی کوئی تعلیم حاصل کی
ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ پھر حضرت نے فارسی کے متعلق پوچھا تو اس نے ہر قسم
میں جواب دیا۔ حضرت نے اردو کے متعلق پوچھا تو قاضی زادہ نے فیصلہ کن جواب دیتے ہوئے

کہا کہ وہ غلطو فیر کرنے کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ علام کی جماعت سے زیادہ آپ کو سلام کے اس مذہبی مقتدا پر افسوس ہوا۔

جب آپ آگرہ کا دورہ ختم کر کے اچھنیرہ سے واپس دہلی آ رہے تھے تو گاڑی آگے میں دوڑا رکھائی گھنٹے کی دیر تھی۔ آپ تین تہائی ٹرپ کے زیادہ اس فرست میں غریب کے ایک گناؤں جاپینچے گناؤں کے باہر آپ کو ایک خوش پوش نوجوان جابوسی گناؤں کا باشندہ تھا۔ آپ اس نوجوان کو لے کر گناؤں پہنچے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو جمع کیا۔ لوگوں نے آپ کے لیے ایک چارپائی بچھا دی۔ نوجوان بھی حضرت کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ گیا۔ حضرت نے لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہیں کتنا ہے؟ آپ نے نفی میں جواب دیا۔ آخر حضرت نے اس نوجوان سے پوچھا کہ تم کو کتنا ہوا؟ گناؤں نے بھی نفی میں سر ہل دیا۔ آخر آپ نے سب کو ایک آواز کھڑکھڑایا اور ان کے خیر اسلامی نام تبدیل کر کے اسلامی نام رکھے۔ وہ لوگ سب کے سب رچھوت تھے۔ یہ اسلام کے نام ہی کی برکت تھی کہ سب نے کلمہ بھی پڑھ لیا اور نام بھی تبدیل کر دیا۔

تلاذہ العلف فقر آنیہ کی ایک جماعت میں باقی گیارہویں
علیکر گڑھ میں قیام تھے۔ ان میں سے ایک امیر احمد بنی اسے تھے۔ وہ اپنی جماعت کے ساتھ پڑھنے کے علاوہ فارغ وقت میں حضرت سے علم صرف بھی پڑھا کرتے تھے۔ ان کو اپنے بعض اعلیٰ شاغل کی تکمیل کے لیے عربی کے ایک ایسے عالم کی ضرورت تھی جو ان کے ساتھ مل کر گڑھ میں رہے۔ انہیں احمد کے والد مولوی احمد علی علی گڑھ کالج میں ایک ممتاز مدرسہ پر فائز تھے۔ مولانا سندھو نے ان کی التماس پر حضرت کو سچ اپنی مجالس ان کے ساتھ علیکر گڑھ بھیج دیا۔ آپ کے قیام کو ایک ماہ ہی گزرا تھا کہ آٹے اے ملاقات کو

حضرت کی تدارکس نگاہ اور دینی فراموشی نے مہاپن کر نظارتہ العالیٰ تفراتیہ دہلی کو ترجیح دی اور آپ واپس دہلی تشریف لے آئے۔

خروج خلافت (الف) ان تمام علمی اور تبلیغی سرگرمیوں کے باوجود آپ جہاں کیس بھی رہے، دنیا فرقا اپنے شیوخ کے ان دین پیدا اور مرث

شریف، حاضری ضرور دیتے اور ان سے تزکیہ باطن کے روحانی اسباق حاصل کرتے رہتے تھیں۔
تکبیل کے بعد حضرت احمدیؒ نے حضرت کو کمال سخت سے اہانت و بیعت اور شاد و غلا
فرمان اور حضرت دین پوریؒ نے اس خلافت کی تصدیق فرمائی۔

(ب) کچھ عرصہ بعد حضرت سلطان ہمارے دین پوریؒ نے بھی حضرت کو خروج خلافت
سے نوازا یہ خلافت اس اعتبار سے بہت اوجھا تمام کہتی ہے کہ حضرت دین پوریؒ نے حضرت
ہمہرنگی کے علاوہ کسی کو اپنا مجاز قرار نہیں دیا۔ (حسب روایت مولانا عبد الباقی
جانشین حضرت دین پوریؒ)

سیاسیات میں حصّہ اور گرفتاری

۱۹۱۲ء میں برطانیہ اور اس کی حلیف طاقتوں نے ریاست اٹلی بنانے کے سیاسی
 کوڑوں کے خلاف کھڑا کر کے دینائے اسلام پر ایک نئی مصیبت نثری بکشتہ میں کانپور
 کی مسجد کی شہادت کا اہم جزاء۔ شاہد اکر نے یہ سازش اس لیے کرائی تھی کہ ہندوستانی
 مسلمان اس کشمکش میں مبتلا نہ ہو کر نہ کہ ان کی طرف توجہ نہ دے سکیں مگر ۱۹۰۹ء اور
 ۱۹۱۱ء میں شیخ الحدیث کی دُور میں گھاؤ اور قوتِ کثیفہ کی بدولت جمعیۃ الانصار قائم ہو
 چکی تھی، مسلمانوں نے مسجد کی حمایت میں فوج کی گریوں کے سامنے اپنے سینے سپرد کیے
 ہر دو بجھوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رحمان صاحب کھلی دماغ پر سب اثر والا اور مسلمان
 جماعت کے لیے میز کا کام دیا چنانچہ آپ کی زیرِ نگرانی نواز حکومت کے قیام کی داغ بیل ڈال
 دی گئی اور جہاد کی تبلیغ تیزی سے شروع ہو گئی۔ دہلی میں نوجوانانِ ہند کو درسِ جہاد دینے کے
 لیے مدرسہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا جو منزلِ جہاد کی طرف جمعیۃ الانصار کی تائیس
 کے بعد دوسرا قدم تھا۔ ۱۹۱۳ء مطابق ۱۳۳۲ھ میں جب مولانا سندھی نے حضرت
 شیخ الحدیث کے ایثار پر جامع مسجد فتح پوری میں نظارۃ المعارف قائم کیا تو کچھ عرصہ
 بعد حضرت بھی دہلی تشریف لے آئے۔ اس مدرسہ میں ۱۹۱۵ء تک مجاہدین کی خاص
 تعداد نے تربیت حاصل کر لی تو حضرت شیخ الحدیث نے منزلِ جہاد کی طرف فیصلہ کن قدم
 اٹھایا چنانچہ اس سال جبکہ جنگِ عظیم ابتدائی مراحل میں تھی آپ نے مولانا سندھی کو کھلی

اندام کی غرض سے ہندوستان سے کابل جانے کا حکم دیا اور اسندھی نے شیخ الہندؒ کے شوق سے حضرت کو اپنا جانشین تجویز فرمایا۔

رشی خطوط کی سازش
جمیۃ الانصار و یونینہ نظارتہ الصارفہ ہل اور رشی
خطوط کی سازش دراصل اس عظیم انقلابی پروگرام
کی تین اہم گزریاں تھیں جسے حضرت شیخ الہندؒ نے اتحاد عالم اسلام اور آزادی ہند کے
لیے تجویز فرمایا تھا۔

جب شیخ الہندؒ نے مولانا سندھی کو کابل میں اور حضرت کو دہلی میں تعینات
فرمایا تو خود مجاز تشریف لے گئے۔ مولانا میاں محمد انصاری تحریک کے رابطہ افسر بننے
کے علاوہ ہندوستان اور آزاد قبائل میں تحریک آزادی کے قیام اور محرک قرار پائے
۱۹۱۴ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے تحریک کی تائید میں غازی نگر پاشا اور جھانڈ کے
گورنر غالب پاشا کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مولانا نے افغانستان
اور آزاد قبائل کے باشندگان سے برطانیہ کے خلاف جہاد کی ایسے جاری کیں جو ایک
جذباتی کامیاب رہیں۔

حضرت مولانا محمد میاں انصاری تحریک کے آخری مراحل میں ان کارہائے پنیات
سے کہ جہاں سے ہندوستان گئے اور آپ نے ہندوستان، قبائلی علاقہ اور افغانستان میں
نہایت وسیع پیمانہ پر ان اسپرل کی تشریح کی یہ اسپرل زور و دھم کی پٹریں تھیں
تحریک کے تمام کارکن آپس میں زور و دھم کی پٹری پر تکرار کے اسل کی کہتے تھے۔
۸ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ کو مولانا محمد میاں نے تحریک کے متعلق
ایک مفصل پبلٹ حیدرآباد مندرجہ کے شیخ عبد الرحیم کی طرف حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت

بیک وقت اس طرح محل میں لائی گئیں کہ کوئی بھی ایک دوسرے کو اٹھایا نہ دیکھ سکا۔

حضرت کی گرفتاری حضرت ایک دن حسب معمول صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد نظارۃ العالیٰ انظر آئینہ دہلی میں بطور شیخ انقبیر

درس قرآن مجید دے رہے تھے کہ اتنے میں ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس اور دو انگریز مجسٹریٹ درگاہ میں پہنچے۔ انگریز سپرنٹنڈنٹ آگے ٹرھا اور وارنٹ گرفتاری حضرت کو دیکھا کہ شریک درس طلبہ کو باہر نکال دیا۔ اب حضرت پولیس کی حراست میں تھے کہ وہ منتقل کر کے پولیس کا قلعہ حضرت کو لے کر ان کے مکان پر پہنچا۔ جو فتح پوری مسجد کے قاضی حوض طے نالی شریک پر کٹھڑہ بڑیاں میں تھا۔ مکان پر پہنچ کر پولیس نے حضرت کے بری پنچوں کو چھت پر چڑھا دیا اور قاذو تاشی شروع کر دی۔ سونا کی قمی تحریر پر مستند قرآن مجید اور دستاویز اس محلے نے حدود میں بھیج دی گئیں۔

سپرنٹنڈنٹ خاندان تاشی سے خارج ہو کر باہر صحن میں آیا تو سی۔ آئی۔ ڈی کا ایک مسلمان ملازم جو دروازہ حضرت کے درس میں شریک ہوتا تھا، اندر آیا اور چھت کی طرف متوجہ ساند انداز میں دیکھنے لگا۔ چھت کی کڑیوں میں اس کو صحن کی ایک چٹائی ہونی غلط نظر آئی۔ اس نے باہر آکر اس۔ پی کو بتایا اور اس نے ایک شہرچی حکمران کو وہ نکلے آکر وال۔ اس غلطی میں حضرت اور ملازمین کی سزا سنائی تھی جو آپ نے اس غرض سے چھت میں رکھی تھیں کہ اگر خدا ان کو اسے مکان میں چوری ہو جائے تو کم از کم یہ محفوظ رہیں۔ اس میں پی کے حکم سے وہ غلطی بھی شریک میں رکھ لی گئی اور شریک کو منتقل کر کے مرگاہ دی گئی۔ یہ سزا اور اشیاء آج تک حضرت کو دہیں نہیں ہیں۔

۱۳۲۶ھ میں الامام احمد نے حضرت کو دوبارہ اسناد علوم عطا کیں حضرت متعدد لڑائی

صاحب کاشمیری نے ہمدردی حضرت کو زندہ عطا فرمائی اور حضرت کو لانا عید الشہد صاحب
مذہبی نے حضرت کے سفر میں ۱۳۲۰ھ میں آپ کو دوبارہ زندہ بخیر فرمادی جن کی نقل
باز مجر شامل کی جا رہی ہیں۔

(۱)

ترجمہ

سب تعریفوں کا وہ اللہ ستم ہے جس نے ہم
کے مجتہدوں کو زندہ فرمایا اور اس کے آثار کو توحید
بخشی اور ہم کو ہر دور میں ہر وقت وہی بیان کیا
مشرق و مغرب علم کے انوار سے مستزید ہو گئے
اور اسی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کی اولاد
کو اسی علم کی بدولت ہر زمانہ میں خطہ ارضی پر
حاکم مقرر فرمایا، اور صلوة و سلام اس نبی اعلیٰ
عزہ و اشہ پر نازل ہوں جنہوں نے قرآن حکیم
کے پردوں کو کھول کر اسرار قرآنی کو ظاہر فرمایا
اور قرآنی حقائق کو حیرت انگیز طریقے پر واضح فرمایا
آپ بقدر علم حدیث و اصل ثبوت کے مبارک
انفاس اور رسالت کے تقدس اثرات ہیں، جو
در اصل داری کا ذخیرہ برکت ہیں اور بھی اللہ تعالیٰ
کی دلی غنی ہیں۔ اگرچہ علمی نہیں اور بہ احادیث
ہی سب گزارہ اور وسیع اور وسیع ہیں جن کی برکات

الحمد لله الذي ارفع اعلام
العلم و اعلیٰ انواره و اعززه في
كل قرن حتى شرق و غرب و
اضاء ما حوله و نور انواره
و جبل اندرو منه حنيفة به
في سبط الارض حاكما على الطول
و العرض ليعاد در زمان ادواره و لصلوة
و السلام على النبي الامي الهادي
الذي كشف عنه اساره و امان
اسم لاه و اعظم من كل حق و حقيقة
بما يبهر فكما زلزاله و دعوى الموازاة
اما بعد فان علم الحديث افضل النبوة
و نفقات الرسالة و هو خير من سائر
الدين و هو دلي الله خطبا من لم يكن
جلدا و هو اشرف ما ترسل به العبد

ال حضرت النبی الامین و
 هو اثنی ما وجد علی البیة
 و اسندہ و اشرف ما
 ینتخبہ الطالب و ینتخبہ فی
 الدنیا و فی الاخرة افودہ -
 قضی الحفاظ فیہ اعیارهم
 و لسوا اناسهم و لقد قدو
 الله له خدمة فی کل حین
 یضربون کبکبا و الابل و لو
 ال صین فنتهم اخوانا فی
 الله الولی المول العلامة
 احمد علی ادام الله بركاته
 هو المحدث المفسر من
 ھدی الله بہ جماعات
 من الناس و خلق علی الاطلاق
 و النیة قرا الحدیث و التفسیر
 و افقه اولاعی العلامة
 الشہیر مولانا عبید الله ادام
 الله فیضہ شرعہ و درس

ہے ایک نصاب دربار رسالت نبی امین صلی اللہ
 علیہ وسلم تک پہنچ سکتا ہے اور یہی علم اس نصاب
 کے سب علوم سے زیادہ یقینی اور اشرف علم
 ہے جس کی سند سید الانبیاء علیہ السلام
 تک محفوظ ہے۔ یہی وہ علم ہے جو دارین میں
 رہنائی کا کام دیتا ہے۔ اس علم کے حصول
 اور نشر و اشاعت میں خفاہ مرث نے نبی
 ساری عمریں صرف کر دیں۔ اس علم کی حفاظت
 کے لیے خداوند قدوس نے ہر زمانہ میں ایسے
 خوش بخت انسان پیدا فرمائے جو مشقیں اٹھا
 کر دور دراز کا سفر اختیار کرتے ہیں خواہ ان
 کو صین ہی تک کیوں نہ جانا پڑے۔ ان ہی
 بزرگوں میں میرے دینی بھائی احمد علی صاحب ہیں
 اللہ تعالیٰ ان کی بکات ہمیشہ قائم رکھے۔ یہ ان
 عالی مقام تہذیبی اور عصری میں سے ہیں جن کو
 اللہ تعالیٰ نے منہقات کی کثیر تعداد کی ہدایت
 کے لیے پسند فرمایا۔ آپ نے حدیث و تفسیر اور
 علم فقہ کی کتابوں کی تکمیل پہلے تو شہرہ و مرث
 و مفسر کبیر مولانا عبید اللہ علیہ السلام کے اہل

مستى الوقت ومحدث ذلك
 الزمن ثيناً ومولانا محمود حسن
 الدين بندي وجه الله فاحازله
 الاولى وكتب له بها خبرا غير
 الترياق وارت وقعدت اشياء
 ونس زما نامها حرا مجيدنا مستمرا
 منى ما لت له باهل ولا غفلك
 في وعمر ولا مهمل لكن اردت
 التبرك به لكبريه فاحزرت بكل
 ما يجوز لي احازنه من الكتب
 وغيرها ما هو في الاثبات مذکور
 في الاعجاز لم مطروبا لسانا
 المستحور في كتاب الباقع الجني في
 اسمايد الشيخ عبدالغني كما اجازني
 به شعر في اجل هم الشيخ محمود حسن
 رحمة الله شيخ الهند وولي طرانا
 والله تعالى اعلم ان جو قصدا مجتبه
 وان جعل طرنا خيرا من الاني

فرمانی اور پھر حجۃ اللہ فی اوانہ محدث مصر سادانا
 محمد دامن دیو ہندی محمد اللہ سے شرف کندہ عالم
 کیا۔ زمانہ کے فتنہ بات سے آپ کی منادات اور
 دوسری ضروری علمی دستاویزات ضائع ہو گئیں آپ
 نے مجھ سے دوبارہ سند لے کر ارشاد فرمایا میں
 میں اس کا اہل نہیں مگر اس کے باوجود میں نے بطور
 تبرک کے ان چند ترین مقام کے میں نظر

ان کے صحاح ستہ اور اہل تمام کتب کی لہذا کتب
 جو میں نے لکھا تھا ہادی سندات الدیانت المعین
 فی اسانید الشیخ عبدالغنی میں مطور میں ایسا کہ
 مجھ میرے سادہ کرام خصوصا شیخ البندر
 محمد دامن محمد اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمائی۔
 اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا ہوں کہ وہ حضرت
 مومن کو انجی محبت اور رضا کی توفیق طافرت
 اور ان کی اخروی زندگی کو پہلی زندگی سے ستر
 فرامے۔ آمین!

عبدالحق محمد انور کشمیری حفظہ اللہ منہ

۲۲ صفر ۱۳۴۹ھ

وانا العبد الراجف محمد انور الکشمیری حفظہ اللہ عنہ

۲۲ صفر ۱۳۴۹ھ بلدیۃ لاہور

اس طرح حضرت مرزا، بیاد اللہ منہم چی نے جو سند آپ کو عنایت فرمائی وہ صرف
صحیح سند ہے بلکہ حضرت منہم چی کے اس گہرے قلبی یقین کی آئینہ دار ہے جو مرزا سند
کو آپ سے تھا۔ اہل کی سند مع اہل و عہد کے دست کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین
والعاقبة للمتین وصلى الله
على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم
اما بعد فيقول العبد حبيب الله
بين الاسلام ان الصالح السعيد
المولوي احمد علي اللاهوري
هو ابن اخي حبيب الله بزر الاسلام
كفولته لند رند ربه ابواه. فكان
عندي متذكان ابن ثمانية سنين
بمفولة اعز اولادي فاخذتني
علوم الالوية والعالية وترى
بمراي مني وسمع حقا اجزم
لرواية القرآن العظيم والمحدث
وغيرهما من العلوم في سنة
١٢٦٧ هـ اذ كنت بين الرشد

تمام تعریفوں کا مستحق وہی اللہ تعالیٰ ہے جو
تمام جہانوں کا بار و بار ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی
رحمتیں اور سلام ہمارے سر پر محمد متقی اللہ علیہ
وسلم پر نازل فرمائے۔ آمابعد
سید و صالح سروری احمد علی صاحب ہوری جو
میرے بھائی حبيب اللہ بن اسلام کے چچے ہیں
جو میری تربیت میں اس فذ کی وجہ سے ہے
جو ان کے والدین نے اپنی تھی۔ یہ میرے پاس
اس وقت سے قیام پذیر ہے جبکہ آپ کی عمر
صرف آٹھ سال کی تھی۔ یہ میرے نزدیک میری
 عزیز ترین اولاد جیسے ہیں۔ انھوں نے مجھ سے
علوم آیہ و صرف بخود غیر ہما، اور علوم عالیہ
اور حدیث تفسیر و فقہ حاصل کیے اور یہ میری
 زیر تربیت ہے۔ درس کی تکمیل پر ان کو میں نے
قرآن عظیم، اور حدیث و غیرہ علوم کی روایت
کی اجازت دے دی ۱۲۶۷ھ میں جب کہ میں

واستجرت له عن شيعي شين
 حسين بن الحسن الانصاري
 فاشتغل بالتعليم والادب
 ثم مكر اخذ القرآن العظيم
 عن وحية الله بالغة وما
 يناسب ذلك اذ كنت بهن
 واشتغل بتعليم الكتاب و
 السنة وشروها في شبان
 المسلمين وفتحهم فاولاد
 بارك الله فيه واحاد قها
 كانت له حاجة الى تجديد
 الاجازات لكن امر ما سألني
 بعد ما القيت بمكة سنة ١٣٤٢هـ
 ان اكتب له الاحاد في الاضافة
 بها فاقول ان اجوز للعوليا
 احمد بن محمد حبيب الله بن
 الاسلام ان يروي عن جيب
 ما اجوز به مشائخ النظام
 عليهم من الله قبه والسلام

در روز شاد میں تھا اور ان کے لیے میں نے اپنے
 شیخ حسین بن حسن انصاری سے بھی اجازت لے
 لی جس کے بعد ملا تعلیم اور قرآن میں
 مشغول ہو گئے مگر پھر دوسری بار زوجہ قرآن
 عظیم اور زوجہ اللہ بالغة اور اس کے مناسب
 لمحہ سے حاصل کر لیے جبکہ میں وہی چلا آیا جس
 کے بعد ملا احمد علی صاحب پوری سنت کے
 ساتھ مسلم نوجوانوں اور بڑھوں میں شاعت
 قرآن مجید اور احادیث نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں
 سرگرم عمل رہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت اور
 اثر سے مشرف فرمایا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد کسی
 سے (اخلاقی سند) کہہ کر سر کی گرفتاری
 ۱۳۴۲ھ پر پانچویں نے مجھ سے دوبارہ اجازت
 طلب کی چنانچہ میں اب بھی بروی احمد علی صاحب
 بن حبیب اللہ بن اسلام کو اجازت دیتا ہوں
 کہ صرف کو بروی طریق سے اجازت ہے کہ تمام
 علم شریف اور حقیقہ مصروف قرآن عربی، نظام
 محسنی سنن ابی داؤد و ترمذی، سنن ابی، مانذک
 فتح الباری، حکیم الامت شیخ اعظم دہلوی اللہ تعالیٰ

من العلوم الشرعية والادبية
والعقبة عمومًا والكتاب العزيز
ودواوين السنة المستند الموطأ
والاصحاح وسنن ابن داود و
الترمذی والنسائی وفقر الباری
للحاظ ومصنفات حکم الامة
الشیخ الاجل ول الله الدہلوی
مثل فتح الرحمن والفوز الکبیر
والمصنف وحیة الله البالغة و
غیرها ومصنفات اشباهه مثل
الشیخ الاجل عبد العزيز الدہلوی
والشیخ الشہید محمد اسمعیل
الدہلوی والشیخ الاجل محمد
قاسم الدانون نوری خضر شاملا
یتجاوز فی التأویل عند الحاجة
عن سلف هؤلاء الاجل و
لیعلم ان اروق الشیخ الاجل
الذی انتہت الیہ ریاسة
للدین بالهند الشیخ محمود حسن

مشہ فخر الرحمن، الفوز الکبیر، المصنف،
حجة الله رب العالمین، وغیرہ اور آپ کے
تلامذہ اور پیروان باوقار شیخ اجل،
عبد العزیز دہلوی، شیخ محمد اسمعیل
دہلوی، شیخ اعظم محمد قاسم نانوتوی کی
تصانیف کی اعزازت و تائیدوں کا اگر آپ
بوقت ضرورت ان بزرگوں کے سک
سے باہر قدم نہ رکھیں۔ میری اپنی
اعزازت شیخ اعظم، ہند کے مرجع الملأ
شیخ محمد حسن دیوبندی سے ہے
حضرت برصوف کو شیخ محمد قاسم
نانوتوی سے، ان کو حضرت شیخ
عبد الغنی دہلوی سے، ان کو شیخ
محمد اسحق دہلوی سے (تقریباً) اور
اسی طرح حضرت شیخ الہند کریم الرحمن
شیخ عبد الغنی سے بھی اعزازت حاصل
ہے اور ہمارے شیخ حافظ الحدیث
شیخ احمد علی سارخوری سے بھی
روایت کرتے ہیں جو کہ حضرت شیخ

محمد اسحق سے روایت فرمائے (اتحریل)
 اور اسی طرح ہمارے شیخ عبد الرحمن
 پالہ جی سے بھی روایت کرتے ہیں جو کہ
 شیخ محمد اسحق سے روایت فرماتے
 ہیں۔ (اتحریل) اسی طرح مجھ کے شیخ
 حسین بن محمد انصاری نے اہانت
 فرمائی جن کو شیخ محمد بن ناصر مدنی سے
 اور ان کو شیخ محمد اسحق سے حاصل
 ہے۔ علیٰ ہذا القیاس میں چند دوسرے
 اصحاب بھی روایت کرتا ہوں، جن
 کی سند شیخ محمد اسحق و ہر بنی تک
 پہنچتی ہے۔ حضرت شیخ محمد اسحق،
 حضرت شیخ عبدالعزیز دہلوی کے اہل
 وہ حضرت ولی اللہ دہلوی سے روایت
 کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل کتاب
 الارشاد اور بیانہ الجندی
 وغیرہ میں موجود ہے۔ پس میں ابوی
 احمد علی صاحب کو ایسی عام اہانت
 دیتا ہوں، جو میری تمام روایات کو

ابو یوسفی عن الشیخ محمد قاسم
 النانوتی عن الشیخ عبد الغنی
 اہلوی عن الشیخ محمد اسحق
 اہلوی ح و شیخنا شہر النہد
 محمود حسن بروی عن الشیخ
 عبد الغنی بلا واسطۃ ایضاً ح
 و شیخنا بروی عن حافظ الحدیث
 الشیخ احمد علی الشہارونی
 عن الشیخ محمد اسحق ح و شیخنا
 بروی عن الشیخ عبد الرحمن
 النانی عن الشیخ محمد اسحق
 ح و احادیث الشیخ حسین بن محمد
 الانصاری الیمان عن الشیخ
 محمد بن ناصر الحارثی عن الشیخ
 محمد اسحق و اخذت عن جملة
 من الشیوخ اسانید ہم تفکی
 ال الشیخ محمد اسحق الدہلوی
 عن الشیخ عبد العزیز اہلوی
 عن ولی اللہ اہلوی و التعلیل

مؤكد ان الارشاد ويا فاع الي
 رضى هرامن الاثبات فان حاجت
 اسلوبى احمد على اجازة عامة
 شاملة لجميع ما اردت وجعلت
 وكيلان بحجج على من راه املا
 لئلا لك من ادرك حيا ق و
 اوصيه ونفسى بقوى الله و
 الله برقى كتاب الله والاعتصام
 بسنة سيد المرسلين صلى الله
 عليه وآله وسلم ومنه الشين
 من خلفائه الراشدين و
 الاجتناب عن الافراط و
 التقريط وواجب منه ان يشركى
 ومشائى الكرام فى صالح
 دعواته واخر دعوانا ان
 الحمد لله رب العلمين -
 المجهز

قابل ہے اور میں ان کو اپنا وکیل مقرر
 کرتا ہوں کہ وہ جس کو چاہیں اس
 کو اجازت دیں۔ میں لوگوں نے میرا
 نواز پایا ہو میں اپنے آپ کو اور ان کو
 وصیت کرتا ہوں کہ حق سے کو اپنا شاہ
 بنائیں اور کتاب اللہ میں تدبیر و سنت
 نبوی سے اعتصام، خلفاء راشدین
 کے طریق کو مشلی راہ بنائیں، اور
 افراط و تفریط سے محبت رہیں۔
 اور میں اُمید کرتا ہوں کہ مجھے بھی
 اور میرے سترز اساتذہ کو اپنی دعائوں
 میں یاد فرمادیں۔

عبد اللہ بن اسلام
 اخرا یام شرقی
 ۱۳۳۵ھ

عبد اللہ بن الاسلام نزيل مكة

کتبته فی اخرا یام شرقی - بمکة سنة ۱۳۳۶ھ

نظارۃ المعارف القرآنیہ
گھر کی تلاش کے بعد اس نے اور باقی ملاحضت کو
کے کر واپس نظارۃ المعارف القرآنیہ گیا۔ وہاں انھوں
نے دریں گاہ کی تلاش لی اور کتابیں لکھیں اور
نہایت بھرپور لکھا دی۔

یہ ہر دو رنگ خدا جاننے والوں کے ہوا بیٹے گئے مگر پوس حضرت کو کوئی لے
گئی۔ وہاں پہنچ کر حضرت کی بابت تلاش کی گئی۔ آپ نے جو کوٹ میں رکھا تھا، وہ پولیس
نے اپنی تحویل میں لے لیا اور اس کو جگہ جگہ سے اڑھٹ کر دیکھا، مبادا اس کی تحویل میں
سازشی مخلوط ہوں۔ یہ کوٹ راہوں منقطع جائیداد میں جہاں حضرت نظر بند تھے واپس
کیا گیا حضرت کچھ عرصہ دہلی کی حالت میں رہے۔ پھر آپ کو ستر سے باہر ایک اور
حالات میں منتقل کر دیا گیا۔

شملہ کو روانہ ہو گئے
بعد ازاں ایک رات حضرت کو جھکڑی لگا کر دہلی واپس اسٹیشن
لایا گیا اور وہاں سے آپ کو شملہ بھیج دیا گیا۔ آپ کو شملہ
کے انگریز ڈی آئی جی کے سامنے اس حالت میں پیش کیا گیا کہ آپ کے جھکڑی کی
برقی بھٹی۔ اس نے حکم دیا کہ وہاں کو شملہ حالات میں بند کر دیا جائے۔ اس کو دھکے لگانے
انپکٹر پولیس نہایت شریف الطبع اور علم دوست انسان تھا۔ اس نے حضرت کو
ایسی خاص رہائش دی جس کو عموماً حالات میں کوئیں دی جاتی تھی۔ اس نے سخت ملنے
کو حکم دیا کہ جب بھی حضرت کو دھکے کی ضرورت پیش آئے تو آپ کو جھکڑی کے
بغیر جانے دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو حاجی ضروریہ سے فارغ ہو کر اطمینان سے دھکے دے
اور پھر واپس تشریف لے گئے۔ اس کے علاوہ اس شریف النفس انسان نے آپ کے

کھانے پینے اور پہننے اور ڈھننے کا بھی نام خیال رکھا۔

ایک دن یہ انجیلٹر حضرت کو اپنے مکان پر لے گیا اور کپ کی بڑی برخلقت دعوت کی۔ اس کے بعد عرض کیا: اگر اس وقت ڈی آئی جی آپ کو حوالات میں دیکھتے آجائے اور آپ کو وہاں نہ پا کر ٹھہرے استفسار کرے تو میرے پاس اس کا تسلی بخش جواب ہے؟

وہ انجیلٹر پوچس حضرت پر بحیثیت نگہبان مقرر تھا۔ تفتیش اس کے فراموش میں داخل نہیں تھی جس سے یہ گمان ہو سکے کہ اس کا خاطر مدارت کرنا ممکن نہ تھا۔ یاد دلانے کے لئے اس نے حضرت کو گرویدہ کر کے آپ سے عزیمت کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ اس کا تمام حسن سلوک حمید تھا۔

لاہور میں آمد کچھ عرصہ بعد پوچس نے حکام بالا کی تعمیل میں حضرت کو جھکڑی لگا کر لاہور بھیج دیا۔ پوچس حضرت کو لاہور میں اسٹیشن سے پیدل میاں عبد العزیز صاحب پوچس انسر کے پاس لے گئی، جن کا مکان ان دنوں امرت دھارا شریک پر واقع تھا۔ میاں عبد العزیز نے حکم دیا کہ آپ کی نوکھا حوالات میں رکھا جائے، چنانچہ کئی روز تک آپ دعوے اسٹیشن سے متصل نوکھا خانہ کی حوالات میں نظر بند رہے۔

جاندھر کو روانگی چند روز بعد پوچس حضرت کو لاہور سے پھر جاندھر لے گئی اور جاندھر دعوے اسٹیشن کے قریب زیر حراست رکھا۔ وہاں بعض پوچس انسر ان لگاے لگائے تھے۔ میں بھیجیں وہاں اس حوالات میں رکھنے کے بعد آپ کو جاندھر شریک حوالات میں منتقل کر دیا گیا اور اسی ان آپ

جیل بھیج دیئے گئے۔

عصر کے وقت دارو فرجیل کے حکم سے آپ کو باہر نکال گیا تو آپ نے دیکھا کہ کچھ دور دارو فرجے کے پاس آپ کے شیخ حضرت دین پوری نور اللہ مدظلہ بھی تشریف لائے ہیں۔ اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کے شیخ بھی اس مقدمہ میں گرفتار ہیں اس سے پیشتر آپ کو ان کی گرفتاری کا قطعاً کوئی علم نہ تھا۔ حضرت نے دور ہی سے مجھے کی زیارت کی جھڑکھڑکھنے کے بلے نکلے کے پاس پہنچے تو سوری جہانگیر لاکھری ہاتھ رونا، عام شیم پری بھی دکھائی دیئے وہ بھی اس مقدمہ میں گرفتار تھے۔

راہوں میں نظر بندی جان بھر جیل میں چند روز قید رہنے کے بعد وہیں آپ کو راہوں وضع جان بھر کی جیل میں لے گئی یہاں تھے آپ کو چوبیس گھنٹے ہی گزریں تھے کہ وضع جان بھر کا ڈپٹی کسٹرن دورہ پر آیا۔ حضرت کو اس کے روبرو پیش کیا گیا۔ اس نے حکم سنایا:-

”گورنمنٹ اس مقدمہ کے مجرم ہیں آپ کو راہوں میں نظر بند کرتی ہے اس قصبہ سے تم باہر نہیں جاسکتے اور نہ کوئی بیرونی آدمی یہاں آکر تم سے مل سکتا ہے کہیں خط بھیجنا ہو تو اسے سب انپیکٹر پریس کے حوالے کر دو سرکاری افسر سامنے کر کے مکتوب الیہ کو بھیج دیا کریں گے تبیں گورنمنٹ کی طرف سے پندرہ روپیہ بلے خورد و نوش اہولہا کیے گئے“

اس کے بعد حضرت کو حالات سے آگاہ کر دیا گیا۔

راہوں میں حضرتؐ راہوں پر میں ٹیشن کے پاس ہی ایک قدیم مسجد تھی۔ اس کے اور تھانے کے درمیان صرف چند فٹ کی گلی کے شب و روز عقی حضرتؐ دل بھر مسجد میں جتے اور شب بھری کے لیے تھانے میں چلے جاتے۔ تھانے کا سب انیسٹر ایک کچھ تھا۔ اس نے سلمان پاپا سے کہہ رکھا تھا کہ وہاں سے آنا دال فکر اپنے کھانے کے ساتھ حضرتؐ کا کھانا بھی پکا دیا کرو۔ بیٹنے کے اختتام پر ان کا وظیفہ آئے گا تو وہاں دال کو راشن کی قیمت ادا کر دی جا یا کرے گی۔

حضرتؐ کو راہوں میں نظر بند کیا گیا تو حضرتؐ کے جسم پر بدلیک پڑے کامرٹ ایک کڑتا اور اس پر عربی مبارک تہ تھی۔ اور جسے چھونے کے لیے کچھ عجی آپ کے پاس موجود نہ تھا۔ اس طرح نو مبر و مبر کی سب بستہ راتیں آپ نے صرف ایک عبا میں بسر کیں۔

جو مسلمان نماز عشاء کے لیے اس پرانی مسجد میں آتے ان میں سے ایک بڑی آپ سے لکڑی کرتا: اگر آپ فرمائیں تو بستر لا دوں؟ مگر چونکہ اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ان لا دو خود ایک قسم کا سوال بن جاتا تھا۔ اس لیے حضرتؐ رحمۃ اللہ علیہ جواب میں صرف یہ فرماتے: اللہ تبارک و تعالیٰ میں رکھے میں راضی ہوں؟ کچھ کسی چیز کی ضرورت نہیں؟ آپ کے شیخ کی تربیت ہی یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگا جائے۔ غیر کے سامنے اپنی حاجت کا اظہار کرنا اللہ کی غیرت کو چیلنج دینا ہے۔ یہی نہیں حکایت ملتی بھی شکایت دُعا ابدال ہے۔ چنانچہ اسی تسلیم کا اثر تھا کہ حضرتؐ نے بستر کی انتہائی ضرورت کے باوجود بھی یہ کہنا گوارا فرمایا کہ اس عبا کی بجائے بستر لا دو۔

آخر دم تک ہمیں گرا اپنے غیور اور صابر بندے پر رحم آیا اور اس نے اپنے ایک غصے بندے کے دل میں حضرت کی عزت کا احساس پیدا فرمادیا۔ آدمی بات کے وقت ایک سطر ہنسی اور پرہیزگار بزرگ جیسے حضرت نے اس سے قبل کبھی نہ دیکھا تھا، ایک نباحان اور ڈنک لے کر حاضر تھے اور کانہ بہ ستر صرف آپ کے لیے بنایا گیا ہے۔ نورا کریم اسے قبول فرمائیے۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ چلتے بنے اور حضرت نے وہ بستر عطیہ الہی سجدہ قبول فرمایا۔ ذَلِّكَ فَعَلَّ اللَّهُ عَلَيْهِنَا وَاللَّهُ يُؤْخِرُ مَنْ يُشَاءُ رَبِّعَلَّ

جس آپ۔

حضرت سب انسپکٹر راجوں کے کیے ہوئے انتظام کے مطابق چند دن باطل نماز سہا بیوں کا پکا ہڑا کھانا کھاتے تھے۔ مگر بعد میں اس بنا پر کہ کھانا پکانے میں نیند میں رشوت کا استعمال ہوتا ہے آپ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت کے کھانا نہ کھانے کی اطلاع سب انسپکٹر کو دی گئی تو اس نے یہ بھی دریافت نہ کیا کہ آئندہ آپ کے کھانے کا کیا انتظام ہو گا۔ اس طرح آپ کے کھانے کا کوئی غامبری انتظام نہ رہا تو ایک بار ساعرت عصر کے بعد کئی کے ٹھنڈے ہوئے ڈالے اور کچھ عرصہ بعد حضرت کو مے جاتی۔ خدا جانے وہ عورت کون تھی۔ آپ نے کبھی اس گفتگو نہ کی۔

اسی طرح ایک دن کوئی بزرگ جو کسی دوسری جگہ کے رہنے والے تھے مسجد میں تشریف لائے۔ انھوں نے اپنا نام سلطان الاذکار بتایا اور حضرت کو ایک وظیفہ تفصیل کرتے ہوئے کہا: "اے سات دن تک مسلسل بعد از نماز عشاء باقاعدگی سے پڑھیے۔" انتہاء اللہ آپ رہا ہر باتیں گے۔ چنانچہ ساتویں روز آپ نے وہ وظیفہ ختم کیا

اور کذاب کو رائی کی ضرورت نہ اور دوسرے محدثین آپ کو رہنما سے لاہور لایا۔
 لاہور میں آپ سی آئی ڈی کے ایک انگریز افسر کے سامنے
 پیش کیے گئے جس نے کہا کہ گورنمنٹ آپ کو صوبہ سندھ یا
 دہلی بھیجنے پر تیار نہیں۔ اگر آپ ایک سال کے لیے دو مہینے ایک ایک ہزار روپے کے
 بطور ضمانت پیش کر دیں تو گورنمنٹ آپ کو لاہور رہنے کی اجازت دے دے گی۔
 دراصل پولیس جانتی تھی کہ دہلی اور سندھ میں آپ کا کافی دشمن ہے۔ اس نے
 آپ کو کسی ایسے علاقے میں رکھنا چاہتی تھی کہ جہاں آپ کی ذات کے کسی قسم کا خطرہ
 پیدا نہ ہو سکے۔ حضرت نے کہا کہ پنجاب میں میری کوئی واقعیت نہیں۔ مگر افسران
 وہاں سے ضمانت لینے پر رضامند نہ ہوئے۔

بعد ازاں حضرت رحمہ اللہ علیہ نے غور کیا تو قاضی حافظ ضیاء الدین صاحب
 ایم اے فاضل دیوبند کا نام یاد آیا۔ حافظ صاحب حضرت کی اعلیٰ قدر کے پچا زاد
 بھائی ہونے کے علاوہ نظارۃ العارف دہلی میں انگریز کے استاد بھی رہ چکے تھے۔
 حضرت ان کے پاس پہنچے تو وہ بڑے شوق سے ضمانت لینے پر تیار ہو گئے۔ دوسرے
 ضمانت کے لیے قاضی صاحب نے خود ہی کمال خاں صاحب کا نام تجویز کیا۔ ایک
 صاحب نے بھی اس خدمت کو عین سعادت کہا۔ جزا اللہ احسن
 الحمد للہ فی الدارین ۛ

ضمانت اور رہائی جب قاضی صاحب اور کمال صاحب حضرت کی ضمانت کے
 لیے لاہور پہنچے، تو پولیس نے خود ہی ضمانت میں
 تخفیف کدی اور بلانے ایک ایک ہزار کے پانچ پانچ سو کی ضمانت ایک سال کے لیے
 لے کر حضرت کو رہا کر دیا۔

لاہور میں مُستقل قیام

حضرت کی گرفتاری کے بعد آپ کی اہلیہ کے برادر حسیقی حافظ سروی مجددِ مثنوی صاحب آپ کے بال بچوں کو دہلی سے لاہور لے آئے تھے۔ چونکہ حضرت کے خسر مرہٹا ابو محمد احمد صاحب بھی اس مقدمہ میں گرفتار ہو کر دوپہ ضلع لہنا میں نظر بند تھے۔ اس لیے حضرت کی اہلیہ ان کی غیر موجودگی میں لاہور نہ رہ سکیں اور اپنے کم سن بھائی ڈاکٹر عبدالحی کے ساتھ نوابشاہ دسترخوان چلی گئیں۔

حضرت نے نوابشاہ میں اپنے قیام کے زمانے میں تھوڑی سی زمین مکان بنانے کی غرض سے خرید لی تھی۔ آپ مکان توڑ بنوا سکے مگر ایک جہاز چار دیواری ضرورتاً رکوانا چکے تھے۔ دوسرے نوابشاہ میں حضرت کا کافی اثر و رسوخ تھا۔ حضرت کی اہلیہ نے خیال کیا کہ زمین نوابشاہی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے گا تو ایک چھوٹا سا مکان بھی تعمیر کر میں گئے۔ نوابشاہ پہنچ کر انھوں نے حضرت کے چھوٹے بھائی حکیم رشید احمد کو جواگیا کم سن ہی تھے اپنے پاس بلا لیا۔

جب حضرت لاہور میں پایہءِ کریم گئے تو اپنے اپنے اہل و عیال کے علاوہ حکیم رشید احمد کو بھی اپنے پاس بلایا اور انھیں طیبہ کالج لاہور (انجمن حمایت اسلام) میں داخل کرا دیا۔ جہاں سے انھوں نے ذبذۃ الحکماء کا امتحان پاس کیا اور پھر اسی کالج میں پرنسپل مقرر ہو گئے۔

درس کی ابتدا زمانہ قیام دہلی میں مولانا سندھی نے حضرت سے یہ عرض کیا تھا کہ آپ تمام عمر اشاعتِ قرآن مجید کرتے رہیں گے اس لیے اگر یہ حضرت لاہور میں نظر بند تھے تو کبھی بھی آپ نے اس وعدہ کو پورا کرنے کے لیے دو آدمیوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانا شروع کیا۔ ان میں سے ایک تو مولانا عبد العزیز تھے جو بازار سرسایا والا میں دکان کرتے تھے اور دوسرے میان عبد الرحمن جو بازار مشرق میں امام مسجد تھے۔ حضرت کو یہ معلوم تھا کہ دونوں حضرات آپ کے جیسے مولانا ابو محمد صاحب کے شخص دوستوں میں سے ہیں۔ اس لیے آپ کو ان پر اعتماد تھا۔ آپ حتیٰ الامکان یہ کوشش کرتے کہ کوئی مشتبہ شخص آپ کے درس میں شریک نہ ہو۔ کیونکہ آپ کو خدا تھا کہ سہارا کوئی آدمی آپ کے خلاف رپورٹ کرے اور آپ کے خاندان کی ضمانت ضبط ہو جائے۔ اس کے بعد جوں جوں حضرت کی صداقت غرضوں، یکبارگی اسوہی اخوت اور حق تعالیٰ کے راز لوگوں پر کھلتے گئے، انھیں اصحاب کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔

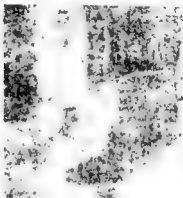
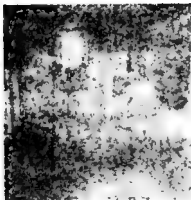
رائش ان دنوں حضرت کا مکان کٹرہ مستری الشہرہ کی بالائی منزل پر تھا۔ آپ نماز پنجگانہ مسجد ہاشمیانہ میں ادا کیا کرتے تھے، مگر وہیں مسجد میں نہ کیا کرتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد کٹرہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں درس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مسجد ہاشمیانہ کے خاندانی گلیج کو جاتے جمنے ہی ٹی روڈ سے نیچے اتر کر انہیں اچھڑا دیتے تھے۔ جب سائینس کی تعداد بڑھی اور مسجد مذکورہ میں بیٹھنے کی گنجائش نہ رہی تو آپ نے مسجد سے ملحقہ ایک منزلہ دو کافوں کی چھت پر درس کی ابتدا کی۔

مستری الشہرہ کا کٹرہ شہرہ خاندان کے باہل سامنے اب ترکا واقع ہے۔

نشدن گاه و روزی
 نه بهرین سختی
 شمع آتش و غدا
 زمانه عجز کی بتدلی



چرا بیسواد و کور
 جانی هر روز به
 نادانان و سقراط
 چه در هر صورت
 بجز در آتش و آتش



جب لوگوں نے ان درس کہتے دیکھا تو مجمع اور بھی بڑھنے لگا۔ پھر حفظِ اقدس کے پیشہ نظر کر سنی آئی، وڈی کاکوئی آدمی آپ کے خلاف رپورٹ نہ کرنے حضرت نے ان درس کا سلسلہ بند کر دیا اور مولانا عبدالحق مرحوم کے مکان کی جھینک کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا۔ مولانا عبدالحق کا مکان نواں محلہ اندرون شیرازوالہ درون میں واقع ہے۔ درس کا سلسلہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔

کچھ عرصہ بعد مولوی عبدالحق کو اس کمرہ کی ضرورت پڑی تو حضرت نے خود ہی مغرب کسی ترکیب کے کمرہ چھوڑ دیا۔ اور سچو لائن سیمان خالی شیرازوالہ درون میں درس کا آغاز کیا۔ واصل یہ مسجد پوسٹ لائن کی مسجد تھی۔ جو کہ اس علاقہ میں پوسٹ راکرٹی تھی، اس درجے مسجد کا نام نائن والی مسجد پڑ گیا جب حضرت نے یہاں درس کا سلسلہ شروع کیا تو حاجی فضل علی نواں محلہ ٹائے جو کہ ایک عابد اور صحیح خیال باختر از رنگہ تھے اور بڑائی کی دکان کرتے تھے اور جتنی اس مسجد کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ اسی دوران میں حضرت مولوی امام الدین کے مکان میں مشغول ہو گئے جس کے بارے میں حضرت خود فرماتے ہیں۔

”مولوی امام الدین پٹنری سکول کے تدریس تھے۔ اکبری شہی کے ہیں ان کے تین مکان تھے۔ ایک دن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ ایک مکان آپ کو ملے دوں۔ میں نے بہت تعجب کیا اور وہ چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر آئے اور کہا کہ مجھے دوبارہ حکم ہوا ہے۔ میں نے پھر بہت اچھا کر دیا اور ساتھ ختم ہو گیا۔ کچھ وقت کے بعد پھر آئے کہ آج تو مجھے ڈانٹا گیا ہے کہ کیا تمہیں اپنی زندگی پر ضرور ہے جو حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ اب چھوٹے محلے کا مکان پسند کر لیجیو۔

چنانچہ ان کے امرا پر میں نے جا کر ایک مکان پسند کر لیا۔ مولوی صاحب نے اس کی رجسٹری کروادی اور میں نے اس مکان میں رمانش اختیار کر لی۔ میں عام طور پر وقت دیکھ کر نماز کے لیے آیا کرتا تھا جب گھر سے نکلتا تو راستہ میں کبھی کوئی ل جاتا اور کبھی کوئی۔ اس طرح میری کبھی ایک رکت اور کبھی دو رکتیں ٹھوٹ جاتیں۔ میں نے مولوی صاحب کو جا کر کہا کہ آپ نے شاعرت ہیں کے بے مکان دیکھ کر میرے دینی پروگرام میں خلل پیدا ہو رہا ہے۔ آپ یا تو مجھے مکان بھی کر لیں یا ان خال میں دوسرا مکان خریدنے کی اجازت دیں یا اپنا مکان داسے لے لیں۔ مولوی صاحب نے غصے سے مجھے اجازت دے دی اور ان کے مکان کو رک کر میں نے اپنے موجود مکان کا ایک حصہ بنایا۔

ذریعہ معاش مولیٰ تو حضرت نے ہر میں سکونت اختیار کر لی تھی مگر وہ لگا کر کئی حساب انتظام نہیں تھا۔ اور چونکہ حکومت کے باغی تھے۔ اس لیے شروع شروع میں لوگ بھی کم تحفات کرتے تھے۔ گھر میں کئی کئی روز خالی رہتا تھا۔ لیکن فہرست دیں پوری سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ گھر کے برتن مانجھ کر رک دیا کرو اور دو رکت نماز افضل پڑھ کر بدستور رشہ نقد کرتے ہو۔ اس کے بعد خدا سبب کا سبب ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، حضرت کے خسر مولانا ابو محمد صاحب ہمدانی گھڑی بازار کی صوفی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ ان کا ذریعہ معاش بیع وانی کا پیوں کی شے کرنا تھا۔ بدین وجہ ان کے کتب فروشوں سے اچھے تعلقات تھے۔ حضرت کا ابتدائی ذائقہ تو بڑی شہرت میں گزارا لیکن بعد میں کتب فروشوں نے مولانا کو ہر گز اصرار سے نقس کی بنا پر

تصحیح کا کام حضرت کو دینا شروع کر دیا حضرت کے شران و فتنوں اور مصلح اسلام میں دشمنی
خلو و کی سازش کے سلسلے میں نظر بند تھے۔ اس کے علاوہ حضرت دوسرے کام بھی کر رہے تھے۔
تھے۔ اس سلسلے میں قاضی محمد مدنی کا بیان ہے کہ:-

”حضرت جنھنے میں ڈیرہ دہلوی اپنی معاش کا بندوبست کرتے تھے کبھی
صاحب پانے اور کبھی عربی کتابوں کی کتابت کی تصحیح فرماتے تھے۔ میں
نے انھیں صاف جانتے دیکھا نہیں، اس کا اہتمام شاید گھر کے اندر
دہتا ہو، لیکن کتابت کی اصلاح میں مشغول دیکھا ہے۔ یہ کام آپ سب
کے عہد میں کرتے تھے۔ اس ڈیرہ دہلوی میں منتی آمدنی ہوتی تھی اسے غنیمت
بہر رکھتے تھے۔ یہ آمدنی کتنی ہوتی تھی یہ میں ٹکسی طور پر نہیں جانتا لیکن
ظاہر ہے کہ وہ بہت قلیل ہوتی ہوگی، میں نے سنا ہے کہ بعض دن پوسے
گھر نے صرف چنے جیہا کر رکھا، لیکن بایں ہمدیہ مکن نہ تھا کہ آپ کی
شان خود داری اور فقر و استسما کی آن میں کوئی فرق آسکے۔“

چنانچہ ایک دفعہ آپ لاہور سے محکمہ جمعیت العلماء کی مجلس دار میں
شرک کے لیے تشریف لے گئے وہاں پر کچھ لوگ گورکھ پور اسٹیشن
پر گئے اور اصرار کیا کہ انھیں اسلام کے حلیہ میں شرکت کے لیے میں آپ
نے منظور کر دیا اور ایک تقریر کی جس میں وہ آپ قرآن کریم کو عام کرنے پر
زور دیا۔ آپ کی تقریر سے لوگ حودد ہوتا ڈھرتے جب آپ ٹاپس اسٹیشن
پر پہنچے تو دستگیرین نے پچاس روپے پیش کیے حضرت نے سوال کیا کہ
یہ کیا ہے؟ لوگوں نے یہ کہ کر ٹان پاتا کر دیا کہ یہ ہے حضرت نے فرمایا

”لاہور سے ٹکڑے ٹکڑے اور ٹکڑے سے لاہور تک کا کراچی جیتے اعلان کیے گئے
 دیا ہے۔ آپ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور وہاں کیا کیا کھو دیا میرا
 کچھ خرچ نہیں ہوا تو کرایہ کیا؟“ تو کئے گئے کہ خد کچھ کہہ لیجئے۔
 حضرت نے فرمایا: میں مذہب نہیں دیتا مہر و انکار کر دیا۔

انھیں ایام کا ذکر ہے کہ ایک تاجر کہتے جو اپنا نام بتانا پسند نہیں کرتے حضرت
 رضوانہ علیہ کی نگہداشتی اور شہرت کے پیش نظر ایک روپے کا نوٹ اٹھانے میں ڈال کر ایک سوال
 کیا حضرت نے ڈاک کھولی تو اٹھانے میں سو روپے کا نوٹ دیکھ کر سوچ میں پڑ گئے اور چر فرمایا۔
 ”نہ ہائے شمس شخص نے کس مقصد کے لیے یہ روپیہ بھیجا ہے؟ یہ کہا اور تمام رقم دینی کام کے
 لیے وقف کر دی۔ اس میں سے ایک پائی بھی اپنے معرفت میں نہ لے۔“

اللہ والوں کا سب سے پہلا اور ضروری کام یہ ہوتا ہے کہ
مسجد لائسنس سچان خاں جہاں میں سب سے پہلے اللہ کا گھر بنائی تاکہ اپنے
 مسجد کی عبادت کر سکیں اور دوسرے لوگوں کی دعوت دیں۔ روئے زمین پر سب سے پہلے
 جو عمارت بنائی گئی۔ وہ بیت اللہ ہے خود تہذیب الانبیاء و علی اللہ علیہ وسلم نے وہی دستور پیش کیا
 اہل اہل فرات نے وقت سب سے پہلے مسجد تہا کی بنیاد ڈالی جسٹہ کا ارشاد و گرامی ہے کہ:-
 ”جب تم دیکھو کہ ایک آدمی مسجد کی بنیاد اور اس کو آباد کرنے کی طرف لگا
 رہتا ہے تو تم شہادت دہ کر دہ جنتی ہے۔“ (رواہ الترمذی)

حضرت جب لاہور تشریف لائے تو مبارک اُپر بیان ہو چکا ہے۔ سہ ماہی دہلی میں نماز
 اور دہلی ٹرانس جیم شروع کیا۔ اس مسجد کی توسیع امدادی کے سلسلے میں ستری عبداللہ صاحب
 حاجی فضل دین صاحب کے بیان دیے گئے ہیں:-

(۱۱) قاتل بھان خاں میں سرکاری سپاہ کا ہوا لہجہ یاد ہے میری عمر اس وقت تیرہ وچ سال کی ہوئی۔ آج کل جہاں بڑی مسجد ہے، یہاں سرکاری اوشن کا طوطی تھا، انہیں خدام اللہین کے درتہ البات کے قتل کا قتل علی گھر کا مکان ہے۔ یہاں پرمس کی چاندی کی جگر تھی اور جہاں کسی بڑا گوبر کا مکان ہے۔ یہی سرکاری گھر ڈھے ڈاڑھے ملتے تھے۔ یہ مسجد پرمس لائن کے وقت چھوٹی سی تھی۔ پرمس والے یہاں نماز پڑھتے تھے۔ اس مسجد کے قریب ایک بیری کا درخت بھی تھا۔

(۱۲) مسجد قاتل والی پرمس لائن کے وقت سے تھی اور نیا مندر بعد میں قریب پچاس سال بعد آباد ہوا۔ میری عمر اس وقت اکثر سال کی ہے۔ جب میرے والد صاحب صاحبی فضل الدین آئے یہاں رہائشی مکان خریدیا تھا۔ اس وقت ہائے مکان کے سوا اس محلے میں کل دو تین گھر مسلمانوں کے تھے۔ باقی سب ہندوؤں اور کتھوں کے تھے مسجد قاتل والی کے باہر سے لے کر تھے تھے تھیں دکانیں ہیں، دو سب ایک ہندو دکانیں جو منبا کر والا کہلاتا تھا۔ پرمس لائن چلے جانے کے بعد اس مسجد میں باقاعدہ نماز سوائے والد مرحوم کے اور کوئی نہیں پڑھتا تھا۔ جو دین گھر مسلمانوں کے تھے وہ اکثر بے نماز تھے۔ بدعاش لوگ بدکاری کے لیے ہندوؤں سے مکان کر لیا پر کیا کرتے تھے۔ مگر جب لانا اموٹی یہاں آئے تو ہندو تھائی مسلمانوں کی آمد و رفت یہاں پڑھتی گئی اور حاجی فضل الدین مرحوم مسجد میں توسیع کرتے گئے۔ انھوں نے مگرے اور دکانیں بنادیں اور بعد میں اپنی خوشی سے مولانا احمد علی کی تربیت میں ملے ہیں۔

اسی سلسلے میں حضرت کا بیان ہے کہ:

”کابل سے واپس آنے کے بعد میں نے دوبارہ مسجد قاتل بھان خاں میں دیکھی

قرآن مجید شروع کر دیا۔ اور بفضلہ تعالیٰ ۳۴۰ احسن خدام الدین کی بنیاد رکھی حاجی فضل الدین پوسٹ لائن کے اٹھ جانے کے بعد مسجد کے چھوٹے سے کمرے اور صحن میں سردی اور گرمی میں ناز ٹپھتے تھے جب انھوں نے دیکھا کہ دوس قرآن مجید پر کتب لکھوں کی تعداد بڑھ گئی ہے اور لوگ نماز صبح کے بعد اسے مسجد کے اندر آدھے صحت سردی کے باوجود دیکھنے صحن میں بیٹھنے میں توجہ نہیں مسجد کے بڑھانے کا خیال آیا۔ مسجد کے شمال اور جنوب کی طرف کچھ زمین خالی پڑی تھی۔ اس کا ٹکچہ حیدر شمال اور جنوب مسجد میں داخل کر کے انھوں نے پہلے کمرہ کو وسیع کر دیا۔

مسجد کی تجدید و توسیع حاجی فضل الدین کے انتقال کے بعد انھیں خدام الدین نے تین مرتبہ مسجد میں زکیم و اضافہ کیا اور غنوں نے

مستری عبد اللہ کے انھوں نے کام سرانجام پایا۔

(۱) پہلی مرتبہ مسجد کی چھت اونچی کرائی گئی۔ ساتھ کڑیاں آنا کر نئی ڈان گئیں اور باہر لاکھن جو کہ غیر مستف تھا وہ مستف کیا گیا۔ دیواریں روشندان بنیں تھیں روشندان گولائے گئے۔

(۲) دوسری مرتبہ — دوسری منزل انھیں خدام الدین کا دفتر اور حضرت کے بچے کا باہال کر دیا گیا۔

(۳) تیسری مرتبہ۔ مسجد کے زری جتنے کی مرمت پر کئی ہزار روپیہ صرف کیا

حضرت تاجات اس مسجد کے متولی رہے اور اپنے عبد انھوں نے مولانا عبد اللہ انصاری صاحب کو انھیں کی نارت کے ساتھ مسجد کا متولی بھی مقرر فرما دیا۔ حضرت نے ہر دوں چار مساجد اور بھی بنوائیں۔ حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے :-



بیتا کی شہزادہ کی زندگی کی تاریخ کے بارے میں کتاب ہے۔



مجھے مساجد بنانے کا شوق ہے اللہ تعالیٰ نے چار مساجد مجھ سے
بخلائیں۔ ان میں سے دو پر صرف مردوں کا پیر لگتا ہے مردوں کا ایک
پیر نہیں لگا۔ ان میں کزن اور خیرے بھی ہیں۔ دو میں مردوں اور
مردوں کا بار کا حق ہے۔ اس مسجد میں جس میں ہم بیٹھے ہیں اور کا حق
خالصہ ایک صحت کے پیچھے سے نکلتا ہے۔

حضرت ۱۹۱۷ء میں لاہور تشریف لائے۔ اسی سال کے آخر
حضرت کا پہلا حج میں ۱۱ سال کے شروع میں آپ نے سفر حج کا ارادہ کیا
جس کے ساتھ ہی ہجرت کر کے حرم میں تشریف لے گئے۔ قیام کرنے کا شکر زیرِ غرض تھا اس
مقصود کے پیش نظر آپ نے پاسپورٹ کی درخواست میں بال تھن کا نام بھی لکھوا دیا۔
درخواست دیتے وقت حضرت کے شخص دوست خواجہ محمد رشید صاحب (دائیں) آپ کے
ساتھ تھے۔ اس بات کو دار میں لکھنے کے لیے خواجہ صاحب کو تاکید کر دی کہ پاسپورٹ کے
بار میں کسی سے ذکر نہ کریں۔

جس دن حضرت نے درخواست دی آپ کے پاس صحت دس تہہ تھے مگر اس
مستحبؑ نے سب کچھ اور دروازہ داری کے پاروں کے اندر داخل ہو کر سب کچھ کر دینے جو اس
وقت کے صدارت کے ہیں زیادہ تھے۔

ارتقاء برقی پر عمل کرتے ہوئے ہجرت حرم میں تشریف لے گئے حضرت نے اللہ تعالیٰ کی

لکھ بومیں صحت نے چھ سات مساجد بنائیں جو طور با قیادت اصلاحات ہو رہی ہیں کے نام یہ ہیں۔
مسجد پھر، قادیان، گنج، شام، مصری شاہ، رحمان پور، میر پستان کی مسجد۔

ہمارے میں مافرائی کرتے اللہ اگر میری یہ ہجرت میں دنیا کے کام سے منہ اور متبر ہے تو حالت
فرا اور اگر منہ نہیں تو اپنے حکم سے روک دے۔

چنانچہ میں دن پیر روٹ آیا اسی دن ہی حضرت سکر کے لیے تیار ہو گئے بستر اچھا
کچھ برتن برسی میں ڈال لیے اور جتنے سامان کچھ تو فروخت کر دیا اور کچھ لوگوں کو دے دیا لیکن
اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ہجرت اس وقت منظور تھی۔ خدا کی قدرت آپ کی ایسی سخت بار ہر
محنتی اور وہ سب کے قابل نہ رہی۔

چند دن بعد آپ کے خسر اپنے اہل و اقربا کے ساتھ لاہور تشریف لائے اور اپنی ملازمت
کی نازک حالت دیکھ کر حضرت کو مجبور کیا کہ ان کو اپنے ساتھ لے جائیں چنانچہ حضرت بھی پہل
کو اللہ کے پیردک کے خود جا پر روانہ ہو گئے اور ہجرت کا زادہ ترک کر دیا۔

ابتدائی چار میں آپ کے ساتھ صرف مستعد ہی تھے مگر غری جہل اور عروس میں حضرت
کی اہلیہ اور صاحبزادگان باری باری ساتھ جایا کرتے تھے۔ آپ اکثر تحدیثِ نعمت کے طور پر
ارشاد فرما با کرتے تھے کہ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے چار دربارت زیارت میں شرف بخشی
مشرق فرمایا۔

ہجرتِ کابل

حضرت علیؑ سے واپس آنے اور ترکیبِ خلافت کا دور دورہ تھا کراچی اترنے کے بعد معلوم ہوا کہ ہندوستان میں غیر مسلمین (ترکیہ) کی حمایت میں خلافت کی کیشیاں قائم ہو چکی ہیں۔ مسلمان بڑے جوش و خروش سے اس ترکیب میں جترے رہے ہیں اور خلافتِ اسلامی کی حمایت میں تنہا نہ رہے، سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔

جنگِ کابل اسی اثنا میں امیرِ اہلِ اشدھقان وائے کابل نے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا اور ہندوستان کے مسلمان انگریزوں کے خلاف اشتعال میں تھے۔ کیونکہ فرانسیسی اور انگریزی فوجوں نے فلسطینیہ پر قبضہ کر لیا تھا اور خلیفہِ مسلمانوں کی قید میں تھے۔ امیرِ اہلِ اشدھقان نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ہجرت کر کے افغانستان آنے کی دعوت دی۔ ہندی مسلمانوں نے اس دعوت پر جنگ لگائی اور ہزاروں کی تعداد میں کاروان درگاہِ امان افغانستان جانا شروع ہو گئے۔ لیکن یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ امرِ ترمذیہ اہلِ اشدھقان انگریزوں سے صلح کر رہا تھا اور امرِ ہندی مسلمانوں کو ہجرت کی دعوت دے رہا تھا، جنگ کے فائدے پر انگریزوں نے مجبوراً افغانستان گورنمنٹ کے ساتھ صلح کر لی۔

حضرت کی ہجرت حضرت ہندوستان سے ہجرت کا ارادہ تو رکھتے ہی تھے لیکن آپ کا خیال عزمینِ شریف طے نہ تھا مگر یہ بُدھ اور منظور ہوا کہ جبکہ ہندوستان کے مختلف مہاجرات سے صاحبِ بی نے کابل جانا شروع کیا تو آپ کی تباہی

اور آپ بھی ہجرت کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ کے دونوں بھائی نے حال پہلے ہی کابل میں قلم ڈکے تھے۔

حضرت کو پنجاب کے صاحبزادے کا میر کا روالا متحرک کیا گیا۔ پنجاب کے بڑے بڑے شہروں کی طرف سے صاحبزادے کے لیے دس ہزار روپے حضرت کی خدمت میں پیش کیے گئے اور شفقتاً طور پر یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت یہ روپیہ میرا بن لشد خان کی خدمت میں پہلی قسط کے طور پر پیش کریں۔ چنانچہ حضرت نے اس روپیہ کا سونا لاہور سے خریدو فرمایا اور عام اجلاس میں امیر بن لشد خان کے پیش کر دیا۔

قیام پشاور مسلمانان پشاور کو صاحبزادے کے قافلے کی چلنے والی اطلاع ملی تھی۔ اور شرکے چند سرکردہ حضرات رضا کاروں کو ساتھ لے کر صاحبزادے کے استقبال کے لیے ریلوے اسٹیشن پر آ جاتے تھے۔

جب حضرت کے قافلہ والی گاڑی اسٹیشن پر پہنچی تو حسب دستور مسلمانان پشاور اسٹیشن پر موجود تھے۔ انھوں نے درخواست کی کہ سب لوگ اپنا سامان انہوں کا توں چھوڑ کر باہر نکل آئیں۔ چنانچہ تمام مرد و زن و بچوں سے باہر نکل آئے۔ پشاور کے مسلمانان لوگوں کو ٹانگوں پر بٹھا کر جلوس کی صورت میں عبور کیا گیا۔ پورے گئے اس جلوس میں رضا کاروں نے گاڑی سے تمام سامان اُتار کر ایک جگہ جمع کر دیا اور بعد میں صاحبزادے سے کہا گیا کہ وہ اپنا سامان اُتار کر عبور کریں۔ قافلہ کی غوراک اور دانش کا کام بڑھانے سے قابل ستائش تھا۔ باہر صاحبزادے کے دل سے بے ساختہ دعا نکلتی تھی کہ اللہ انہیں جیو دینا میں سرفراز کرے آمین یا اللہ العالیین!

پشاور سے روانگی دوا تین روز پشاور میں قیام کرنے کے بعد قافلہ تانگوں

پر پٹا اور سے کابل روانہ ہوا۔ کاتھ کے کاساں بیل گاڑیں لیں کچے کچے آراٹھا۔ یہ
تاکے ایک غیر منظم طریقے پر منزلیں طے کرتے ہوئے مختلف مقامات پر ٹھہرے اور
کاتھ کے بے اول ٹھہرا، جہاں حاجریں کالیک اور کاتھ کے پٹے سے موجود تھا۔

حضرت کاتھ کے قبل از عتاد کوہ مقام پر پہنچا کر ان کے سامان والی بیل
گھڑی میں پر غور و نوش کاساں میں بھی تعاقب کچے راگنی۔ دوسرے تاکے میں لا پڑ
ہی کے حاجریں تھے اور ان کے پاس غور و نوش کاساں تھا۔ ان لوگوں کے بل
بچوں کاتھ کسی دوسرے مقام پر جا پہنچا تھا۔ اس لیے انھوں نے غور و نوش کا
سامان حضرت کے بال بچوں کو دے دیا۔ دوسرے دن کاتھ بھٹی کوٹ پہنچا جہاں
حاجریں نے رات بسر کی اور قیسرے دن چلا آیا اور پہنچ گیا۔ اس کے بعد یہ مسافر
مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے کابل کی حدود میں داخل ہوئے۔

حضرت کے دو چھوٹے بھائی مولانا سندھی کے ساتھ ابراہان اللہ
کابل میں خاں کی کوٹھی (میں الامارۃ) میں ٹھہرے کہتے تھے۔ شہزادی کے نانہ
میں یہ کوٹھی ان اللہ خاں کی قیام گاہ تھی۔ تخت نشینی کے بعد ان اللہ خاں نے یہ کوٹھی
مولانا سندھی کو دے دی۔

حضرت کے قافلہ کے کئی آدمی آپ سے جملے ہی کابل پہنچ گئے تھے۔ اس لیے
حضرت کی مع اہل و عیال ہجرت کی خبر مولانا سندھی کو پہنچ چکی تھی۔ انھوں نے حضرت
کے پہنچنے سے پہلے ہی ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا۔ حضرت نے کابل پہنچ کر اسی
مکان میں اقامت اختیار کی۔ جو کہ مکان بہت وسیع تھا۔ اس لیے حضرت نے اندھا د
شیخ میرزا بخش اور میاں عبداللہ کو بھی اسی مکان میں ٹھہرایا۔ حضرت بالائی منزل میں

مقیم تھے اور پہلی منزل کے دوڑن جنہوں میں ان حضرات کے کہے ہوئے تھے۔

حضرت کا قافلہ کابل پہنچا تو سب پہلے عید گاہ میں قیام کیا، یہ عید گاہ مسقف تھی اور پہلے پہلے چھوٹے چھوٹے مہاجرین میں تقسیم تھے۔ ان لوگوں نے حضرت کے پہنچنے ہی آپ کو اطلاع دی کہ ہندی مہاجرین یہاں بڑی کس پر سی کی حالت میں ہیں اور افغانستان کے حکام ان کے ساتھ بے اعتنائی سے پیش آ رہے ہیں۔ اکثر مہاجرین جو روپے اپنے ساتھ لائے تھے غریب کر چکے ہیں۔ اب ان کے پاس وہاں جانے کے لیے کوئی ایک منہیں رہا، بزرگ افغانستان کے لوگ سے اتنے بدل ہو چکے تھے کہ انھوں نے حضرت سے وہاں جانے کی اجازت چاہی حضرت نے بہت کچھ کہا یا مگر وہ اپنی مندر قائم ہے۔

حکومت افغانستان نے شروع میں مہاجرین کی آباد کاری کے لیے کافی کر گی دکھائی۔ مہاجروں کے کہنوں کو مختلف محلوں میں بسا با گیا۔ کاشت کے لیے حسب ضرورت زمین الاٹ کر دی گئی۔ مگر مہاجرین کی اکثریت زراعت کے اصولوں سے واقف تھی اور جو لوگ اس پیشے سے متعلق نہ ہو چکے تھے، وہ بھی ہندوستان کی آب و ہوا میں رہنے کے عادی تھے۔ برقیاتی علاقے میں کھیتی باڑی کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی چنانچہ اکثر لوگ سردی اور بھوک سے مر گئے۔ جو باقی بچے وہ بھی موت و زحمت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ حالت یہ تھی کہ ٹرے چھوٹے دن تک بے گورہ کن پڑے رہتے تھے۔ بیادوں کا کوئی پر سا بن مال نہ تھا۔ ڈاک دار کا فرسودہ انتظام مرنے کے باعث ایک علاقے کے مہاجرین کو دوسرے علاقے کے مہاجرین کے حالات کا باطل پتہ چھا تھا۔ اس زہل حال کی طرف حکام کی توجہ دلائی جاتی تو وہ سخت بے رخی سے پیش آتے۔

انھیں ورنہ حکومت افغانستان اور انگریزوں کا ساہوہ ہو گیا جس میں ایک

یہ بھی تھی کہ تمام مہاجرین کو ہندوستان واپس کر دیا جائے جہاں پہلے مہاجرین نے اُسے بڑی سختی سے گزارا کیا۔

اگر دوسرے مسلمان ہندوستان واپس آجی جاتے تو حضرتؑ کے کابل سے واپسی کے لیے کابل کا قیام نامناسب نہیں تھا۔ کیونکہ وہاں سندھی اور آپ کے دو چھوٹے بھائی واپس نہ آئے تھے، مگر چونکہ معاہدہ کی شرط یہ تھی کہ تمام مہاجرین اپنی ہندوستان بھیج دیئے جائیں اس لیے مولانا سندھیؒ نے حضرتؑ سے فرمایا کہ اب جس بھی آپس سے چلے جانا چاہیے، کیونکہ حکومت افغانستان نے اشد کدوا سے کسب رنگ افغانستان سے چلے جائیں۔ اس معاہدہ کی رو سے ہمیں بھی یہاں سے جبراً اٹھنا پڑے گا۔ مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں:

”مولوی احمد علی صاحب کو ہم نے ہندوستان واپس بھیجا ہی مناسب خیال کیا۔ منت سے ہم اسے اس پر راضی کر سکے۔ ذاتی دوازی ۳۲“

چنانچہ اس فیصلے کے بعد حضرتؑ واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ مولانا احمد علیؒ کو مولانا سندھیؒ نے پاکستان بھیج دیا اور خود حضرتؑ کے دوسرے بھائی کو لے کر روس چلے گئے۔

مہاجرین بڑے شوق اور عقیدت سے حکومتِ برطانیہ کی حکمتِ عملی افغانستان گئے تھے اور انھوں نے

ایک اسلامی ملک میں رہنے کے خیال سے اپنے آبائی وطن سے ہجرت اختیار کی تھی، مگر غلط فہمی نے انھیں ہمارے افسانوں اور وہ افسانے جن کا کام کی بے اعتنائی سے دل بڑا شہ ہوا کہ واپس لوٹ آئے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ بدوسان مسلمان حکومت افغانستان سے بدظن ہو گئے۔ اگر عرکِ ہجرت کا سبب مہاجرین تو اس کے نتائج انگریزوں کے حق میں

ملک ثابت مجھے مکر معلوم ہوتا ہے کہ امیر ابن اللہ خاں کی یہ ایک سیاسی مصلحتی اُٹھول
سے ہجرت کا حربہ شاید اس لیے استعمال کیا تھا کہ اگر یزاس کے ناسخ سے غفرو، ہر کران
کی شرائط مع مل میں۔

ادھر سلطان نے حکومت ملی سے کام لیا اور امیں آئے والے صاحبزادی کی بہت
دل جوئی کی۔ انھیں پناہ کی سرزوں میں محنت جگر دی گئی اور خود نوش کے صاف بھی مگر
سے ظہورداشت کیے۔ نہ صرف یہ بلکہ دو چار دن کے قیام کے بعد کٹ بھی خود حکومت ہی
کی طرف سے خرید کر بیٹے گئے۔ اس طرح ہندی مسلمان حکومت افغانستان سے اور بھی زیادہ
پرگشتہ ہو گئے۔

حکومت نے پشاور سے دو تین میل کے فاصلے پر ایک فوجی افسر مقرر کر رکھا تھا
جو واپس آنے والے صاحبزادی کی سوسری دیکھ بھال کر کے انھیں پناہ بھیج دیتا تھا حضرت
بھی سندھستان کی حدود میں داخل ہوئے۔ داخلے پر سب درگاہ کے نام و فخر بوجھ گئے اور
جب حضرت کی بادی گئی تو افسر نے سوال کیا: کیا تم مرہ نامندگی کے رشتہ دار ہو اور آپ
کا نام (مولانا) احمد علی (صاحب) ہے؟ حضرت نے اثبات میں جواب دیا اور اس کے
مد آپ کو پناہ بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ دوسرے صاحبزادی کے ساتھ ایک سرائے میں
ٹھہرے۔

دوسرے دن صبح آپ کو ایک انگریز افسر کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُس نے بھی آپ کو
بند کھیکے پوچھا: کیا تم مولانا سندھی کے عزیز ہو؟ حضرت کے اثبات میں جواب دینے پر
آپ کو سرائے میں واپس بھیج دیا گیا۔

حضرت دو تین دن پشاور میں۔ پھر آپ کو لاہور کا مکٹ دے دیا گیا اور آپ مع
اہل و عیال لاہور آئے۔ یہ سلسلہ کے داخل کی بات ہے۔

انجمن خدام الدین کا قیام

ہجرت واپسی کے بعد حضرت نے حسب سابق درس قرآن مجدد شروع کر دیا۔ ۱۹۲۲ء کا واقعہ ہے کہ ایک دن صبح کے درس سے فارغ ہونے کے بعد حکیم فرزداد بھی صاحب اُٹھے اور حاضرین مجلس کو مخاطب کر کے کہا: آپ لوگ مولانا احمد علی سے کثرت سے ملتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کی ستم طریق پر ہر فی حاشیہ۔ اور یہ کام کسی ایسے شخص سے کیسا چلے کر یا چلے جو فہم ہونے کے علاوہ دیر پا بھی نہ ہو۔ لہذا آپ کو چاہیے کہ ایک انجمن کی بنیاد رکھنے میں حضرت کی مدد فرمائیں۔

ماسین نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور حضرت نے اس انجمن کا نام انجمن خدام الدین تجویز فرمایا۔ اس کے غائبانہ پانچ چھ روز بعد حضرت نے ان اصحاب کو جمع کیا جنہوں نے اپنی خدمات پیش کی تھیں اور بعض دوسرے بزرگوں کو بھی شمولیت کی دعوت دی۔ چنانچہ مولانا ابو محمد جو مولانا شیدائو گنگوہی اور حضرت شیخ اشہد کے شاگرد تھے اور مولانا فضل حق صاحب جو مولانا ذہاب احمد دہلوی کے شاگرد تھے، اس انجمن میں شامل ہو گئے۔

انجمن خدام الدین کا نصب العین اشاعت قرآن حکیم اور اشاعت سنت نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرار پایا۔ انجمن کے تحت دینی مسائل سے متعلق حضرت کے مسائل شائع کیے گئے حضرت کا مسلک بقا کو دینی طور پر جو مہدیت الہی واقع ہوں ان کو قرآن اور سنت کی روشنی میں حل کیا جانے حضرت کے تمام مسائل میں بزرگ نمایاں ہے آپ نے ہر اعتراض کو

قرآن حکیم کی آیات سے ثابت کیا اور اس کی تفسیر میں جذبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حوالہ دیا۔ البتہ آپ فقہی مسائل کو فقہ حنفی کی روشنی میں حل دیتے تھے حضرت نے ہنسنا سک جہاں کرتے مجھے فرمایا ہے ۔

”میرا مسلک یہ ہے کہ اولاً حکم کتاب اللہ میں تلاش کیا جائے۔ اس میں نہ ملے تو کتاب اللہ کی شرح حدیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں اگر حدیث سے حکم نہ مل سکے تو پھر امام ابو حنیفہؒ کے قول کا اتباع کیا جائے۔ کیونکہ میں حنفی ہوں۔ امام کا اتباع یہی سنی ہے کہ امام صاحب کتاب اللہ اور سنت رسولؐ سمجھتے ہیں اور اس سے احکام نکالنے میں تلبہ مستند ہیں۔“

انتخاب امیر جب انجمن کا اجلاس شروع ہوا حضرت نے تجویز پیش کی کہ انجمن کا ایک امیر ہونا چاہیے۔ آپ نے اس امر کی خاص طور پر ممانعت کی کہ صدر اور امیر میں نمایاں فرق ہے۔ صدر مجلس منتظر کی تجاویز کو اپنی سرپرستی میں ملے جا رہے ہوتے ہیں اور مجلس منتظر جو فیصلہ کرے صدر کے لیے اس کی پابندی لازمی ہے۔ صدرت کی شہرت میں غلبہ ہے کہ انجمن میں پارٹی بازی ہو جائے اور کام میں رکاوٹ ہو۔ اس کے برعکس امیر مجلس منتظر سے مشورہ و خبر درے گا۔ لیکن مشورہ کے بعد اگر عداسے انجمن کے منافع و غلات کے لیے تو مجلس منتظر کی رائے کو رد کر کے اپنی رائے پر عمل کر دیا سکتا ہے۔ مدت کی صورت میں پارٹی بازی نہیں ہو سکتی۔ اگر بغیر من مصلحت دو پارٹیاں ہو بھی جائیں تو امیر اپنے اختیار کی بناء پر سب کی رائے کو رد کر سکتا ہے۔ اس طرح پارٹیوں کے اختلافات انجمن کے کام میں مداخلت نہیں ہو سکیں گے۔

انہی کی مجلسیں منسلک تھیں اور دیگر محذرت نے بھی کے نام اوپر پچھے ہیں حضرت کا اس
رانے سے اتفاق کیا حضرت نے یہ بھی کیا کہ جس شخص کی دیانت امانت صلاحیت اور
ادب و صفات مجدد پر سب کو اعتبار ہو اسی کو امیر منتخب کیا جاتے۔

جب انتخاب کی نوبت آئی تو سب حضرت نے تحفظ لوں پر حضرت کا نام تجویز کیا۔
حضرت نے اس مجدد کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجلسِ ہند میں میرے دو
ساتھ کرام اور قیصرے ایک بزرگ تشریف لکھتے ہیں میرے نزدیک ان کی ہر دوگی میں قطعی
نامزدوں ہے کہ مجھے امیر منتخب کیا جائے حضرت کی کوشش تھی کہ ان ہر سرفراز میں سے کسی
کو امیر منتخب کیا جائے۔ اور ان بزرگوں کا یہ امر ا تھا کہ حضرت ہی کا امیر چنا جائے۔ اس وقت
ہاں تک پہنچی کہ تینوں حضرات ناراضی ہو کر مجلس سے مٹنے لگے اور انھوں نے صفات
کہہ دیا کہ اگر آپ ہماری رائے کو قابل قبول نہیں سمجھتے تو ہم اس مجلس میں شامل ہونے کے
لیے تیار نہیں۔ اس پر حضرت نے ادب پر اصرار کو ترجیح دی اور آپ با اتفاق رائے انہیں کے
امیر مقرر ہو گئے۔ حضرت مولانا فضل حق صاحب ناظم اور خواجہ محمد رشید صاحب (دائیں)
آئیں جیادائے خزانہ خلیفہ مقرر ہوئے اور انہیں نے باقاعدہ کام شروع کر دیا۔

اب حضرت نے قرآن مجید کے دوسری شروع کر دیے۔ پہلا درس عام ہے تو مدارس
کے جد ہوتا رہا۔ اور دوسرا درس جدید از نماز مغرب ہونا قرار پایا۔ یہ درس تعلیم یافتہ طبقے کے
لیے مخصوص تھا۔ اس میں انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کالج کے طلبہ اور ملازمین شامل
ہوتے تھے۔

پہلا درس حضرت خود شہ ۹۱ء سے لے کر تا دمِ زسیت بلانا فرائیو رہے اور
دوسرا دس بیس سال تک دینے کے بعد آپ سکونت ہو گئے اور آپ کے فرزند ارجمند

مروا مانند حبیب اللہ صاحب زادہ فاضل دیوبند بنے گئے۔ داماد شہ علی ذاک

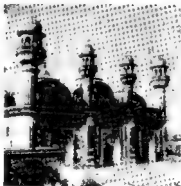
تفسیر قرآن ۹۲۵ء میں حضرت کو بعض مستندین کی درخواست پر خال ٹوٹا کر اگر
اسی حدیث قرآن کریم کو تحریر کی شکل میں لا کر طبع کروا دیا جائے تو یہی
فائدہ کا حامل ہو گا۔ چنانچہ بعض مستندین کے شورو سے یہ طے نہ کر لیا اور یہی کثرتِ مثال
اس کام میں مانع ہو گی۔ اس لیے حضرت کو ہر کسی پر سکون جگر پڑ نہیں بے عاقبت ہیں کہ
یہ صنف کبیلہ کی مٹی واہ کا انتخاب ہوا چنانچہ اسی سال ایک ۱۱۰ کے لیے حضرت کو شریعت
سے ملنے اور وہاں آپ نے ترجمہ القرآن کا کام شروع کر دیا۔ اس طرح ۹۲۶ء میں ہجری
ادھمشی قرآن حکیم شائع ہو گیا۔

۹۲۴ء میں حضرت نے تجویز پیش کی کہ انجن کی زیر نگرانی ایک
مدرسہ قاسم العلوم عربی مدرسہ قائم کیا جائے مجلسِ مسئلہ نے حضرت کی رائے
سے اتفاق کرتے ہوئے مدرسہ کے امرا کی تجویز پاس کر دی اور مدرسہ کا نام مدرسہ قاسم العلوم
رکھا گیا۔ انجن کے پاس کوئی جگہ نہ ملتی جو طلبہ کے لیے رہائش کا کام دیتی۔ اس مقصد کے
لیے اندرون شیراز اور دہلی، انوال محلہ کے باہر ایک مکان کرایہ پر لیا گیا اور سابق کا
انتظام وائس والی مسجد میں کیا گیا۔

عام عربی پڑھنے والے طلبہ کے علاوہ فارغ التحصیل بھی تفسیر پڑھنے کی غرض سے
آئے گئے۔ ان کی آمد پر حضرت نے اعلان کیا کہ ایسے طلبہ کو تین ماہ کی مکمل قرآن مجید پڑھا کر
سند دی جائے گی جس پر مولانا حسین احمد مدنی، مولانا انور شاہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی
کے دستخط ہوں گے۔

مدرسہ کی عمارت کرایہ کے مکان میں طلبہ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

جائے گھبراہ گزرا
 دزدانِ ہلالِ ارجی
 لے بیچے بیچے
 جہیزِ عزت نے
 تانِ عریکۂ قریب کی



جائے گھبراہ گزرا
 جہیزِ عزت نے
 لے بیچے بیچے
 جہیزِ عزت نے
 تانِ عریکۂ قریب کی
 (زائرِ شہنشاہ)



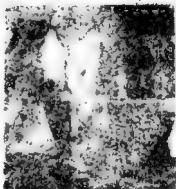
73-1472

2000

2000

2000

2000



اس بے انجمن نے اپنی عمارت بنانے کے لیے لائن ٹیجان خان میں ایک قلعہ زامنی خریدی۔
جس پر بعد میں عمارت تعمیر کی گئی۔ یہ عمارت ہا کروڑوں پر تھیں۔ اہل ان کے علاوہ
تعمیر عمارت کے بعد لائن ٹیجان خان میں جو دوسرے کے افتتاح کی دعوت دی گئی۔
پانچ سو سالہ عمارت نے ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۲ء میں دم افتتاح اور افزائی جو طبعاً دارالخیر
کے لیے آتے اُن کا انتظام اس مدرسہ میں کیا جاتا، اس کے ساتھ مطبع بھی ہے جس میں
کاکھا ناکپا ہے۔ اہل نام عمارت کی دفتر دار انجمن تمام اللہ کی ہوتی ہے

۱۔ درس قرآن مجید (عمومی)

مدرسہ کے شعبہ جات

۱۹۱۱ء سے درس قرآن مجید عمومی اجاری ہے۔ یہ
درس نماز فجر کے ایک گھنٹہ بعد ہوتا ہے۔ حضرت کی زندگی میں اگر آپ وہ ہر قیام فرما جتے
تو آپ کے کوئی نائب یا فرزند یہ خدمت سرانجام دیتے تھے لیکن تاؤ کسی سال میں نہیں ہوتا
تھا۔ مستورات کے لیے پردہ کا ماحول انتظام ہے۔

درس کا پہلا دور آٹھ سال میں مکمل ہوتا۔

درس کا دوسرا دور ۵ سال میں مکمل ہوتا۔

تیسرا دور ۱۹۳۲ء سے حضرت کے احوال تک جاری رہا اور اب چوتھا دور حضرت

کے ہاتھ میں رہنا عباد اللہ اور صاحب نے اسی طرز پر شروع کر رکھا ہے۔

۲۔ درس قرآن مجید (خصوصی)

ہر سال رمضان المبارک میں ایک سر بھی درس تفسیر ہوتا ہے۔ اس میں پاکستان
کے معروف دینی مدرس کے علماء تحصیل عمارت حضرت ہی شریک ہوتے ہیں۔ قیام پاکستان
سے پہلے بالعموم دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سارنہور، دارالعلوم دارالاحیاء اور دارالعلوم

مراد آباد، دہلی، حیدرآباد، دہلی کے منہ یافتہ طلبہ شریک ہوتے تھے۔ جب بھی یہی ہندوستانی طلبہ کو پھینٹ اور ویزا مل جاتا تو شریک ہوتے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد مشرقی پاکستان، غیر ملکی، جاسوس، شریک، دارالعلوم اسلامیہ اور بالخصوص دارالعلوم حنائیہ اکوڑ، تنگ کے فارغ، تحصیل ملایا، شریک ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ ٹایا، ایڈوکیٹ، ایران، افغانستان، روس، ترکستان اور دیگر اسلامی ملک کے ملایا بھی اس درس میں شرکت اپنے لیے بہت سعادت خیال کرتے اور بڑے فوق و مشرق سے اس میں شامل ہوتے تھے۔

(ج) حفظ و ناظرہ۔

درس میں بچوں کے لیے قرآن مجید حفظ و ناظرہ کی تدبیر کا انتظام بھی ہے۔ ۱۳۵۲ء سے یہ شبہ جاری ہے اور اس وقت تک سیکڑوں طلبہ حفظ و ناظرہ قرآن مجید ختم کر چکے ہیں۔

(د) کتب خانہ۔

درس تمام علوم کا ایک اعلیٰ درجے کا کتب خانہ بھی ہے۔ اس میں ہر علم و فن کی کتابیں موجود ہیں۔ ————— ان میں تفسیر، حدیث، اصول، حدیث، فقہ، اصول فقہ، حفظ، رسمیت، تاریخ و سوانح اور ادب کے علاوہ قابل مذاہب اور مناظرہ کی کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(ه) فنی تعلیم۔

ابتداء میں فنی تعلیم کا انتظام بھی تھا۔ طلبہ کو مباحث اور کتابت کا کام سکھایا جاتا تھا۔ مگر یہ تعلیم بعض وجوہ کی بنا پر درپاٹا نہ ہو سکی۔

دو تبلیغی سرگرمیاں

درس کے فارغ التحصیل طلباء نے صرف اور دینی ملک بنی خدمات انجام دیں بلکہ وہ بیرون ملک بھی تبلیغی خدمات سرانجام دیتے رہے اور اُسے پسے ہیں۔ ان رفیق کے مسلمانوں نے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے استاد عالمی کہ وہ تبلیغ اسلام کے لیے کسی بہتری تبلیغ کر بھیجیں حضرت قائد نے اس انتخاب کے لیے حضرت آدم علی کی خدمت میں درخواست کی جس کی بنا پر حضرت نے ماسٹر عزیز احمد سیاح بنی اُسے کو جزیرہ ٹرینڈاؤ میں تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا۔ ٹرینڈاؤ کی انہیں اہل سنت والجماعت کے خراجی ایک بارادہ تشریف لائے اور انہوں نے بتایا کہ ماسٹر صاحب بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ اُسے دوا سکول ہیں۔ ماسٹر صاحب تین دن ایک سکول ہیں۔ تین دن دوسرے سکول میں دوس دیتے ہیں اور وہاں کے لوگ ان کی کارگزاری سے بہت خوش ہیں۔ الحمد للہ شہر الحمد للہ ۵۵۵ ہذا الیوم من فضل اللہ علینا ۵

اب کچھ مرنے والے ماسٹر صاحب صرف تبلیغی تہذیب میں مصروف ہیں انہیں انتقال ہو گئے (۱۱) شہداء الیہ رحمہم۔

(۱۲) میزانیہ اور جانیڈاؤ۔

دوسرا کادوئی سفیر ہے اور اس کے لیے چندہ کی اپیل کی باقی ہے حضرت کے صحت اوراد کے خیر صحت اوراد و امانت کرتے ہیں حضرت خوانین سے کوئی نگاہ ماسٹر فرج وصول نہیں کرتے تھے۔ دوسرے کل پچاس ہزار روپے فرج ہوا۔

ریاست بنادوچہ کے ایک تھری صاحب سید الشہداء نے اپنی تعمیر کو مٹی زینا منزل انجمن کو وقت کر دی جس کی قیمت ایک لاکھ میں ہزار روپے ہے۔ اس کی صرف پہلی منزل لاکھ روپے پر ہوا ہے اس سے لابیات کے درس کا مستقل خرچ ہوا ہو جاتا ہے۔ کل

غیر حق و جائیدادوں کو بیکس بنزد روپیہ سے ناکھ ہے

۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۹۴۳ء میں انجمن خدام الدین نے طاعات
طریقتہ البیانات کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا یہ مدرسہ بھی شیراز اور دہلی میں ہے۔
دوسرے کے نام سے ہیں۔ اس کے دو طرف کاری پریشانی کا باغ ہے۔ ایک طرف سجدائیں سبکیں
خان ہے اور دوسری طرف شریک۔

مدرسہ میں دینی تقسیم کا بہت سالہ خطاب مانج ہے جس میں اسلامی عقائد و مکتبوں کا اجماع
مع ترجمہ اور ہر حدیث، سیرۃ النبیؐ و اخلائے راشدین شامل ہیں۔ مزید برآں تقسیم خانہ دینی
کے علاوہ کشیدہ کاری بھی خطاب میں شامل ہے۔
اس مدرسہ کے دو شعبہ جات ہیں:-

۱۔ ایک شعبہ ان وقتی طاعات کے لیے ہے جو کسی اور مدرسہ میں تقسیم نہیں ملتی
ب۔ دوسرے شعبہ ان جزوقتی طاعات کے لیے ہے جو سرکاری مدارس میں
زیر تقسیم ہیں اور دوسرے کے بعد مغرب تک اس مدرسہ میں دینی تقسیم حاصل کرتی
ہیں۔ مدرسہ میں طاعات سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔

دوسرے البیانات میں قریباً پانچ سو طاعات زیر تقسیم ہیں اور قریباً تیرہ اُستادیاں کام
کر رہی ہیں۔ جن میں چند حضرت کی شاگرد ہیں اور باقی آپ کی شاگرد عطا کی شاگرد ہیں۔ یہ
اُستادیاں دس روپیہ ماہانہ سے لے کر بیس روپیہ ماہانہ تک کے سمرلی شاہزادہ پر خا کاڑہ
طریقہ سے دینی خدمات سر انجام دے رہی ہیں۔ صرف خیال کی انتہا سجدہ کا شاہزادہ پانچ
روپیہ ماہانہ ہے۔ جی اے اے غیر الخراہ۔

دوسرے البیانات پر کل ستر ہزار روپیہ خرچ کیا تھا اور اس مسئلے میں کبھی کوئی چنڈ

انصاف و عدالت شیراز
 میں حضرت شیخ انسیر کا
 مکان میں حضرت کی
 تعلق کا شیراز ہے بہرہ



ملکستان اہیات
 جس میں پیروں کو
 اہل خانہ وادی کو
 شہید گدی کے چلا
 جی سولی شہیدی
 ہائی چہ سر سہ
 کی زندہ شدہ ۱۳۳۵
 میں کی گئی

نہیں نکلیا۔ ہر سکا طرح، کچن کی غیر متوقع جاندار کے کرلیہ وغیرہ سے پورا ہر جان ہے
الحمد للہ۔

۱۳۴۵ھ میں اکبر غلام الدین کے زیر انتظام ایک شعبہ اشاعت
تاسیس کیا گیا اس نے اردو میں چونتیس مختلف موضوعات پر پٹ
شائع کیے جن کی اشاعت اس وقت تک گیارہ لاکھ پچیس ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ اس کے
علاوہ انگریزی زبان میں گیارہ مختلف موضوعات پر پٹ شائع کیے گئے ان کی مجموعی
اشاعت آٹھ چھاس ہزار ہے۔ یہ رسائل مفت تقسیم کیے جاتے ہیں صرف چند ایک
کا قیمت بتائے نام ہے۔

رسائل کی فہرست حسب ذیل ہے:-

- | | |
|--------------------------------|--|
| (۱) سوانح ابراہیمؑ اسلام | (۱۱) اسلام میں نکاح و مگان |
| (۲) ضروریات القرآن | (۱۲) طعن محمدی |
| (۳) خلافت اسلام | (۱۳) توحید مقبول |
| (۴) پیغام رسول | (۱۴) فلسفہ حمید قربان |
| (۵) اسلام ہندو خطروں میں | (۱۵) فلسفہ روضہ |
| (۶) اسلام کا فوجی نظام | (۱۶) خدا کی نیک بندیاں |
| (۷) پیروں کے فرائض | (۱۷) فلسفہ زکوٰۃ |
| (۸) علماء اسلام اور غلام مشرقی | (۱۸) خدا کی مرضی |
| (۹) استعمار کا پاکستان | (۱۹) شہادتہ الفخار علی خورشید الزماہیر |
| (۱۰) احکام مشہدات | (۲۰) اصل حقیقت |

- (۲۱) وظیفے (۲۲) مالی میراث میں حکم شریعت
 (۲۳) قرآن کا تشریحی فیصلہ (۲۴) تحفہ میلاد النبیؐ
 (۲۵) معراج، یعنی (۲۶) فلسفہ نماز
 (۲۷) مسلمان عورت کے فرائض (۲۸) بیشتی اور روزنی
 (۲۹) اسلام اور اختیار (۳۰) گلدستہ صدا عادت
 (۳۱) کلمات داری کا پروگرام (۳۲) مقدس قرآن
 (۳۳) من رسائل کے عنوان مندرجہ ذیل کتب بھی شائع ہو چکی ہیں :-
 (۱) خلاصہ مشکوٰۃ شریف از مولانا احمد علیؒ (۲) خطبات مجیدہ ۸۱ (مجموعہ)
 (۳) مجلس ذکر کے ملاحظہ ۸ (مجموعہ) (۴) بحر ثمرات تفسیر
 (۵) ترجمہ قرآن از مولانا احمد علیؒ (۶) قرآن مجید با حاشیہ
 انگریزی و سنائی :-

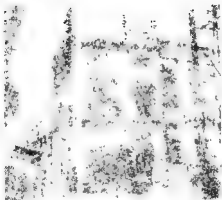
- | | |
|---|--|
| (1) Islam and Ahmadism. | (7) Reform or Muslim Society. |
| (2) Wisdom of the Quran. | (8) Spirit of Islamic Culture. |
| (3) — Do — | (9) The Quranic Origin of the Islamic Policy |
| (4) Quran and Science | (10) The secret of inviolable of the five Prayers. |
| (5) Quranic conceptions of National solidarity and International Peace. | (11) Islam's solution of the Basic Economic problems |
| (6) Preaching of Islam | |



انجمن خدام الدین کا دفتر جس کی بنیاد سنہ ۱۹۶۱ء میں رکھی گئی تھی



سہد کی جہان نزل حضرت کلمو تسبیح تالیف اس میں پہل خدام الدین کا دفتر ہے



www.toobaa-elibrary.blogspot.com

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ مجھے اسلام کی سچی محنت عطا فرمائے اور
نبی کریمؐ کے خزانے کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔

”وہابیوں کو کوئی سچا مذہب ہے تو وہ اسلام ہے۔ اگر کوئی ٹھیکہ
عسکری غیر مسلم انسان سکون کی زندگی چاہتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے نقش قدم پر دین و دنیا کی زندگی میں آرام سے گزاریے۔“

قریباً بیگم
ارزا محبت خان

عام قلع میں ہیں صفات کا یہ مختصر سامعین شرمیت اور طرغیت کا بحر بکری
ہے جس کے قوت میں حقیقت و معرفت کے خزانے گھٹتے نظر آتے ہیں۔ اور یہ کے علاوہ
چند مستقل مخرجات ہیں۔ جن میں خطبہ مجید، بعض ذکر حکایات، اصحابین اور بچوں کا
صفحہ عام طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ ادارہ میں شیخہ جو افراد، حتیٰ کوئی اور بے باکی کے تحت سیاست
حاضرہ کا جائزہ لیتے سمجھتے ان تمام سہولتوں کو سامنے لایا جاتا ہے جن کا جاننا
مارتا السعین کے لیے لازم ضروری ہے۔

ب خطبہ جمعة کے ذریعہ مخرجات حضرت کے وہ ضروریات ارجح ہوتے ہیں
جو آپؐ پر مسجد کو قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح کے طور پر اس فاضلہ زندگی میں
پیش کرتے تھے کہ پڑھنے والوں کو بڑی سوسہ تاکہ جیسے ہر ایک مفاد دل میں
گھر کر رہا ہے۔

ج۔ مجلس ذکر کے تحت پیر کامل کی بچان ترقیب ترقیب ہرگز نفس اور

جاہد کی دور و سر قیں پیش کی جاتی ہیں کر پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ باطن کی تمام
خباثتیں دھل رہی ہیں۔

۵۔ حکایات الصالحین کے تحت روحانی اسلاف کے میر المعقول کا بیان
اس انداز میں پیش کیے جاتے ہیں کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں آرزو پیدا ہوتی
ہے کہ انھیں بھی اپنے نیک اسلاف اور بزرگانی دین کے فتوحات قدم پر چلنے کی
توفیق عنایت ہو۔

اس کے علاوہ رسالہ کو مشاہیر اہل قلم و اہل فکر کا تعاون حاصل ہے۔ جو
علم و عرفان کی گہرہ انشائی اس انداز سے کرتے ہیں کہ روحانیت کی گہرائی بہت سی
سر سبز و شاداب ہو جاتی ہیں۔

آخری صفحہ بصورت مشترک انجمن خدام الدین کا ایک آئینہ ہے جس میں انجمن
کے دستور العمل پر وگرام اور روشداد کا ایک اجمالی گوجامع عکس نظر آتا ہے۔

حضرت کی روحانی تربیت

قرآن حکیم نے کائنات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”**عِلْمٌ بِالْظَنَنِ** يَسْأَلُ عَنْكَ مَا تَبْتَ وَرَبُّكَ يَهْدِيكَ وَيُعَلِّمُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ” اور ”**وَرَبُّكَ يَهْدِيكَ وَيُعَلِّمُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ**“۔ جو چاہتا ہے ان پر اس کی آیتیں سوار کر دیتا ہے لیکن کوئی کھاتا ہے کتابِ حکمت (قرآن)، علومِ آیات یعنی تلاوتِ آیات قرآن اور قرآن و سنت کے علوم حاصل کرنا بھی دینی ارتقا کا ایک منزل ہے۔ لیکن ترکیبِ باطنِ نجات و علاج کے لیے شرط ہے جب تک یہ حاصل نہ ہو۔ اس وقت تک کتابِ اللہ کے دروازوں میں کیڑیاں انسان کی نظر میں نہیں آسکتیں۔ آیات قرآنیہ میں ہفتیاز اور حکماء بحثیں کر لینے سے نجات نہیں بلکہ نجات اس وقت ہے جبکہ علومِ ظاہر کے ساتھ علومِ باطنی بھی حاصل کیے جائیں اور انھیں عملی زندگی میں جاری و ساری کیا جائے۔

جی ہاں! اہلِ علم نے علومِ ظاہر کے ساتھ علومِ باطنی بھی حاصل کیے وہ مطلعِ علمِ اہلِ اور آسمانی ولایت پر کتابِ نصرت اللہ بن کر چکے اور جو صرف علومِ ظاہر پر پورا قانع تھے سنت ان سے وہ فائدہ نہ اٹھا سکی جس کی ضرورت تھی۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ علی ہریریؒ، المعروف دانا گنج بخشؒ، خواجہ حسین الدینی سنہیؒ، امیرؒ، حضرت امام ربانیؒ، مجددِ اعظمِ عثمانیؒ، خواجہ غفر علی شکرؒ، شاہ ولی اللہؒ، امام بریلویؒ، امامِ مہذبِ ادرشاہؒ، مکتوبیؒ، حضرت قاسم العلومؒ و اخیراتِ ناز توڑیؒ، حضرت شیخ الحدیثِ اعظم حضرت نذر شاہؒ، یہاں حضرت حسینؒ، حکیم الامت

حضرت تھانویؒ سید صریح العزم شیخ الاسلام حضرت مولانا مسند دہلویؒ نے تدریس علوم ظاہریہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر انہی سے مشورہ سمجھو غافقاہوں کے بانی بھی تھے۔ ان کے لئے عالی ثمرات نے ٹھکانا مسلمانوں کو تفسیر مفادات سے نکال کر شاہراہ ہدایت پر لگایا۔ علوم ظاہریہ میں تمام زندگی گزارنے پر بھی وہ کیفیت حاصل نہیں ہو سکتی جو حق آگاہ کی ایک نظر سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو! تعالیٰ حضرت امام الادبیہ علامہ سیدی تقی سرہنوردیؒ نے علوم باطنیہ میں اس جذبہ ترقی مقام پر جلوہ افروز تھے جن کی نظیر اس دور میں کم ملتی ہے۔ اس کا احترام ان علماء اکرام کو بھی ہے جو علوم اسلامیہ میں فاضل بنے جاتے ہیں اور دوسرے اہل دل نردگان کو بھی ہے۔

(۱) الحاج مولانا محمد اسحق صاحب خطیب ایبٹ آباد فرماتے ہیں کہ سترہ برس قبل حضرت ایبٹ آباد تشریف لائے۔ تو ادا بیان ایبٹ آباد نے ناز محمد حیدر گاہ میں ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں قریباً بارہ تیرہ ہزار کا مجمع تھا جس نے حضرت سے درخواست کی کہ آج خطبہ بھی آپ فرمائیں اور ناز بھی آپ ہی پڑھائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں دونوں کام نہیں کر سکتا۔ آپ خطبہ بھی فرمائیں اور ناز بھی پڑھائیں۔ البتہ میں آپ پر توجہ کر دوں گا۔

خطیب صاحب فرماتے ہیں کہ میں تقریباً چار سال سے خطابت کر رہا ہوں مگر اس دن جتنا اثر و ثمر خطبہ میں نے پڑھا، اتنا پہلے کبھی نہیں پڑھا تھا۔ اس کا احترام اس ناز محمد میں شریک ہونے والے نازیوں نے بھی کیا۔

(۲) شیخ محمد شریف صاحب نے ذکر کیا کہ ایک نوجوان کسی حیدر ستارہ جہاں گئی تھا اور اس نے اس کی کمر حضرت سیدنا کو بہت ہی چاہتا ہے طبیعت قطعاً طبعی ہے۔ حضرت نے چند منٹ خاموشی اختیار کی اور توجہ فرمائی۔ پھر پوچھا تو وہ ستارہ نے فوراً

عرض کی کہ حضرت اب دل میں نفرت پیدا ہو چکی ہے۔

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب مرحوم سرحدوی کا بیان ہے کہ قادیانی ایچی میٹن کے سلسلے میں دوسرے علماء کی طرح میں اور حضرت بھی متان جیل میں انگ انگ کروں میں تنید تھے۔ مقررہ زمانہ میں مجھے کے قذرا اعلیٰ مقرر کئے۔ تراشوں نے حضرت کو چھوڑ دیا۔ بعد ازاں افسر اعلیٰ جیل نے مجھ سے پوچھا کہ میں کمرے میں کون بزرگ پہنتے تھے۔ میں نے بتایا تو انھوں نے کہا کہ میں جیل میں ہاں کو طرح طرح سے تنگ کیا کرتا تھا مگر جب ان کے کمرے میں آتا تو دروازہ میں داخل ہوتے ہی میرے آنسو جاری ہو جاتے۔ ایک دو دفعہ میں نے اسے اتفاق سمجھا لیکن مقررہ ایسا کہنے سے میں ان کی ردحایت کا قائل ہو گیا اور اس کے بعد آپ کو پریشان کرنے کا خیال نہ کیا۔

(۴) حاجی غلامت علی صاحب حیدرآباد سندھ کا کہنا ہے کہ:

اغتیا ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے۔ میں لاہور میں تھا۔ میں نے حضرت کو اپنے بیٹے کی رسم نکاح پر بلوایا اور حضرت سے سب سمول کھانے کا پرچھا۔ عام طور پر حضرت انکار کر دیا کرتے تھے۔ مگر اس بار کمال مہربانی سے دھت منظور فرمایا۔ چنانچہ کھانا پیش کیا گیا۔ قریب ہی ایک تمول زوجان عزیز نامی کھڑا تھا۔ حضرت نے اُسے فرمایا کہ آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ زوجان ہلاک: حضرت میں اس قابل کہاں؟ حضرت نے فرمایا: کوئی مرج نہیں۔ تم بھی مسلمان ہو اور میں بھی بدوڑاں مل کر کھا لیتے ہیں۔ وہ زوجان کھانے میں شریک ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس زوجان کی بیوی کے علاوہ ایک داشتہ بھی تھی جب وہ گھر گیا تو داشتہ سے کہنے

ٹھا کر یا تو ابھی میرے گھر سے چلی جاؤ یا میرے ساتھ نکاح کر لو۔ دشت نے نکاح
کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت کی توجہ کا اثر تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر مناظر مصیٰی نظر کی دعوت پر ایک مرتبہ ضلع غزنی، تشریف لے
گئے۔ وہاں آپ نے رات کو تہہ فادہ از برائے بدگی + زندگی بے بدگی شریعت کے
عنواں پر تقریر فرمائی۔ وہاں تقریر آپ نے لوگوں سے مدد کیا کہ وہ اپنے فادہ فادہ کے
اداکری کے نتیجہ جیستہ لوگ فادہ فادہ فادہ کے پابند ہو گئے۔ اور اکثر کا یہ حال تھا کہ
اگر ایک دن تہہ فادہ فادہ کی توجہ سے سوچ کر کہ جیسے حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہ وہ فادہ فادہ
ہیں اور وہ فادہ فادہ کے بعد پرستندہ مہمان۔

آؤ اسے باز رہا پھر چھاپی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ تشریف لے گئے۔ سلام ہوا
تھا۔ دُنیا استقبال کے لیے ٹوٹ پڑی ہے۔ کافی لوگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال
کیا۔ ڈاکٹر مناظر مصیٰی نظر کے مکان پر سلام کے ایک گروہ کثیر نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے
بہت کی۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرتبہ تشریف آوری سے علاقہ پر یہ اثر ہوا کہ
مسجدوں میں نمازوں کے لیے جگہ جگہ ہو گئی جیستہ لوگ یا باطنی میں شافل ہو گئے۔ اکثر
لوگ جو دنیا کے بے مدد تھے سب کے نام تک سے متغیر ہو گئے اور بڑائیوں سے پہلے
کی دن تائب ہو گئے۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نمایاں توجہ کا اثر تھا۔

اسی طرح جیستہ مقامات ایسے ہیں کہ جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک مرتبہ تشریف
لے گئے لیکن ہزاروں اشخاص ان کے خدمت سنت لہم کی برکت سے یا د الہی اور جہاں
ہیں ہر توجہ شغل ہو گئے۔ اس سلسلے میں ملک، ڈیرہ، تحصیل خاں، وزیرستان اور غیر ملکی
کے بہت سے واقعات بوجہ طرہ امت توجہ میں نہیں لائے گئے۔

اس سے ظاہر تھا کہ علوم ظاہریہ کے ساتھ علوم باطنیہ کا ہر ناجی ضابطہ غرضی جب
حضرت قدس سرہ العزیز نے علوم ظاہریہ کے ساتھ ساتھ تزکیہ باطن اور علوم روحانی حاصل
کرنے پر بھی پوری توجہ رکھی۔ آپ کی عمر صرف نو سال کی تھی کہ حضرت دین پوریؒ نے پاکمال
آپ کو حلقہ اہلسنت میں لے لیا۔ حضرت فرماتے ہیں :-

”میری عمر تقریباً نو سال کی تھی، جب میں نے حضرت دین پوریؒ کے حلقہ
پر بیٹھ لی۔ آپ میری بیعت کے بعد چار مہینے سال تک زندہ رہے اور
۱۱ سال کی عمر میں وصال پایا۔ حضرت امر دہلیؒ بھی میری تربیت فرماتے
ہے۔ وہ فرماتے تھے اللہ کا نام بتا یا اللہ دوسروں کو اللہ کا نام بتانے
کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مگر جب تک یہ حضرت زندہ تھے تو ہمیں میرے
پاس بیعت کے پتہ آتا، اگر میں استطاعت ہوتی تو میں اس کو ان کے
پاس بھیج دیتا۔“

آخر حضرت کو ۱۹ سالہ میں حضرت مولانا ماج کھوہ امر دہلیؒ نے حکم فرمایا :-
”امر دہلیؒ بیٹا! تم غفلت خدا کو بیعت کے لیے دھوکا دے گا سفر طے کر کے کی
بیعت نہ کیا کرو۔ آئندہ خود امر دہلیؒ میں بیعت کر لیا کرو۔“
چنانچہ حضرت نے اس کے بعد بیعت لینا شروع کر دیا۔

حضرت اپنے سریدار سے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیعت لیتے تھے اور
طریقہ بیعت آپ نے اپنے منشاء ہمار کو بھی یہی بیعت فرمائی تھی۔

”تو بہ کی میں نے شرک سے کفر سے، تیری نافرمانی سے۔ اے اللہ! میں
تیرے دروازے پر آیا ہوں تو مجھے اپنا شوق نصیب فرما، اپنا نام نصیب فرما۔“

کچھ سے دو کام کرا جس میں تو راضی ہو۔

میں آپ سے بہت کرا تا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کا نور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم آپ بتائیں گے اس پر صدق دل سے عمل کروں گا
اور اس بات پر میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں:

اس کے بعد آپ بہت کثرتاً ہر روز صبح اٹھ کر اپنے دونوں
ہاتھوں میں سے لیٹے اور لطیفہ قلبی پر اللہ کے نام کی تلقین
فرماتے پھر مندرجہ ذیل بارہ روحانی سلسلہ راشدیہ قادیانہ کی تکمیل کرواتے۔ ان لطافت کی
ترتیب یوں ہے:-

- | | | | |
|---|----------------------------|---------------|--------------|
| (۱) ذکر قلبی | (۲) ذکر رُوحی | (۳) ذکر ستری | (۴) ذکر نفسی |
| (۵) ذکر غنی | (۶) ذکر اخفی | (۷) پاس انعام | (۸) ذکر کارہ |
| (۹) ذکر سبع صفات (۱۰) سلطان الازکار (۱۱) غنی اثبات (۱۲) مراقبہ صفات سبع | (۱۳) مراقبہ اسم ذات نورانی | | |

آپ اپنے غلطے مجاز کو بھی اسی بات کی دہایت کرتے کہ پہلے ذکر قلبی کی تلقین
کی جائے جب لطیفہ قلبی بیدار ہو جائے تو آگے بہن دیا جائے۔ بیداری کی علامت یہ ہے کہ جب
ساک کے قلب کی طرف توجہ کی جائے تو اس کا قلب ذکر الہی سے متوجہ نظر آئے۔ اس طرح
جب لطیفہ قلبی پک جائے تو بہت کثرتاً کو لطیفہ رُوحی کی تلقین کی جائے جب یہ بھی توجہ
کرنے سے بیدار نظر آئے تو اسے ستری کی تلقین کی جائے جو چھاتی کے درمیان ہے جب
یہ تینوں لطیفے توجہ سے متحرک نظر آئیں تو چوتھے لطیفہ نفسی کی تلقین کی جائے۔

کچھ وقت کے بعد جب چاروں لطیفے توجہ کرنے سے متحرک نظر آئیں تو پانچواں لطیفہ

”نئی مٹی تھیں کی ٹیٹھ جب ہم دم کرنے سے متحرک ہوئے تو پچھے طیفِ آسمانی کی عین کی جٹے
 اس کے بعد جب چمکے پھر متحرک ہو جائیں تو پچھے آسمان کی عین کی جٹے۔ اسی ذرا عین
 تمام آسمانی اس انداز میں تھیں کہ جائیں جی کہ اگر انہی طبیعت میں یہ جٹے دریا لگ رہے
 تھیں کہ پچھے۔“

”تھیں کے بعد تو رہا۔ کشتِ قبر و کشتِ قلوب اور اسی قسم کی دوسری چیزیں تاکہ
 جیسے اہل تصور فرماتے اُسے کا زخار اُسے دیتے۔ حضرت کی خواہش یہ تھی کہ کسی عالم باطن کو
 ہی خلافت دی جائے۔ لیکن کہہ رہی کہ اس لیے سے مستثنیٰ بھی ہیں۔“

حضرت شریعہ شریعہ میں غریبی اقرار کر رہی تھیں تاکہ تھے تھے جس کا مضمون یہ ہے۔
 اقرار نامہ

”مکملہ دہرہ پیشہ محمد

کا ہوں۔ اقرار کرتا ہوں کہ میں نے جس غرض کے لیے حضرت مرزا احمد علی صاحب دہلوی اعلیٰ
 کے دستِ حق پرست پر بیعت کی ہے، اس کو اپنا مانگنے کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گا۔

”میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں جس شہِ حیات میں کسبِ حیات کے لیے جنگ دو

کرتا ہوں وہاں اپنے قول و فعل اور سعادت سے بہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ میری

زندگی تمام صنعت کے مطابق ہو اور ”سروں کے لیے نوزدین“ کے غلط و سہان سے بچنے

کے لیے میں اس اقرار نامہ کو ہر وقت اپنے سامنے رکھوں گا۔ و ما تو فیق الا باللہ

العلیٰ العظیم۔“

ناظر ذرا حضرات اس کو پڑھا کر نا ہی نہیں کریں۔ و غلط یا نشان یا گھر کا

عورتوں کی بیعت
 انسانی تہذیب میں تقریباً آٹھ سو عورتوں کا ہے قرآن حکیم
 ان کی اصلاح کا بھی پروگرام رکھتا ہے۔ مستقل عزتوں سے
 ان کے لیے احکام موجود ہیں۔ سداً لایار علی اللہ عبد ورسولہ نے عورتوں کی درخواست برائے
 کے لیے حیدر مغل و خط بھی مستند فرمائی ہے۔ قرآن حکیم میں عورتوں کی بہت تک کا ذکر
 موجود ہے۔ سورۃ الممتحنہ آیت ۱۱

”اِذَا حُيِّدَتْكَ الْمُوَحِّدَاتُ يَتِيَا بِغَنَاءٍ“

یہ بیعت سلطان عورتوں سے بیعت طریقت تھی جس پر کہ غلط المثلت وہاں
 کر رہا ہے۔ وہ عورتیں دولت ایمان سے پہلے ہی مشرف تھیں حضرتؐ کے ارشاد میں عزیمت
 غواتیں کی بیعت کر لیا کرتے تھے میرا کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

”میرے داماد کے پاس کچھ عورتیں بیعت کے لیے حاضر ہوئیں ان میں
 ایک لڑکی بھی تھی جو بوجہ ہم جنس رہی تھی۔ حضرتؐ داماد پرانے فرمایا بیٹھ
 آنا جسو جنار بھی سکڑے آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اُس کی حالت بدل گئی
 اور اس نے رونا شروع کر دیا کہتے ہیں کہ چہرہ ساری ٹھنڈی رہی؟
 عورتوں کی بیعت کرنے وقت اچھے میں نام نہ لیا جائے بلکہ صرف زبانی بیعت کی
 جائے۔ امام ربیعؒ میں تیار کے اہل بیار کے اسی طریق کار کا ذکر ہے۔

عن عائشۃؓ قالت ما من رسول الله صلى الله عليه وسلم بامر
 امرأة قط الا ان يأخذن معها لحاذ اخذن معها قال اذھبی فخذ بائعک۔
 رواہ الترمذی و ابوداؤد۔

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی

حقیقت کے ساتھ کو کبھی نہیں چھوڑا۔ اللہ صرف ذاتی بیعت سے جیتے تھے سب انی حد ہے
پر وہ حد سے دینی توفیق دے کر جانوں میں نے تم کو بیعت کر لیا۔ روایت کیا اس کو بخاری مسلم
ابوداؤد نے۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو بیعت
فرمایا لیکن ان کا ساتھ اپنے ساتھ میں کبھی نہیں لیا۔ اس سے عہدہ منسوب رہے۔

(۱) "حضرت امیر بنت رقیہ فرماتی ہیں کہ میں بیعت کے سے حاضر خدمت ہوئی مگر سیدہ سلمہ
سلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں مردوں کے ساتھ مصافحہ کرنے والوں میں سے نہیں
ہوں۔"

(۲) حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حاضر خدمت ہوئی
تا کہ بیعت کر لی۔ آپ نے مردوں اور عورتوں دونوں کو بیعت فرمایا مگر عورتوں کے
مصافحہ نہیں کیا۔ (الجامع ص ۱۹۱ ج ۱)

بعض نادانانہ اور بے احتیاطی اور عقول سے دست بستہ بیعت جیتے ہیں۔ یہ عمل
بہکل ناجائز ہے۔ انہی حدت کے جن کو ساتھ لگانا گناہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے خود اختیار فرمائی تو کسی پیر کو باپ یا فرشتہ کچھ کر ایسی غیر شرعی رسم کی اجازت کیونکر
دی جاسکتی ہے۔

حقیقت بیعت کی ضمنی صابا ہے۔ مردانہ کالی ہے۔ شائع تا ظہور نے تقویت
اتصال اللہ تسکینی قلب کے لیے کپڑے کا ایک گوشہ خود پکڑنا اور اس گوشہ پر ہاتھ رکھنا
کر لیا ہے۔ اس کا ساتھ نہیں لیکن چونکہ اللہ میں اللہ دینا بیعت کی ایک سنون بیعت ہے
اور وہ کہ لے اس میں کوئی لڑائی نہیں ہند معنی اور شہادت کا جمع کر لینا اولیٰ ہے لیکن مردوں

کو بیت کرتے وقت باہر دھڑاچا بیٹھے۔

حضرتؒ سے کتنی ہی عورتیں بیت برتنیں اور زندگی بھر قیام سنت میں سرگرم عمل رہیں۔ ان کی قبریں بھی کھدوہ قتالی آباد اور خوش حال ہیں حضرتؒ نے غور فرمایا کہ کعبہ سے بیت لینے دی عورتوں کی قبر پر سنت کا نذرہ ہیں۔

حضرتؒ کی عملی تربیت اور مجلس ذکر مستند لوگوں سے بیعت لینے کے بعد حضرتؒ نے مدد قاسم عظیم کفری جیسے میں مجلس ذکر شروع کر دی اور یہ عمل کی عملی طور پر تربیت فرماتے گئے۔ آپؒ نے حکم دے رکھا تھا کہ ہر مرد مضبوط و کمزور پورٹ کھمے کر لایا کرے کہ اس نے اس جیسے کس قدر طاقت خداوندی کی ہے۔ پھر اس راہروٹ پر حضرتؒ اپنی رائے تبت فرماتے تھے۔ نزل میں حضرتؒ کی رائے کا نذرہ دیا جے جو آب نے سماج مٹی نور احمد صاحبانہا جو کابل کی کاپی پر تحریر فرمائی تھی یہ کاپی انھوں نے ۱۹۳۶ء جنوری ۱۲ء کو حضرتؒ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ منشی صاحب نے لکھا تھا۔

”سب نمازیں باجماعت ادا ہوئیں۔ استاد اللہ آپ کی صحبت کی وجہ سے جب تک نماز باجماعت ادا نہ کروں غلط نہیں آتا۔ اگر بعض اوقات اس مسجد میں جس میں ہم نماز پڑھتے ہیں جماعت ہو جاتی ہے تو دوسری مسجد میں جا کر نماز ادا کی جاتی ہے۔ بعض نفل رات ہے۔“

گھر میں جہاں تک ہو سکتا ہے غورو کھلاں کو نماز کی تاکید کی جاتی ہے۔ اگر کوئی بالغ بچہ نماز ادا کرے تو اسے سزا ملے جیسے سے منع نہیں کیا جاتا۔ ویسے کوئی بچہ ایسا نہیں جو نماز پڑھنا ہو مالمیہ نے بھی سبنازیں

ادا کی ہیں۔ دیکھیں بھی کیا ہوتا ہے۔

حضرت کا اس پر پلٹ پر لڑنا۔

”اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو نسخہ باروں کے لیے زیادہ ترخ ہو، اور اس سے شفا ہوتی نظر آئے، اس کا التزام کیا جائے۔ لہذا دقتاً فرمائے خواہ کام کا کچھ عرصہ بھی ہو میرے دل میں میں صبح و شام آمین اور خدا کے لیے ذکرِ التوحید میں شامل ہو کر رہیں اور جب تشریف لائیں تو میرے ساتھ ذکرِ توحید میں شامل ہو کر رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل ہوگی۔“

حضرت تربت رومانی کے مقرر ہونے کی حیثیت میں بھی مزاح شخصیت تھے۔ حضرت اکثر فرمایا کرتے۔

”میں نے فضائلِ ایزدی سندھ بڑی نعمتیں حاصل کی ہیں۔ ان میں سے ایک دلی کی ہیبت ہے۔ بیزار ہوئے ہے کہ چار سال کا عرصہ میری بچوں کو لے کر میرے پاس آجائے۔ سبھاؤں دلی میں نیم کے پیر کے نیچے بیٹھوں گا۔ اور صرف دو چری کھانے کو دوں گا۔ جو سال ہوں گی حرام کھانے سے یہ نور حاصل نہیں ہوتا میں نے خود چار سال صرف کچے پیلی کی تم کو چار سال میں یہ سکھا سکتا ہوں۔“

حضرت بطور شیخ طریقت سلوک علی منہاج السنہ کے شیوخ کا اصل قصد اصلاحِ عالم ہوا کرتا ہے۔ اگر کوئی درس گاہیں بیٹھ کر قال اللہ تعالیٰ لارسل کا درس دینا تو ان کا مقصد حقیقی طریقات کی اصلاح اور ان کا

تعلق اپنے خانی سے ہوتا ہوتا ہے بلکہ وہ کسی بن پر مبنیہ کر عطا و نصبت فرمائی تب ہی ان کا نشانہ کرکے کو خدا کی نافرمانی سے نکال کر الٰہیت کی طرف فنا ہوتا ہے اور اگر میلان کا رد میں تسخیر کثرت ہوں تو وہ ان کی بھی ہی تصدیق ہوتا ہے۔ یہی پاک بزرگ پہلے دس گاہ یا ستر کے خانقاہ میں جذبہ کشی کریں تو پھر بھی ان کا مقصد ہی ہوتا ہے کہ :-

”مخلوق خالق سے باطنی ذہن پر جبکہ غفلت سے نکل کر نور کے جلو میں آجائے“

اس لیے اہل اللہ کے مبالغہ کے تمام ابواب اسی مرکز کے گرد گھومتے ہیں۔

جیسے کہ حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا ہے :-

”ہاں نا چاہیے کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جن کے متعلق غیبت اور شاد و بدایت و اصلاح و تربیت نفوس و تعلیم طرق، قرب قبول اللہ ہے۔ اور یہ حضرت اہل ارشاد و کلمات ہیں۔ اور ان میں سے اپنے صبر میں جو اکل و افضل ہو اور اس کا فیض اتم و اتم ہر اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں۔

دوسرے وہ ہیں جن کے متعلق غیبت اصلاح و معاش و انتظام اور دیگر دفع و قبایط ہے کہ اپنی تہمت باطنی سے باطنی نفسی ان امور کی مدد کرتے ہیں اور پھر ان اہل کریں کہوتے ہیں ان میں سے جو اعلیٰ و اتوازی اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے، اس کو قطب انکرون کہتے ہیں؟ (الحکمت ص ۶۷)

حضرت کے حالات جاننے والوں سے معلوم نہیں کہ
قطب الارشاد و انکرون حضرت نے ہر دو میں اصلاح و تربیت کی طرف توجہ فرمائی

آپ جس حیثیت میں بھی ہے، بقصد ہی رہا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ملائیں۔ آپ کے دست حق پرست پر چنے لوگوں نے بہت کہ جس قسم کی صحیح اور سچی توبہ کی اور سب طرح اتنا

اور حیدر، آجیہ سے مشرف ہوئے اس کی نگر حضرت کے زمانہ میں نہیں ملتی، اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ حضرت نعلب الارشاد و انگورین تھے تو یہ بات محض فرض عقیدہ کی نہیں بلکہ سنی بر حقیقت ہے۔

حضرت نے اپنے ہر دو مشائخ حضرت دینی پوری اور حضرت امر دئی کے سال کے بعد شیخ طریقت کی حیثیت سے خلق اللہ کی خدمت کی، آپ قادر ہر طریق میں ماز تھے جبکہ شجرہٴ شمس سے واضح ہے اور اسی طریق پر بیت دیا کرتے تھے۔ حضرت نے اپنے شیخ کی میت میں بھی کسی کچے پیش نہ کیا۔ یہ تعلق محض ارجہ اللہ تھا، اسی طرح حضرت کے بیت پہنے بھی ثنیت اور خلوص تھا، دنیا داری یا دنیاوی سبب کا کوئی تعلق نہ تھا۔ حضرت کے مقرر ہیں جانتے ہیں کہ در دولت پر جو پہلے آیا، اُسے ہی پہلے سرف بختا گیا جو جد میں آیا، بنی باری پر حاضر ہوا۔ کوئی وہ تعلق کر لے اس مرد حق نگاہ کے اس کا کوئی ٹاٹ نہ تھا۔ یہ تعلق اس حد تک ارجہ اللہ تھا کہ کسی ٹریڈ کا پتہ تک نہ پوچھا کرتے تھے اور نہ کھانا کرتے تھے۔

ایک بار گجرات کا ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، حوا زناں محمد اس نے سیت کی درخواست کی اس کو حضرت نے منکور فرمایا، اور اسے سیت کر لیا اس شخص نے درخواست کی کہ حضرت میرا پتہ کھدے یعنی حضرت نے جواب میں فرمایا: میرے ہاں کسی کا پتہ نہیں کھانا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت کے مردوں کی صحیح تعداد کا پتہ نہیں ہو سکتا آپ نے بطور شیخ طریقت جو تقسیم دی اُس پر عمل کرنے سے ذمہ داری انسانوں کی انفاق اصلاح برقی ہے بلکہ دنیا میں پائدار اور ابدی اس میں قائم ہو سکتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 شجرہ خاندان عالیہ قادریہ

الحمد لله الذي جعلنا من آل محمد
 محمد بن عبد الله

ابن سیرت	باب العلوم و شجرہ خاندان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ	مزار شریف طابا
ابن سیرت	حضرت خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ
ابن سیرت	حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ	بندہ اشرفین
ابن سیرت	حضرت خواجہ حبیب علی رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ
ابن سیرت	معارف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	بندہ اشرفین
ابن سیرت	حضرت شیخ خیری سقزی رحمۃ اللہ علیہ	بندہ اشرفین
ابن سیرت	حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	بندہ اشرفین
ابن سیرت	حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	بندہ اشرفین
ابن سیرت	حضرت عبداللہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ	بندہ اشرفین
ابن سیرت	حضرت ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ	طرطوس
ابن سیرت	حضرت شیخ ابوالحسن ہکامی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ	بندہ اشرفین
ابن سیرت	حضرت شیخ ابوسید مبارک عسکری رحمۃ اللہ علیہ	بندہ اشرفین
ابن سیرت	حضرت شاہ علی الدین وکلاء دجلوی اہل بیت رحمۃ اللہ علیہ	بندہ اشرفین
ابن سیرت	حضرت شیخ سیف الدین عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ	بندہ اشرفین
ابن سیرت	حضرت سید منی الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ	بندہ اشرفین
ابن سیرت	حضرت سید ابوالعباس احمد رحمۃ اللہ علیہ	علب شریف

عطب شریف	الہی بکرم حضرت سید محمود رحمۃ اللہ علیہ
عطب شریف	الہی بکرم حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
عطب شریف	الہی بکرم حضرت سید شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ
عطب شریف	الہی بکرم حضرت سید شمس الدین جلالی جہادی جہی دکنی رحمۃ اللہ علیہ
آج شریف	الہی بکرم حضرت سید محمد غوث گیلانی رحمتی علی اہی رحمۃ اللہ علیہ
آج شریف	الہی بکرم حضرت سید عبدالقادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ
آج شریف	الہی بکرم حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ
آج شریف	الہی بکرم حضرت سید حامد گنج بخش کلاں رحمۃ اللہ علیہ
آج شریف	الہی بکرم حضرت سید عبدالقادر ثالث رحمۃ اللہ علیہ
آج شریف	الہی بکرم حضرت سید عبدالقادر رابع رحمۃ اللہ علیہ
آج شریف	الہی بکرم حضرت سید حامد گنج بخش ثانی رحمۃ اللہ علیہ
آج شریف	الہی بکرم حضرت سید شمس الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ
آج شریف	الہی بکرم حضرت سید محمود صالح رحمۃ اللہ علیہ
پیر کوٹ مدھانہ	الہی بکرم حضرت سید عبدالقادر جیلانی عاشق رحمۃ اللہ علیہ
پیر گڑھ پجارا	الہی بکرم حضرت سید محمد بقار رحمۃ اللہ علیہ
پیر گڑھ پجارا	الہی بکرم حضرت سید محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ
سوی شریف	الہی بکرم حضرت شاہ حسن رحمۃ اللہ علیہ
بہر چندی شریف	الہی بکرم حضرت شیخ حافظ توسلی رحمۃ اللہ علیہ
مردان پور شریف	الہی بکرم حضرت سید محمد رحمۃ اللہ علیہ
ضلع بہاولپور	الہی بکرم حضرت سید محمد رحمۃ اللہ علیہ
لاہور شہر	الہی بکرم حضرت ارشد اہلوان احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
	قدس سرہ

حضرتؑ کے خلفاء

حضرتؑ نے اپنے زمانہ حیات میں ہی اپنے خلفاء مقرر فرما دیے تھے اور ان کو تاکید فرمایا تھا کہ اس سلسلہ کو اور اللہ قائم رکھا جائے۔ اس خدمتِ دین میں عظمت اور غلوس کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔ ذیل میں حضرتؑ کے خلفاء کے اساتذہ کرامی دج کیے جاتے ہیں۔

- (۱) مولانا الحاج حافظ محمد صیب اللہ صاحب خلیف اکبر دین سنوہ
- (۲) مولانا الحاج عبداللہ الہادی جانشین سلطان امدادین حضرت دین پوری خاں پور
- (۳) مولانا الحاج ابو الحسن علی خدی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء
- (۴) مولانا الحاج عبدالعزیز صاحب مسجد نور بخشگری
- (۵) مولانا الحاج بشیر احمد صاحب جامع مسجد پیر درہ سیالکوٹ
- (۶) جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبد اللہ اللہ صاحب لاہور
- (۷) مولانا الحاج میر اللہ صاحب لاہور
- (۸) حضرت مولانا محمد شعیب صاحب ریاضی شیخ پور
- (۹) مولانا قاضی محمد عیسیٰ صاحب جامعہ نیکبیل پور
- (۱۰) مولانا عرض محمد صاحب کوئٹہ
- (۱۱) مولانا تیلو شاہ بخاری چاکیز سرگودھا
- (۱۲) مولوی محمد ادریس صاحب قریبانی سکھر
- (۱۳) مولانا گل محمد صاحب بیران
- (۱۴) مولانا قاضی عبداللطیف صاحب جلم
- (۱۵) مولانا غلام غلام صاحب کتالی ملال کراچی
- (۱۶) مولوی عبدالحی صاحب رحیم یار خاں
- (۱۷) مولوی امیر محمد صاحب جھنگل
- (۱۸) مولوی محمد حسن صاحب غانوال
- (۱۹) مولانا غلام قادر صاحب دہقان
- (۲۰) مولوی امیر شاہ صاحب یوپی سندھ
- (۲۱) حضرت الحاج رفیع الحق صاحب شیخ پور
- (۲۲) مولوی محمد حسن صاحب سندھ

حضرت کی عمومی تعلیمات

آپ کی ابتدائی اور عمومی تعلیمات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

- (۱) آپ ہر صیت ہونے والے سے تین باتوں کا اقرار لیتے تھے۔
 - (۱) روزانہ کم از کم ایک ہزار بار ذکر اسم ذات اللہ جل جلالہ کریں گا۔
 - (۲) غارِ نجف کا نہ کی پابندی کریں گا۔
 - (۳) کسی کو دیکھ نہ دیں گا۔

یہ تعلیمات بظاہر سادہ اور عمومی نظر آتی ہیں مگر سچے تقویٰ کا پختہ اور اصلاح انسان کا مکمل نسخہ ہیں۔ حضرت ذکر کی تلقین کرتے وقت یہ ارشاد فرماتے کہ ذکر کے وقت یہ خیال رہے کہ دُوزخی ہے نہ آسمانی، انہی میں ہے نہ انسان، مقصد یہ تھا کہ تقویٰ اور سلوک کے اعلیٰ مقام احسان کا پورہ پورا احساس اور شور پیدا ہو۔

پہلی تعلیم۔ ذکرِ اسم ذات

انبیاء عظیم اسلام کا کام یہ ہے کہ وہ عبادت خداوندی سے بندوں کو مشرف کر لیں اس عبادت کی پہلی کڑی ذکرِ اسمِ اللہ ہے۔ قرآن کریم نے متعدد مقامات پر مختلف تعبیرات کے ساتھ اس کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔

وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المحمد: ۱۰۱)

اور یاد کرو اللہ کو بہت تاکثر طرح پاؤ۔ (تسبیح القرآن)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (الاحزاب: ۴)

اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کو یاد کرنا بہت (تسبیح القرآن)

ذکر الہی کی تعمیر اور اس کی تشریح بھی فرمادی :-

وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ وَنَسِّئْ اِلَيْهِ تَتَبَلَّاهُ (الزمر: ۸۰)
اور یاد رکھئے نام اپنے رب کا اور مجھے اپنے اس کی طرف سے ایک ہرگز تسلی (قرآن)

ایم جی اے اللہ! یہ ذکر مسافری کہا جاسکتا ہے۔

وَاذْكُرْ ذُنُوبَكَ بِقُرْبِكَ (اعراف: ۲۰۵)
اور یاد رکھئے بیشک اپنے رب کو، چھپی میں تسلی (قرآن)

یہ ارشاد ذکر نفسی پر دلالت کرتا ہے اسی ذکر مسافری کے اثرات کو قرآن کریم

نے بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

ثُمَّ بَلَّيْنَا مِنْهُمْ دُودُوهُمْ وَفُلُوْهُمْ بِاَنۡ يُّذْكُرَ اللّٰهَ (الرعد: ۲۳)

ترجمہ: پھر ہم ان کے دودھ اور فلوں میں ان کی کھالیں اور ان کے دل ذکر الہی کی طرف
(تسلی (قرآن))

ہاں کے چرند اور دلوں کا اللہ کے ذکر کے لیے روم ہو کر نائل ہو جانا ذکر الہی

اور سلطان اور کارکن تاج سے سب سے نظام الہی ہو یا محبوب الہی کے یہ میر خیر کے الفاظ
میں بول اور کیا جاسکتا ہے ع

ہر رنگ میں نامرگشتہ حاجت زندہ نصبت

ظاہر ہے کہ درود کم کر کم ایک ہزار بار اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور اس خلعت کا شکار نہیں ہو

مخا میں کا شکار ہوا الہی سے غافل رہ گئے ہیں۔ بالفاظ قرآنی کرم تقویٰ کا سیر

عناپ فرمادی کہ سختی ہو جائے میں۔ فرمایا :-

قَوْلِيْ لِلْعَالَمِيْنَ قُلُوْا مَعَهُ قَبْلَ يُّذْكُرَ اللّٰهَ (الرعد: ۲۲) ترجمہ میں

افسوس ہے سخت دل داران پر ذکر اسی کی طرف سے۔

حضرت نے تعلیمات قرآنی کی روشنی میں ذکر الہی کے لیے یہ آسانی فرمادی کہ سالک جو میں غصوں میں یہ تہذیب پوری کر لے۔ خواہ دُشمنوں پر یا مکان پر یا رزم میں جو یا کیمت میں اور پھر یہی آسانی فرمادی کہ باوجود کہ با بے وضو ذکر الہم ذات کر سکتا ہے۔ جمہورت گھنٹے بند کے نکال بیٹھے کے بعد سالک پرست میں اپنے خالق کا نام اگر کہے نہ بھی لے کر۔ اس تہذیب کو آسانی سے پُر کر سکتا ہے اور یہی آسانی ہے کہ گناہ گار بھی پرست کر کے یہ تہذیب پوری کر لے۔

دوسری تعلیم۔ نماز پنجگانہ

در اصل نماز کا جو سب سے بڑا فائدہ قرآن کریم نے بتایا ہے وہ بھی ذکر اللہ کا وہم ہے۔ ارشاد فرمایا۔

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (طہ: ۱۴)

قائم کرنا میرے ذکر کے لیے

قرآنی تعلیم کی روشنی میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ نماز مذہب کو جس شریعت سے سب سے جتنی سے ملاتی ہے۔ دوسری عبادت میں یہ کیفیت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ ذکر الہی جس کثرت سے نماز میں کیا جاتا ہے۔ اتنی کثرت سے دوسری عبادت میں نہیں ہوتا۔ اگر نماز میں عبادتِ تہذیبات اور ذکر اور عبادت کے بغیر صرف اللہ اکبر پڑھی تو کیا جائے تو صرف ایک رکعت میں چوتراہ اس کا عہد کیا جاتا ہے۔

نماز میں طرح طہارت ظاہری سے مشرف کرتے ہے، اسی طرح طہارت باطنی سے بھی

منذ کرتی ہے۔ ایک نازی کا چہرہ پاک و صاف نظر آتا ہے۔ اُس کا دل بھی کسی دُکھی سر پہلے
جا کر پاک و صاف ہو گیا ہوں مئے غفر ہو جاتا ہے۔ یہ سب ذکر کی برکات ہیں، ارشاد باری
تعالیٰ ہے:-

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنفِي عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (المکھوت ۴۵)

اے نیک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بُرے کام سے (تسبیح المکران)

ادھر انہیں بے پیدا ہوگا:-

وَكَيْفَ تَكُونُ اتِّبَاعُ أَكْثَرُ

یقینی بات ہے کہ اللہ کا ذکر سب بڑی عبادت ہے

تعلیمات حضرت قدس سرہ العزیز میں ذکر اللہ اصل الامر کی حیثیت رکھتا ہے
میں کی تربیت اور اس پر ولایت کے لیے ناز کا پابند نہ تاخوری قرار دیا گیا ہے۔ ذکر سے
برنائج شرب ہوں گے اس میں سب بڑا نافع و یہ ہم گاہ نمازی ایک ذلیک وقت ضرور پڑھے
کام سے نکال جائے گا۔

تیسری تعلیم اصلاح نفس

تیسری تعلیم پہلی منزل کے تیسرے درجے یعنی اصلاح نفس کے لیے حضرت نے ارشاد فرمایا

کہ کسی کو دکھ نہ دینا

ظاہر یہ سادہ سا حد ہے مگر غور کرنے سے سلام ہو گا کہ اصلاح عالم اور خداوند کے ظہر
کے لیے اس سے بہتر اند کوئی دس نہیں ہو سکتا۔ پہلی منزل کا تیسرا درجہ ہے۔ جو اصل اکابر دُکھی
سے ہے۔ انسان نہیں سے ذکر انہی کرنے کرتے رہاں کا پابند نہ اور نماز میں اسی ذکر کا اعادہ پڑھا

جس سے غور و فکر کی راہیں کھلیں اور نازی بار بار علت و کبریا کی کا دوسوا ایک اسی ذلت پاک کو
بانے کا قدر کرنے لگا جو نہ صرف اس نازی کا معبود ہے بلکہ تمام کائنات کا بے ہے۔

غار کی ابتداء دَتِ الْغُلْجُجْنِ سے ہوئی اور نازی جب رکاع میں پہنچا تو اس نے
عملی طور پر اپنی ذلت اور خدا کے قدس کی عظمت کا احترام کیا اور زبان سے تعزیریں وسیع
کا اقرار کرتے ہوئے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہا۔ اب اس جذبہ عبودیت نے اس کو اس قدر
سرسشار کیا کہ وہ فوراً اپنی ذلت کے آخری سرے پر پہنچ کر سرسبز ہو گیا۔ اُس نے زبان سے
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کا احترام کیا اور مٹوا دینا چاہتی تھی زمین پر رکھ دی۔

ناز میں نازی کی قرلی اور عملی حالت اس بات کی ظہر ہوئی ہے کہ نازی دَتِ
الْغُلْجُجْنِ کا پرستار اور اسی کا بندہ ہے۔ اب اس کی زندگی میں جو نمایاں اور متاثراتی پیدا
ہو تاخیر دی ہے وہ یہ ہے کہ مخلوق الہی کو نہ صرف اُنکے نیچے سے نیچے بلکہ اُن کے لیے وہ کلمہ
کہے جس سے حق کو مانا ہو، اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو نازی عظمت خداوند
قدوس کے سامنے اور تسبیح کے لیے نواز پڑھتے ہیں وہ بیکار ہیں۔ اے شاعر، اسلام
مسلّم اللہ علیہ وسلم نے اَدْبَرُكَ الْأَضْعَفُ قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے ۔

أَوَدَّيْتُ الْإِنْسَانَ يَكْفُرُ بِاللَّهِ فَإِنَّكَ الْإِنْسَانُ بَدِيعُ الْغَيْبِ
وَلَا يَحُصُّ عَلَى عِلْمِ الْغَايَةِ قَوْلٌ يَنْصِفُكَ الْإِنْسَانُ
فَمَنْ مَكَارِهِمْ سَأَلُوا الْإِنْسَانَ عَشْرَ مَرَّاتٍ أَنَّهُ وَتَعْمَلُونَ
الْعَمَلُونَ ۝ (الاحزاب: ۲)

ترجمہ: کیا آپ نے دیکھا اس کو جو جھوٹا ہے برا کہہ رہی ہے جو جھوٹا ہے
تیم کر، اور غیر مرغوب دینا کھانا کھانے کی سکیں کو۔ پس چاہت ہے

اپنی نمازوں کے لئے جو اپنی نماند سے غافل ہیں سو دکھا دیتے ہیں
اور دیکھتے ہیں بہتے والی چیز تک

(تفسیر القرآن)

سورۃ المؤمنین میں نمازی کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز کا پابند ہونے
پر نمازی کے دل میں حقیقتِ توحید اس قدر اسخ ہوجاتی ہے کہ وہ فی صَلَواتِہِ
تُحَاشِعُونَ لاصداق ہوجاتا ہے۔ اس میں خلقِ خدا وہی ہے جسے سلوک کی صفت
بیدا ہوجاتی ہے۔ وہ خلقِ خدا کو دکھائی دے جاتا ہے۔ کمالِ مخلوق، غیبتِ خدا، غفل
کو گناہ اور قتل کو جرمِ عظیم سمجھتا ہے۔

تعلیمات اسلامی کا پختہ حضرت کی ساری تعلیمات کا علم صرف اصل اسلامی
تعلیمات کا پختہ ہے اس لیے کہ دینِ اسلام وہ
پہیزوں سے عبارت ہے۔ حقوقِ اللہ اور حقوقِ العباد، حقوقِ اللہ کی تعلیم میں ذکرِ اللہ اور نماز
کی تعلیم شامل ہے اور حقوقِ العباد میں کسی انسان کو دکھ نہ دینا۔

بظاہر یہ آسان الفاظ ہیں مگر حقیقت ساری تعلیماتِ اسلامیہ کا خلاصہ میں حضرت
پہلی ہی منزل میں ان کی نشاندہی فرمایا کرتے تھے۔

رزقِ حلال اور ذکرِ اللہ اسلام میں اعمالِ صالحہ کی بہت تاکید کی گئی ہے۔
بجہ اعمال ہی کو کمالات کا باعث قرار دیا گیا ہے قرآن
عظیم میں ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر ہر جگہ ہر جگہ ہے مگر اعمالِ صالحہ اس وقت تک نہیں
ہو سکتے جب تک کہ انسان کا رزقِ حلال نہ ہو لہذا حکیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَاعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ

اپنی طبیعت کا حکم انبیاء صلیہ السلام جیسے مقدس گروہ کو بھی دیا گیا۔ تاکہ امت پر ان کی
اہمیت اور حرمت واضح ہو جائے مسلمانوں کو رزقِ حلال کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ وَاسْكُتُوا لَهَا
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهَا ذَاتُ رِزْقٍ ۝

”دوسرے الفاظ میں بکھرنا اور اندھ اور غلامی و رب کریم اس وقت تک نہ ہر کھلے گی
جب تک کہ رزقِ حلال نہ ہو گا۔ ایک حدیث میں سید الانبیاء کا ارشاد ہے۔

”بعض لوگ اللہ بچے کو کر کے اٹھائیں گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے

کہ ”کھاتے ہیں۔ مگر ان کا عمل مالی یہ ہے کہ کھانا حرام کا، لباس مرد
کا۔ تو ان کی دعا کیسے قبول ہو؟“

اسی لیے ولایت علی ستارچہ نبوت کے چرواہوں نے جویشہ رزق کے مسئلے میں فوری
احتیاط کر لیا۔ رزقِ حلال تیرہ کہنے پر فائدہ کنی کر لی کہ حرام اور حلال رزق کا تعین نہیں کیا
حضرت اپنے زمانہ میں اس مسئلہ پر سخت سے پابند ہے۔ اوائل عمری سے رزقِ حلال کھاتے اور
منقبہ رزق سے کنارہ کش رہتے تھے۔ حضرت نے ساری نعمتوں کا پورا پورا انفاذ میں فرمایا۔

”حاصل یہ تھا کہ اللہ کے پاک نام میں جیسا دعا سمیٹیں ہیں۔ ان میں سے

ایک یہ ہے کہ انسان اسوۂ اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاتا ہے اس

کے لیے علاج ہے کہ اگر عشرت کیا جائے اور پرہیز ہے کہ شہوانی

حرام سے بچا جائے۔

حرام کی نشر تکرتے ہوئے فرمایا۔

”حرام کی دو قسمیں ہیں۔ ٹھنڈا حرام مثلاً سوار کتنا۔ حقیقتہً حرام شہوانی

کا گوشت، بظاہر حلال ہے۔ اگر چوری کی ہوگی تو حقیقتاً حرام ہو گا؟
اور اس امر کی پابندی حضرت کو اپنے ہر دو شاخ سے ورثہ میں ملی تھی۔ ارشاد فرمایا۔
”حضرت دین پوریؒ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو کچھ بیکاریاں دیتے
تھے جس میں دنگ اور بیٹھا ہوتا تھا۔ اس میں حلال کے پیالہ اور
پانی ہی ہوتا تھا۔ یہ اس لیے کرتے تھے کہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت
کے پیٹ میں حرام کا لقمہ نہ مانے پائے حضرت دین پوریؒ خود دیتے تھے
ان کی وجہ سے ساری جماعت حرام سے بچ جاتی تھی؟

روزِ حلال کی پابندی اور ذکر کی برکت سے یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے کہ
ہیش منق حرام کو قبول ہی نہیں کرتا۔ بلکہ کھانے کے بعد فراتے ہو جاتی ہے۔

دیوبند میں ایک بزرگ تھے۔ جب کبھی حرام ان کے پیٹ میں چلا جاتا
تو فراتے ہو جاتی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ان کی دعوت کی اور ہر ممکن
احتیاط کی کہ کوئی حرام یا شبہ چیز نہ پہنچے پائے۔ اس شخص نے دعوت
میں کبھی بھی پانی کتے ہیں کہ جب اس بزرگ نے کبھر کھاتی تو فراتے
ہو گئی۔ تحقیق محل کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس مجلس کا وہ کبھی میں آتے
ہوئے تھا جب اس کا وہ دھواں رہے تھے تو اس نے پاس والی مجلس
کے چارہ میں سے غصہ لاسا کھایا تھا؟

حضرت کی ملکی اور ملی خدمات

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک ایک ثانیہ امن اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی روحانی تربیت میں بسر ہوا۔ جس وقت بھی دیکھتے ہیں حضرت کی مجلس میں قال قند وقال رسول اللہ کرہ رہتا تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اپنے اس خدمت میں کو تمام زندگی مشغول رکھا اور یہ نہیں بتایا اور نہ غریف و زوہف کے ہی تمکنتی ہوئے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے اس خدمت کا جو بارگاہِ اہلنی میں ہے اور حقیقت بھی ہے کہ اس سے بڑھ کر اجر کیا ہو گا۔

لیکن خدمتِ دین کے ساتھ ساتھ حضرت نے اپنے زمانہ حیات میں جو ملکی اور قلمی خدمات انجام دی ہیں وہ یقیناً آپ زور سے لکھنے کے قابل ہیں۔

غیر ملکی حکومت کو ترجمانِ سرے کا لے کر اور عوام میں مذہبِ عربیت و آزادی سید کرنے کے لیے آپ نے بڑے ہی مجاہد و اعزام و استقلال سے کام لیا ہے۔ جرمِ آزادی میں حصہ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھانی پڑیں مگر یہاں ہر سزا کے بعد ذوقِ جہم بڑھتا گیا۔ قتل اس کے کہ حضرت کی ملکی و قلمی خدمات جلیلہ کا سماں ذکر کیا جائے ضروری ہے کہ حضرت کا وہ شعر، ملی اور نسب نامہ، حریت انگلی صنوبر پر درج کر دیا جائے اس سے بخوبی اندازہ ہو سکے گا کہ ان کی انہماقی خدمات کے پس منظر میں کی نفوس قدسیہ کے نقوش درخشاں ہیں جن کو حضرت نے شعلِ راہ بنا کر حریت کا نعرہ بلند کیا اور ہر صیبت اور تکلیف کو بخند و پیشانی شک کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

شاہ عبدالعزیزؒ شاہ عبدالقادرؒ شاہ ولیچ الدینؒ شاہ عبدالعزیزؒ

شاہ اسماعیل شہیدؒ
(فرزند)

سید احمد علیؒ
شاگرد

شاہ محمد سعیدؒ
نواسہ

شیخ الاسلامیؒ شاہ محمد اسحاقؒ
نواسہ

شاہ اسماعیل شہیدؒ
مرید

شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ

امام ربانی مولانا
رشید احمد گنگوہیؒ

مفتی الاسلام مولانا
محمود قاسم نانوتویؒ

قطب ربانی شیخ الاسلام
حضرت مولانا محمد رفیعؒ

جگ آزادی

تحریک رتنی ردائی کے دو امام مراکز

شیخ الاسلام سلطان المارنہیں علیہ غلام محمدؒ دینی پوری	قطب انقلاب ابو الحسن شاہ سید تاج محمدؒ امروہی
--	--

امام انقلاب مولانا حبیب الرحمنؒ

قطب انقلاب امام الاولیاء
حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ

غالب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عداوتی کے حقوق ادا فرمایا ہے۔

عَلَمَاءُ شَرِیْقِ تَحَاثُّبًا سَلْبِیْ اِسْرَآئِیلَ

میری امت کے علماء بھی اسرائیل کے نبیوں کی مثل ہیں۔

یعنی جس طرح نبی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوم کو فروعی اور اس کی جماعت سے نہات دنانے کی ہر شش کی امداد کو احکام خداوندی پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی اسی طرح ہری امت کے علماء حق بھی قوم کی بنیادی دین کی ہر چیز کے لیے ضروری مل رہیں گے۔ تاہم علماء حق اس بات کی شام ہے کہ علماء کرام امداد دیا، نظام سے ہر فرد میں بہت کی دینی اصلاح اور تربیت کے ساتھ ساتھ ایسی ایسی خدمات بھی سرانجام دیں جو ان کی حقیقت فکر کے لیے مفید تھیں۔ امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہ سے لے کر سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل دہلویؒ قدس اللہ سرہ انہم کی خدمات ہمارے سامنے ہیں حضرت امام ابو دلیاء نے بھی قلمی خدمات کے سلسلے میں ما ان علیہ واصحابی کی بنیاد کو استوار رکھتے ہوئے ہر اس فتنے کا خاتمہ کیا جو سنت نبویؐ کے خلاف اٹھا۔ حضرت نے اشاعتِ سنت، تحفظِ ختمِ نبوت، اعتقادِ علی السلف، تحفظِ حدیث نبویؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں قائدِ خدمات انجام دیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ کی سیاسی خدمات بھی آپ سے لکھے جانے کے قابل ہیں آپ تقسیم سے قبل بیٹہ مرکزی جمعیت علماء ہند کی مجلسِ علماء کے رکن رہے تقسیم کے بعد جمعیت علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے۔

انجن حلیت اسلام کی سرپرستی میں ہر سے شامل تھے کہ چاہیں
حضرت رحمۃ اللہ علیہ انہیں کے عالم کہیں

بحیثیت عالم دین انجمن کی جنرل کونسل کے رکن مقرر ہوئے۔ اس کے بعد انجمن کے معاملات میں گہری دلچسپی لینے کی بنا پر ۱۹۱۷ء کو انجمن کے واٹس پر نئیویٹ چنے گئے۔ اس عہدے پر آپ تازیت فائز رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن حمایت اسلام کی ترقی کے سلسلے میں جو خدمات سرانجام دیں ان پر مختصر مگر سیکرٹری انجمن حمایت اسلام کی زبانِ قلم سے سماعت فرمائیے۔

مرحوم انارحوم و مغفور ضعیف العمری اور ناتوانی کے باوجود انجمن کے جدولوں میں شرکت فرما کر اپنے قیمتی شوروں سے انجمن کو مستفید فرماتے تھے۔
 بالخصوص ان مشاوریوں میں ہر دو حیسانیت کے سلسلے میں معتدروں میں
 مرحوم نہایت ہی اہمک کے ساتھ دیگر علما کے کام کے ساتھ صلاح مشورہ
 میں حصہ لیتے۔ آپ انجمن کے سالانہ جلسوں میں بھی تشریف لاتے اور
 اپنے راجحہ حسنہ سے مامعین کو فیض یاب کرتے تھے۔

مرحوم کی وفات سے انجمن کو کئی پسوؤں سے نقصان پہنچا ہے۔
 حضرت کے وصال کے دن انجمن کے تمام ادارے بند رہے اور مجلس علماء کے
 خصوصی اجلاس میں اہم الاودیاء کی ذات گرامی کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔

۱۹۳۱ء کے ادائی میں میٹنگ انجمنیئرنگ لالچ کے
 وقار رسالت کا تحفظ انگریز پریسل نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان
 میں بدنامی سے کام لے کر مسلم علماء کے جذبات کو مجروح کیا۔ جب انہوں نے احتجاج کیا
 لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ مجبوراً انھیں پرتال کرنی پڑی۔ چند ماہوں کے اپنی تنگ نظری
 اور کدھمی کی بنا پر انگریز پریسل کی حمایت پر اتر آئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ طلبہ کا احتجاج

نہ صرف بے اثر ہو گا بلکہ ان کا مستقبل بھی تاریک ہو جائے گا۔

حضرت روضۃ اللہ علیہ کو خیر برائی تو فرما ان کی حمایت پر کمر بستہ ہو گئے اور ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر ان کی امداد کی حضرت علامہ اقبالؒ بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے اور میدانِ عمل میں آ گئے۔ علیہ کی حمایت اور اعانت کے لیے ایک امدادی کمیٹی تشکیل کی گئی حضرت روضۃ اللہ علیہ نے اس میں سرگرم حصہ لیا۔ آپ کی قائدانہ صلاحیتوں اور بے پناہ قوتِ عمل نے اس وقت کو جسے حکومتِ دروغہ اقتدار سمجھتی تھی ایک تحریک کی صورت میں بدل دیا آپ نے جونِ جوانی اور اگست میں متحدہ ہندوستان پر فرمائش جس سے مسلمانانِ پنجاب میں جوش و خروش پھیل گیا۔ حکومت نے مولانا مہر شاکر کو دیا لیکن عوام کا بے پناہ میلِ قسم نہ سکا۔ ہاتھ بٹکتے کو تھکنا پڑا اور ۱۰ ستمبر ۱۹۳۱ء میں ایک تحریکی کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ علیہ کو باعزت و اہمیت دیا گیا اور حضرت مولانا احمد علیؒ اور دیگر امیرانِ قید و رنگ سے راکر دیے گئے۔

جماعتِ اسلامی کے متعلق میر جماعتِ اسلامی کے خصوصی نظریاتِ جملہ حضرت کا اصلاحی عمل اکابرِ علمائے حق کے ان قابلِ اعتراف ہیں جس پر علمائے وقت نے اپنے واعظانہ

اوقیانے میں کافی روشنی ڈالی ہے حضرت روضۃ اللہ علیہ نے اس باب میں مفصل و بھرپور کی اور امامِ اہلِ حق کے فرائض پر ایک ایک کر کے کتابِ فہرست کی روشنی میں تنقید فرمائی۔ اس سلسلے میں آپ کے مضامین اور پبلٹ شدہ تالیفات انہیں تمام اہلِ شیعہ و اہلِ اہلِ حق سے دستِ باب ہو سکتے ہیں حضرت روضۃ اللہ علیہ کی نظر میں حدودی صاحبِ حق خانہ اور ان کی بعض تحریریں نہ صرف یہ کہ گمراہیوں میں ملے

کتاب و سنت سے انسان کو دوسے جانے والی اور بہت بڑے خطرے کی گنجائش
میں۔

جس طرح سیدہ عالمہ رضی اللہ عنہا کے بارہ مبارک کو
فقہہ انکارِ حدیث خسرو پرویز شاد ایران نے چھاڑ کر اپنے جنسی مانے کا
ثبوت دیا تھا اسی طرح آج اسی کا ہم نام پرویز انکارِ کلام و سنت کر کے سیدہ عالمہ
رضی اللہ عنہا کے ہم و اقوال کو جو بخاری جیسی عظیم الترتیب اور بین الاقوامی
قبولیت یافتہ کتاب کی شکل میں ہے، کو نفی و کفر کے ساتھ تعبیر کر کے کئی ہزار بار
سیدہ عالمہ رضی اللہ عنہا کو کفر سے پرہیز کر رہے ہیں۔ علماء کرام نے انفرادی طور
پر تو اس کی تردید کی مگر اجتماعی طور پر ایک جیسی فیصلہ کرنے کے لیے خداوند قدوس نے
حضرت جی سے کام لیا۔ چنانچہ آپ نے ۲۹ جنوری ۱۹۹۲ء کو احوال سے صرف
۲۵ دن پہلے دیوال سنگھ کالج لاہور کے ایک عظیم الشان جلسے کی صدارت کی اور
صدارتی خطبے میں ارشاد فرمایا:-

”یہاں بہت سی تقریریں ہوئی ہیں لیکن کسی نے نہ تو بات نہیں کی
جو میں کہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ حکمِ حدیث منکرِ قرآن ہے بلکہ قرآن
خارجِ اسلام یعنی یہ ایمان ہے۔“

یہ دو پہلی ضرب تھی جو پرویزیت کے قطعِ زور پر لگی۔ اس کے بعد تمام علمی اور دینی
حلقوں نے اس فیصلے پر سدا کرتے ہوئے پرویزیت کی مخالفت کی۔
اس تاریخی اجلاس کے متعلق کوہستان ۲۹ جنوری ۱۹۹۲ء میں اعلان کیا گیا
اپنے تاثرات یوں پیش فرماتے ہیں:-

اور نیک کالج ۵ ہون کے دوران ہر مجھے ایک بہت بڑا معمول زد رنگ کا پوسٹر نظر پڑا اور میں ٹھٹھک گیا۔ پوسٹر میں اعلان کیا گیا تھا کہ انجمن ثقافت اسلامیہ خیال سنگھ کالج لاہور کے زیرِ اہتمام اسماعیلی امیر انجمن خدام الدین کی حاضرت میں، طاقت رسولِ شہدِ عقل اور خلیفہِ کسٹم کی شہادت کے موضوع پر ملک کے اہل علم و علم سے خطاب فرمائیں گے۔ اس پوسٹر میں نہ تو دراصل کفرِ ناشدہ، محمد کی کسائی، خدا کی زبانی جیسا کہ کوئی ڈرامائی فقرہ تھا اور نہ ہی اس کے ذرائع کو قریب نظر جانے کے لیے مختلف اور متضاد رنگوں سے فلمی پوسٹروں کی سی سچ و سچ بھنٹی گئی تھی۔ معمول زد کاغذ پر سہاٹ اعلان چھاپ کر دیوڑوں اور دھانڑوں پر چسپاں کر دیا گیا تھا۔

کسٹی صدارت پر سونا اسماعیلی روحی افزا نہ تھے۔ کرمی سنگھ کا روٹی کا ادا کرٹ دوسرے تھے۔ سربِ بغیہ ملکی فلائین کی پی گزی کی طرح بندھی ہوئی تھی۔ ایسی بغیہ دھمکی بیٹنے کو ڈھانچے جھٹکتے تھے۔ اٹھ میں عصا اور آٹھوں میں نام نہاد کی چمک فلمی سٹیج کے دائیں بائیں علماء کرام تشریف فرما تھے۔ طلباء اور مختلف خیال اور مختلف عادات کے اس کثیرِ ائمہ میں سے ڈھائی تین گھنٹے کسی کو سرگٹ سلکانے کی جرأت نہیں ہوئی کہ کوئی جھس میں سے اٹھ کر باہر نہیں گیا۔ سب پوری توجہ اور انصاف کے ساتھ علماء کے ارشادات سنتے رہے۔

غارِ حصر کے لیے عرصہ ہندی کر دیا گیا۔ کالج کے کان میں وہی بھپکھک نواز کا ہتھام کیا گیا۔ اذان دی گئی۔ کالج کے دوسرے کمرے میں بھی نازیوں کا بہت بڑا جرم جمع ہو گیا تھا۔ طلباء اور کلین شیوڈ ذوالِ حق درج حق تھے خصوصاً دخترِ شرع کے ساتھ نماز میں شامل بیٹھے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس قوم نے اپنے شاندار ترک کر دیا ہے۔

یہ نظر اس منظر کی بہت بڑی مصفا جو کزنہ سلی اسی آل میں پیش آیا۔ اس جیسے کے وقت ملک کی اذنی مرقی رہی۔ اکثر لوگ نماز پڑھنے کے لیے چلے گئے تھے اور گھر کی کمائی خد کی زبانی بیان کرنے لگا اپنی خلافت کے جوہر کا تار ہاتھ آج خلافت پیٹ دی گئی۔ تقریریں بد کردی گئیں۔ مگر دفون کا نہ پھیر دیا گیا۔ چھوٹے اور بڑے عالم اور جابلہ و ڈرھبوں کے اور فوجی خد سے منبے ل کر اُس میدان میں صفیں بنائیں جہاں تنظیم، ترتیب اور عمل کا پہلا سبق دیا جاتا ہے۔

ختم نبوت مسلمانوں کا اجتماعی اور دنیاوی عقیدہ ہے کوئی تحریک ختم نبوت شخص اس وقت تک دین و دین میں ہر کتا جب تک کہ
 حضور علی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلین کا اقرار نہ کرے مینا صدیق اکبر سے لے کر اب تک ہر کھوں فرزند ان اسلام نے اپنی ماٹوں پر کھیل کر اس عقیدے کی حاکم کی ہے مسلمان کے غیر میں یہ بات داخل ہے کہ وہ صاحب کا سامنا کر سکتا ہے جان کی بازی ہار سکتا ہے، خاک خون کے دریا میں نہا سکتا ہے مگر سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی اور حضور کی ختم المرسلین پر حرف آئے کسی ضرورت گوارا نہیں کر سکتا۔ اسی لیے شتائے میں مرزا غلام احمد دانی نے جب ٹھم بریں اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تو علانے حق سے اس کی جنگ من گئی۔ لیکن مرزا صاحب کو چونکہ حکومت برطانیہ کی سرپرستی حاصل تھی اور وہ قابضیت کو انگریزی حکومت کا خود کا شتہ پر داخل کرتے تھے۔ یہ پروا انگریزی حیدر اقدار میں علماء کی مخالفت کے باوجود کسی نہ کسی حد تک پروا ہی پڑھتا رہا۔

خصلت انڈی کے بعد جب ملک کا ٹولہ بٹھا تو قابضانوں نے پاکستان کو

اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ ان کی سرگرمیوں سے فرزندانِ اسلام کو تشویش لاحق ہوتا
 جو یہی امر تھا، چنانچہ انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر
 حاصل کیا گیا ہے اس میں رسول اللہ کے باغیوں کو پھینکے کی اجازت نہ دی جائے۔
 حکومت نے اس پیش کیا تو رفتہ رفتہ یہی مطالبہ تحریک کی ضرورت اختیار کر گیا۔ آخر
 ۱۹۵۳ء میں مسلمانوں نے علامہ اسلام کے شفقہ فیصد کے پیش نظر مرزا انیس کی سازشوں
 کو نام نہانے کی طرح سے منظم تحریک شروع کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت
 امیر شریعت دہلانا علامہ اللہ شاہ ہماری فواد اللہ مرقدہ اور دیگر اعلیٰ علمائے کرام تحریک کے
 روح رواں تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت بے باکی کے ساتھ تقابیر فرمائیں اور مسلمانوں
 کے جذباتِ خشنہ کو بیدار کیا۔ ان کے جذبہ غیرت و حمیت کو ہمیز لگائی اور نہ صرف
 عام مسلمانوں کو تحریک میں شریعت کی دعوت دی بلکہ خود بھی فیدہ بند کی آراء نشوں کو
 ہنس خوشی قبول کیا۔ لاہور کے گلی کوچے اور مغربی پاکستان کی نصاب بھی گواہ
 ہے کہ جب اس مردِ ویش نے دیوانہ وار مسیحی رسول میں ڈوبے گئے جذبے کے
 ساتھ اپنی گرفتاری پیش کی تو تحریک میں زندگی کی روح دوڑ گئی۔ مسلمانوں میں ایک
 وجدان پیدا ہو گیا۔ تحریک کا رنگ بدل گیا۔ عاشقانِ ختم رسالت اپنی جانیں تقبیل
 پر رکھ کر میدانِ عمل میں آ گئے اور زحانِ جنوری ختم المسیحی پر پروانہ وار شدہ ہوئے۔
 مسلمانوں نے قائدِ گرفتاریاں پیش کیں اور مغربی پاکستان کی حبیبین مسلمانوں سے ہم
 گئیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو باجوہ ویرانہ سالی کے جل میں طرح طرح کی تکالیف لگئیں

آپ کو دہریہ بھی دیا گیا مگر جسے اللہ کے اُسے کوں بچتے۔ آپ کے اپنے انتقامات میں رائی بھر غرض دآئی۔ بالآخر حکومت ٹھیک گئی اور حضرت جتہ اللہ علیہ کو رہا کر دیا گیا۔

قلبِ عالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری فرماتے تھے کہ اہم کا دیا حضرت لاہوری کا تحریک میں شامل ہونا اور گرفتاری پیش کرنا ہی دراصل تحریک کی کامیابی تھی۔

تقسیم ملک کے بعد جمیۃ العلماء ہند نے فیصلہ کیا جمعیۃ العلماء اسلام کا قیام کر جمیۃ کے جو ارکان پاکستان میں رہتے ہیں وہ اپنی الگ جماعت بنائیں۔ ان کا اب جمیۃ علماء ہند سے کوئی تعلق نہیں اس پر حضرت نے حضرت مدنیؒ کی خدمت میں ایک عرض لکھا کہ جن حضرات کے اس کے وابستہ ہو کر ہیں قیامت کے دن نجات کا بھروں مسخا، انھوں نے ہی نہیں الگ کر دیا۔ یہ عرض لکھو بات شیخ الاسلام میں چھپ چکا ہے اور سندرجہ ذیل حضرت کا جواب بھی چھپ چکا ہے۔

شیخنا الحرم زید حبیبکم۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ واللہ اعلم بالصواب
سزا سزا ہی ہوا۔ سندرجہ ضامین سے سخت متاثر ہوا۔ محترم ابیکار کے علاوہ کسی شخص کے انجودو علم اور اس کی لمبری پر معروف ہے جس پر آپ متاثر ہوتے ہیں۔

تلاوا اللہ ہم اور آپ حضرت شیخ ابنہ قدس سرہ العزیز کے مدد کے دیوہ گزار
اس بار خواہ نامش میں۔ یہ روحانی تعلق کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔ اگر اسی سبب سے بھی
جو بائیں ترکیا ہے۔ ہماری ارواح ایک ہی دربارِ نور بار کی ماضی رہاں میں۔ آمین

گھر کے لوگوں اور صاحبزادوں اور دیگر احباب پر بیانِ مہل سے سلام سنوں مگر
کوہیں۔ دعوتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

عجب اسلاف حسین احمد قمرؒ

از دارالعلوم دیوبند سرورِ پنج اشرافیہؒ

نوٹ :- یہ خط حضرت نے فرم میں لکھا کرتے نظر آئے اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔

جمعیۃ العلماء اسلام پاکستانی علماء کی تنظیم کو نے کے لیے ۵-۱۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء

کو سندھ سرحد بلوچستان کراچی پنجاب بنالہ پور و غیرہ اضلاع
کا پہلا اجلاس ملک سے ۱۰۰۰ اہلِ فہم و علم کی مجلس شاورت منعقد ہوئی

جس میں اتفاق رائے کے بعد حضرت ہی مرکزی جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے صدر

منتخب ہوئے اور آخر تک اس عہدے پر فائز رہے۔ مجددِ تہذیبی حضرت کی راہنمائی

میں صرف ایک سال کے قلیل عرصہ میں مغربی پاکستان میں تقریباً تین سو تالیفات جمعیۃ

علماء اسلام کی قائم ہو گئیں اور علماء اسلام نے جون ۱۹۵۷ء سے اپنی ترجمان ترجمان اسلام

شائع کرنا شروع کیا جو آج تک جاری ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام نے حضرت کی سرپرستی میں جو منشور و قرب کیا تھا اس کی انابت

سے ماہِ اسلامی کو روشناس کرانے کے لیے اس کا خلاصہ سہج کیا جاتا ہے۔

انتخابی منشور

پاکستان میں عادات و رسوم پاکستان میں اسلامی عادات و نظام کو قائم کرنا

اسلامی نظام کا قیام جس سے باشندگانِ پاکستان ایک طرف

انسانیت کش سرایہ دہری اور دوسری طرف الہامی آفرین شریکیت کے مضرات سے
محفوظ رہ کر فطری معاشرتی نظام کی برکات سے مستفید ہو سکیں۔

(ب) سریانی اور قومی اہلسیوں کو خاص اسلامی اہلسیوں بنانے کی جدوجہد کرنا۔

موجودہ منظور شدہ ملکی دستور کو صحیح معنوں میں اسلامی دستور بنانا اور

دستور پاکستان اس سے مخالف اسلام اصول و دعوات کو خارج کر کے قوانین

اسلام کے مطابق کرنا مثلاً اس دستور میں غیر مسلم و مرتد کو نام کلیدی اساس میں جٹی کہ

وزارت عظمیٰ تک کے لیے فائز نہ بنے کا حق دیا گیا ہے محکمہ یہ میں سب جج سے

یے کہ چیف جج تک کے اہم اور مرتد اور حملوں پر غیر مسلم اور مرتد کے فائز ہونے کا

حق تسلیم کر لیا گیا ہے اور ہر پاکستانی کو کافر و مرتد بننے اور بتائے کی اہلیت دی گئی ہے۔

صد وجہ یہ کہ مرزائی نہ ہونے کی تصریح نہیں کی گئی۔ اس طرح تمام

غلط اور غیر اسلامی دعوات کو بدل کر دستور کو قرآن و سنت کے مطابق بنانا۔

(۱) پاکستان کی خارجہ پالیسی دیکھنا۔
پاکستان کی خارجہ پالیسی کو قتل طور پر آزاد

(ب) مسلم ملک کے ساتھ اسلامی دستاویز تعلقات کو مستحکم بنانا۔

(ج) غیر مسلم ملک کے ساتھ سیاسی و اقتصادی اور دیگر تعلقات کو اس درجہ

قائم کرنا جس سے پاکستان کی آزاد خارجہ پالیسی قطعاً متاثر نہ ہو۔

(د) دنیا کے دو مستحاب طاقتوں کی جنگ سے پاکستان کو امید دیکھنا اور ملکی دفاع

اتحاد اور سالمیت کے لیے زیادہ سے زیادہ کمک کو تیار کرنا

امور داخلہ۔ عدالت ان ملک میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کرنا۔

۱۱) علوم مشرقی کی ترویج

(۱) ملک کے مختلف حصوں میں صنعت پیداوار پر شغافانے قائم کر سواران میں
صحت و دواؤں کی فراہمی کا انتظام کرنا۔

(ب) ایسی ایرانی طریق علاج کی تہت افزائی کرنا۔

(ج) علاج و دوا سازی میں ملک کو اپنی ضروریات میں خود کفیل بنانا۔

(د) قیام امن و قیام امن تحت جان و مال اور مخالفت غلط نادر کے لیے ایسی
تدابیر عمل میں لانا جس سے ملک ہر باشندہ باطمینان زندگی بسر کر
سکے اور آئندہ امن کے حالات و واقعات کا خاتمہ ہو سکے۔

(۱۱) ایسی تدابیر کو عمل میں لانا جس سے ہر پاکستانی اپنی ضروریات حیات کو
معاشیات کم از کم قیمت پر خرید سکے اور ہر شخص کے لیے بہت سبب روزی کے
مواقع فراہم کرنا۔

(ب) ملک میں جہاں کہیں کسان اور مزاحم پر خلاف انسانیت و کلام بد ہے وہاں
ان کا مکمل متبدل کرنا۔ اور ملک مزاحم سرزد اور کارخانہ دار کے نزاعات کو شرعی روشنی
میں ختم کرنا۔ نیز برطانوی عہد کی باگیر دہری کا خاتمہ کرنا۔

(ج) تمام بیجا سرکاری عمارت کو ختم کرنا اور آمدنی کا زیادہ سے زیادہ ہر شخص ملک کے
غریب اور صرف کرنا۔

(د) ملک کے وسائل معاش و ذراعت و صنعت و حرفت و تہذیب کو ترقی دینا۔

(۱۲) اپنی اندر علاقوں کی تباہی کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرنا۔

(۱۳) شرعی حکام کے مطابق ان لوگوں کی ضروریات زندگی کو سرکاری خرچہ سے

منت مٹیاں مگر کتساب رزق پر قادر نہ ہوں۔

رزق محنت پیشہ طبقہ کے حقوق کا تحفظ کرنا۔

(ج) ملازمت کی تنخواہوں میں ایسا صحیح تناسب قائم کرنا جس سے تیسرے درجے کے ملازمین کی تنخواہوں کی ضروریات زندگی کی تکمیل ہو سکے۔

۱۱) ملک میں بیچائی، خریدائی، فحاشی، رقص و سرود اور فحش نشر و
معاشرت شراب نوشی اور ناکاری وغیرہ تمام مخرب اخلاق اور کو خلافِ اذان
قرار دینا اور ملک کے نوجوانوں میں مردانہ صفات، بہادرانہ جذبات اور اعلیٰ اسلامی اخلاق
پیدا کرنے کے لیے تمام تدابیر کو عمل میں لانا۔

۱۲) ہسکرات کے تمام اقسام کے استعمالی کو ختم قرار دینا۔

(ج) اخبار بازی اور سود کی تمام صورتوں کو ختم قرار دینا۔

(۱۲) پاکستان کی مسلم دنیا کو شلج کرنا، کشمیر اور ہندوستانی کے مسائل حل کرنے کے
لیے قوم کی مختلف سیاسی اور غیر سیاسی پارٹیوں کے شوئے سے پروگرام طے کرنا۔

۱۳) مواصلات مثلاً ریلوے بہوں، ڈاک، ٹیلیفون، تار میں تمام
مواصلات سوجھ بوجھ اور تکالیف کو کم کرنا۔ دیہاتی اور قصبائی باشندگان

ملک کے لیے نقل و حرکت کی ہر طرح سہولت بہم پہنچانا۔

۱۴) صوبائی اور نسلی تعصب کو ختم کرنا۔ علاقائی حقوق کا تحفظ
ملک میں یک جہتی اور مابین کی یکجہتی اور حقوق کو ہائیڈام کے معاوضہ کا احترام

و علاقائی حقوق اور ملک کی مزدگالی کا ازالہ۔

۱۵) شہری آزادی۔ پاکستان میں ہر شہری کو تقریر و تحریر اور اجتماعات و دیگر حقوق

شہریت کی شرعی حدود کے اندر ضمانت دینا۔

اقلیت پاکستان میں شرعی روشنی کے ماتحت غیر مسلم اقلیت کی جان و مال عزت و اکبر کی حفاظت اور ان کی مذہبی رسوم کی آزادی اللہ سدا کا تحفظ۔ تاہم ان کی سرگرمیوں سے مملکت اور مسلم حقوق کو خطرہ لاحق نہ ہو۔
 انسداد و ارتداد۔ فقہ مرتداد و مزناہیت و عیسائیت و غیرہ کا مکمل انسداد
 یہ جو بھائی انتخابی خسر بھائی بھائی مجلس عالمہ مرکزی جمعیتہ علمائے اسلام
 مغربی پاکستان منظور ہوا۔

جہاد کشمیر میں حضرت کا حصہ کشمیر کی جنگ میں مجاہدین کی کمی نہ تھی مگر جہاد کشمیر میں حضرت کا حصہ تو سامانِ حرب اور دیگر ضروریات کی جس کے لیے سرمایہ کی ضرورت تھی حضرت، اس جہاد میں حصہ لینے کی خاطر نذرانوں پڑے کی وہ رقم جو شیر نواز اور کرامین جمع ہوئی۔ خود سے کروانہ ہر گز اور اس وقت کی ذمہ داری شخصیت کے سپرد کر دیتے۔ اس کا واپسی پر باقاعدہ اعلان کر دیتے شب روزاہمیت جہاد کا ذکر ہوتا۔ فرماتے۔ دل کی تنہا ہی ہے کہ دُکروں کے مقابلے میں فرنٹ پر پہنچ کر صاف آئل میں شریک ہو جاؤں۔ سینے میں گولی لگے اور شہادت نصیب ہو جائے۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ مجاہدین کی ضروریات کا میٹر کارنا زیادہ ضروری تھا۔ اس کام میں حضرت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

آدہ کشمیر میں سربراہ محمد یوسفؒ اور کمال علی سید علی احمد شاہ کی کوششوں سے اتفاقاً کام جاری ہوا کہ ہر تحصیل میں مفتی اور ضلع میں مفتی اور اپر ٹوہانی مفتی ہو، تاکہ موجودہ نظام کو اسلامی نظام کے قریب تر لایا جاسکے حضرت کو حلال اور غیر حلال

کی مداح و سپرد کے لیے غفر باد و موت دی گئی حضرت پنچے تو وہاں آپ حکومت
آؤ کشمیر کے مہمان تھے لیکن اپنے دیرینہ عقیدت مند غازی خدا بخش صاحب کے
مید کو لڑ پڑ بھی تشریف لائے جو وہاں اس وقت آزیری کمیشن بطور سول
آفیسر کام کر رہے تھے۔

آؤ کشمیر میں مقیموں کے تقرر کے طریق کار کو حکومت کشمیر نے آپ کی
صوابدید پر چھوڑا۔ آپ نے امیدواروں کا تحریری امتحان لیا اور ان کا انتخاب فرمایا۔
ان کو گزٹڈ آفیسر کی حیثیت دی۔ اس میں آپ کے ساتھ کرنل علی احمد شاہ بھی شریک تھے
مسک میں استقامت حضرت ابداسی سے عقیدہ آؤ دیندی اور مسک
کے اعتبار سے بھی دیندی تھے۔ علی اور مسک
معات میں جو طرز عمل اکابر علماء ہند اختیار کرتے وہی حضرت اختیار فرماتے اور یہ قدم
صرف مذہبی عقیدہ نہ جوتا بلکہ علی وجہ بصیرت ہوتا

جب مولانا جمیل اللہ سندھی ^{۱۹۳۹}ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے اور اپنے
ساتھ ایک خاص فقہانی پروگرام لائے اور اس کو علماء ہند کے سامنے پیش فرمایا تو علماء ہند
نے اس کو بعض امور سے غیر پسندیدہ قرار دیا۔ اس وقت باوجودیکہ حضرت کی بڑا مانگ
سے اس قدر عقیدت تھی کہ حضرت سندھی کے جوتے اٹھالیا کرتے تھے مگر اس کے
باوجود چونکہ بحینہ علماء ہند نے حضرت سندھی کا مشورہ ماننے سے انکار کر دیا تھا اس
لیے آپ نے بھی حضرت مولانا سندھی کے ساتھ ہمزائی نہ فرمائی بلکہ اسی مسک کو حق
کھا جو علماء ہند کا پسندیدہ تھا۔

عظیم الشان تجدیدی کارنامہ

خدمتِ قرآن حکیم حضرت کے تجدیدی کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ قرآن حکیم کی خدمت میں قرآن حکیم کی خدمت ہے جس کے تمام شعبہ پر حضرت نے پوری منت کی۔ درس قرآن حکیم، مآخذ و حفظ کا اہتمام ۱۳۵۵ھ میں شروع کیا گیا تھا جو آج تک جاری ہے۔ اس میں تھوڑی کو حفظ اور ناظمہ قرآن حکیم پڑھایا جاتا ہے۔ مغربی پاکستان میں تجوید اور ترکیب کی ابتدا حضرت ہی کی توجہ سے ہوئی۔ غیر منقسم ہندوستان میں دیوبند، سارنپور، لکھنؤ، پانی پت اور بعض دوسرے مقامات پر تجوید کا کام ہوتا تھا مگر سرحد، پنجاب، سندھ وغیرہ علاقوں میں ترکیب اور تجوید کا باقاعدہ فن موجود نہ تھا سب سے پہلے حضرت مولانا حراثہ نے اس مقدس اور ضروری کام کو شروع کیا جو آج پاکستان میں تجوید القرآن کی شکل میں ترقی پا رہا ہے۔

۱۹۱۵ء یا ۱۹۱۶ء میں حجاب میں لاہور کے اسلامیہ ٹی سکول بالقابل مسجد لائن سبھان خاں میں بڑھ راتھا حضرت کے دس سالہ حبیبہ نے جس میں ایک بچے منظم نامی نے قرآن حکیم کی چند آیات با تجوید تلاوت فرامیں جن کا مجھ پر دور میرے مرحوم والد شیخ حبیب اللہ رحمہ اللہ پر اتنا اثر ہوا کہ ہم نے قرآن حکیم کی عظیم خدمت کرنے کا عزم لاد کر لیا۔ انجمن حمایت اسلام کے اجلاس ۱۹۳۳ء میں ہم نے اپنے خراج سے دارالقرآن تعمیر کیا اور ایک قاری مقرر کیا جس نے آج مسجدِ تعالیٰ میں چل رہا ہے۔

ہندوستان بھر کے مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل طلباء، لیے جاتے ہیں، حکیم رضاک
یہ درس شروع ہوتا ہے۔ ان داخل مہینے کے واسطے حضرات کو تین ماہ میں سائنس قرآن حکیم کی
تفسیر پڑھا دی جاتی ہے۔

اس درس میں مندرجہ ذیل چیزیں خاص طور پر ملحوظ ہوتی ہیں۔ سولہ خصوصی سے قواعد
کتبہ کا استنباط (واقعات جزویہ سے قواعد کتبہ کا استنباط)، ربط آیات، ہر کراخ کا ملاحظہ
مضمون، ہر صورت کا خلاصہ مضمون، اقتصاد، سیاست، اخلاق، دیہاتی مسائل کا بیان
جو قرآن حکیم میں ہے۔

یہ درس روزانہ دو تین اور بعض اوقات چار یا پانچ گھنٹے تک ہوتا ہے۔ روزانہ
سبق سے پہلے استخوان ہوتا ہے اور سبق کے بعد کراخ سبق کا دہرائی ہوتا ہے اور
جو کچھ طالب علم نسا ہوتا ہے اسے قلمبند کرنا بھی لازمی ہوتا ہے غرضیکہ ایک قابل
اور محنتی طالب علم راست اور دل میں سوائے سونے اور ناز و غیرہ کی ضروریات کے سارا
دن اسی کام میں مصروف ہوتا ہے تب کہیں اپنے مخدومہ فراموش درس سے عذر ہوا
ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْنِي عَنْهُ آخِرُ الْمَخْسِينِ
بلکہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر مانع نہیں فرماتا۔

تین ماہ کے بعد یہ طالب علم اس قابل ہو جاتے ہیں کہ وہ بالحد سائنس قرآن حکیم
کے مضامین کو ایک گھنٹہ بصیرت سنا سکتے ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے اس
جامعت میں تمام صوبہ جات ہند اور ریاستوں کے طلبہ شامل ہوتے تھے۔ ان کے
لکھنؤ، بیرون ہند کے طلبہ بھی جن کو پاسپورٹ مل جاتا تھا وہی میں شامل کر لے
جاتے تھے۔

درس خاص الخاص درس خاص سے تاغ ہونے کے بعد علیہ السلام پر تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے انھیں پیارام میں فلسفہ شریعت اور حکیم اُستاد مجدد العصر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کی حجرۃ اللہ الباقیہ پر حاضری جاتی تھی۔

سنہ ۱۲۹۴ میں بعض اصحاب کے اسرار پر حضرت نے تجلّی اللہ تعالیٰ کا درس شروع کیا۔ اس درس کی خصوصیت یہ تھی کہ بندہ کرسی میں ہوتا تھا اللہ ہی کو گنہگار کہہ سکتے تھے یہی کو اس کے لیے چن دیا جاتا تھا یہ درس حضرت کی زندگی تک جاری رہا اور اس میں حسب ذیل حضرات شریک ہوتے رہے۔

۱۔ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب دست بکا تتمہ، فاضل دیوبند، مختلف کلمہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۔ مولانا عبداللہ صاحب مدنی ایم۔ ایسے محدثین اسلامیات پنجاب دیوبند

۳۔ چودھری عبد الرحمن خاں صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

۴۔ مولانا بشیر احمد صاحب بی۔ اے

۵۔ چودھری عطاء اللہ خاں صاحب بی۔ اے

۶۔ حافظ فضل الہی صاحب ایم۔ اے

۷۔ مولانا قازی محمد بخش صاحب فاضل

۸۔ مولانا عبد العزیز صاحب مروج الملک الملک الملک الملک

۹۔ ڈاکٹر عبد الطیف صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ بی۔ ڈی۔ ایس

۱۰۔ مولانا سیف الدین صاحب ہماری فاضل اردو

۱۱۔ محدث قبول عالم صاحب لیٹائے نشی فاضل
 اس درس میں عوام میں سے کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک دن حضرت
 نازک کے بعد چھوٹی مسجد کے عقب میں توجہ لگا دینے کا درس دے رہے تھے کہ ناٹھی
 زادہ حسین صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ عالم شال زیر بحث تھا۔ انھوں نے بحث کی
 کی تو فرمایا کہ دُعا بیٹھ جائیں۔ درس سے فراغت کے بعد یہاں آئیں۔ ایک مولوی
 صاحب نے جو قاضی صاحب سے واقف تھے ان کا تعارف کرایا تو پھر یہاں بویا۔
 اور فرمایا: یہ علوم و معارف عوام کے لیے نہیں جوتے اس لیے ان کو یہاں نہیں
 آنے دیا جاتا۔

قرآن کریم سے بے پناہ عشق حضرت کو قرآن حکیم سے اس قدر عشق تھا
 کہ بڑے سے بڑا مصدر اور واقعہ بھی
 اس پر اند لڈ لڈ نہ ہو سکا۔ خواجہ نذیر احمد صاحب، محمد نگر لاہور راوی ہیں کہ ایک روز
 حضرت سب مولوی صاحب قرآن مجید کا درس دے رہے تھے کہ مولوی حبیب اللہ صاحب
 تشریف لائے اور حضرت کے کان میں کچھ کہہ کر چلے گئے۔ بقول مولوی حبیب اللہ صاحب
 لائے اور کان میں کچھ کہہ کر چلے گئے۔ اسی طرح تیسری بار تشریف لائے اور کان میں
 کچھ کہا۔ مگر درس بدستور جاری رہا۔

کچھ دنوں بعد میں نے مولوی حبیب اللہ صاحب سے دریافت کیا کہ اس روز کیا
 بات تھی اس سے پیشتر ایسا کبھی اتفاق نہیں ہوا کہ کوئی شخص دو بار درس حضرت
 کو پیغام دینے آئے۔ انھوں نے فرمایا: حضرت کی ایک چھوٹی ٹیج بیٹھا تھی۔ پہلی بار
 اس کی نازک حالت کی اطلاع دینے آیا تھا۔ دوسری بار یہ کہنے آیا کہ صرف چند من

باقی ہیں۔ دیکھ لیجئے اور تیسری بار چند لمحوں کے بعد اٹھارہ دینے آیا کہ تہی فوت ہو گئی ہے؟ سبحان اللہ کیا صبر تو نبی تھا کہ تہی فوت ہونے پر بھی دس قرآن مجید بدستور جاری رہا۔

(۲) ایک عرصہ بعد۔ دوسری جہاں سال صاحبزادی کا رات کو وصال ہوا مگر اس کی اتھارہ اور نماز جنازہ کا اعلان اس وقت تک فرمایا جب تک اسے صبح معمول صبح کے درس قرآن حکیم سے فراغت نہ پا چکے درس سے فراغت پر اجاب اور متعلقین کو اس واقعہ کا علم ہوا۔

(۳) ۱۹۳۶ء میں حضرت کچ کوثر رفیع سے گئے سندھیا شمیم کہنی بیٹی کے جہاز امیں۔ امیں انگلستان پر آپ بھری سفر کر رہے تھے۔ مگر اس سفر میں ہی آپ نے دس قرآن جاری دکھا اور اس کے لیے اتنی مشقت برداشت فرمائی کہ حجاج کرام میں سے سندھی حضرات کی درخواست پر سندھی زبان میں اور فارسی زبان حضرات کی درخواست پر فارسی زبان میں بھی دس دیتے رہے۔ حضرت نے اس سفر میں سات دن تک ایک لغت تک تناول نہ فرمایا کہ جہان کے مطبخ کے لازم سب کے سب بے فائدہ تھے حضرت کی متعدد بار فرمائش پر بھی انھوں نے ناز نہ چڑھی اس لیے آپ نے کھانے سے پرہیز فرمایا۔

(۴) کشمیر ایجنسی ٹرین کے دوران آپ نے قائمہ نہ شرکت فرمائی۔ آپ کو اس پاداش میں عمان ڈسٹرکٹ ہسپتال میں نظر بند کر دیا گیا۔ حضرت وہاں بھی دس قرآن دینے کے لیے تپ تھے مگر کوئی مسلمان اس دلدل میں موجود نہ تھا۔ آخر ایک ہندو گر بکریٹ ہی کو آپ نے دس قرآن دینا شروع کیا۔ جس دن اس کے

سامنے یا اتیاناس کی تفسیر بیان فرمائی تو وہ دہو میں لگی اور صداقت قرآنی کا معترف بن گیا۔

⑤ بار بار ایسا ہوا کہ شدید علالت کے باوجود دس قرآن حکیم کا نافرذ فرمایا ایک دفعہ سنہ ۱۹۶۰ء کے رمضان المبارک میں اس قدر شدید میل ہو گئے کہ رات بھر بھر میں قیام فرمایا۔ ہمال بہتے رہے سینہ اور کمر پر پائیاں باندھ رکھی تھیں ڈاکٹر کو لے بات تک کرنے سے منع کر دیا مگر جب سحری کا وقت آیا تو حضرت نے بڑی مشکل سے انتہا جسنت میں سحری کی نیت سے چائے کی ادھی پیال نوش فرمال۔ صبح کی ناز کے لیے معتدین کو مار لائے مگر ناز کھڑے ہو کر ادا کی اور پھر دس عروسی حسب معمول دے کر علمائے کرام کے دس خصوصی کو اسی طرح جاری رکھا گیا کہ حضرت میل ہی نہیں۔ دو ڈرک فضل اللہ دتہ منیشاوا اور دس کے بعد پھر اسی طرح میل ہو گئے۔

چونکہ حضرت کو قرآنی تفسیر اور دس قرآن حکیم سے غلغلہ نہ ہوا تھا اور عفت اور عیش تھا جس کا یہ اثر تھا کہ ہر ایک دفعہ بھی حضرت کے دس میں شریک ہوا برکات سے خالی نہ گیا۔ اس دس نے کئی خوش فہمیوں کو معرفت سے آگاہ کیا اور کئی بدکردار اللہ کے محبوب بندے بن گئے۔

حضرت کو قرآن حکیم سے جو امانت تعلق خواہ تین میں دس قرآن مجید تھا اس کی بنا پر حضرت نے خواتین کے لیے دس دینا شروع کیا جن کی ابتدا میاں غلام حسین صاحب موجودہ ناظم انجمن خدام تین کے مکان واقع علم گرونگ لاہور میں ہوئی۔ یہ دس ان ہی کے مکان پر

دوسرے سے زیادہ عرصہ تک جاری رکھا۔ یہی درس بعد میں مدت البنائات کی شکل میں لاہر ہو گیا جس میں مقالات و تقریریں یافتہ خوش نصیب تہذیب میں منجوں نے حضرت سے درس قرآن کا شرف حاصل کیا۔ دوسری بچوں نے اپنے اپنے مکانات پر درس قرآن جاری کر دیے۔

حضرت قدس سرہ العزیز کی یہ فکر بھی درس قرآن میں لحاظ رکھنا طبعاً حاصل تھا کہ آپ مخاطب کے حالات کے مطابق اس سے کلام فرماتے تھے۔ چھ ماہ درس قرآن حکیم میں اس امر کا پورا لحاظ فرمایا کرتے تھے۔

مجمع کا درس عمومی و غلطی شمل ہوتا تھا۔ اس میں زیادہ تر تقریری ارشادات ہوتے۔ آپ نہایت آسان اور سادہ الفاظ میں درس فرماتے تھے۔ اُن سے وَلَقَدْ يَكُونُ الْقُرْآنُ فَهْلًا مِنْ مُعْذِرٍ كَوْ كَيْ عَلَى تَفْسِيرِ ظَاهِرِهِ بَوَاتٍ۔ اگرچہ اس درس میں بھی علمائے کرام اور متقی حضرات بیٹھے مگر حضرت کا دُعا سے سخن عام تذکیر کا تھا کرتا تھا۔

علماء کے درس میں آپ کا دُعا سے سخن انہی کی طرف ہوتا تھا۔ اُن کے علوم و ہنر اور اہم سیول اور اہم راغب اصنافی کی تعلیمات کا پتہ زبان بہر اہم

مستتم دارالعلوم ندوۃ العلماء کا بیان ان درسوں کے بارہیں مستم دارالعلوم ندوۃ العلماء کی بڑی تر کلام اسلامی کے مکرر مکرر علماء اہل احسن ملی ندوی کا بیان ملاحظہ ہو۔

”رازم السطور کو مولانا کی خدمت میں ۱۹۲۹ء سے نیاز حاصل تھے اور مجھے

آپ سے ملنے تلخ اور باطنی تعظم دونوں کا شرف حاصل تھا۔ مولانا نے تقریباً نصف صدی قرآن مجید کی خدمت و اشاعت اور دینی و عورت و اصلاح کا کام کیا اس باب میں ایسے انہماک، شغف و محنت، شبانہ و استقامت کا ثبوت دیا جو بغیر اعلیٰ درجہ کی عزیمت، یقین و طبیعت اہل و عافی قوت کے مشکل ہے۔ جب انگریزی حکومت نے ان کو دہلی سے جلا وطن کر کے اجماع دہ مولانا مبدلہ مہاجر سندھی کے باشندین کی حیثیت سے قرآن مجید کے مضامین کی اشاعت اور جہاد حریت کی تلقین کر رہے تھے، اچانک ہونپا یا تو آپ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر دس قرآن کا آغاز کیا۔ رفتہ رفتہ آپ شیر انوار دہ لڑنے کی اس مسجد میں منتقل ہوئے جو لاشن الی مسجد یا سبجان خاں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ اس مسجد کا مسقف چھ نہایت مختصر تھا۔ رفتہ رفتہ آپ کے درس نے شہر میں عام مقبولیت حاصل کرنی شروع کی اور پھر وہ پنجاب کا سب سے بڑا درس قرآن بن گیا۔

جہاں تک ہم کو معلوم ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے پنجاب میں دس قرآن کا ذوق عام ہوا اور جگہ جگہ اس کی بنیاد پڑی۔ یہاں تک کہ کسی بڑی مسجد اور پڑھے لکھے مسلمان محلے کے لیے دس قرآن ایسا ضروری کام ہو گیا جس کے بغیر مسجد آباد اور خلیفہ کا میاب اور غنیہ نہیں سمجھا جاتا۔

معمولاً آپ کے درس کے دواؤں اوقات تھے۔ ایک فجر کی نماز کے بعد چوبیس بجے عام درس بن گیا تھا۔ اور ایک مغرب کے بعد یہ انگریزی دن طے اور کاجوں کے طے کے لیے مخصوص تھا۔ اس درس میں صرف مسجد کے دن نامہ پڑتا تھا یا جب مولانا سفر میں ہوں اس کے علاوہ چھٹی یا نامہ کاکولی دستور نہ تھا۔ بعض اوقات مگر

میں حیات رکھی ہوئی ہے اور مولانا اپنے درس کا معمول پورا فرما رہے ہیں۔ درس کے بعد عاؤش کی اطلاع دیتے ہیں اور لوگ میت کے جنازہ میں شریک کرتے ہیں۔ آخر شعبان سے ایک نئے درس کا اضافہ ہوتا ہے یہ مولد کرام کی کلاس کہلاتی تھی۔ یہ آخر شعبان سے شروع ہو کر غالباً آخر شوال میں ختم ہوتا تھا۔ یہ درس تین تین چار چار گھنٹے جاری رہتا تھا۔ مولانا کا معمول تھا کہ پہلے امتحان پتے پھر سبق پڑھاتے۔ اس درس میں صرف مدارس عربیہ کے فارغین اور آخری درجوں کے مستعد طالب علم لے جاتے تھے۔ ان کی تعداد معمولاً پچاس اور سو کے درمیان ہوتی تھی۔ آخر میں امتحانی امتحان ہوتا تھا اور پھر کسی صاحب نسبت بزرگ کے ہاتھ سے سندیں دی جاتی تھیں۔ یہ سند طبع و ہوتی تھی۔ اس کا ضمیمہ عربی میں حضرت مولانا محمد انور شاہ کا لکھا ہوا ہوتا تھا اس پر حضرت شاہ صاحب، حضرت مولانا حسین احمد صاحب دہلوی، مولانا شبیر احمد صاحب مٹھانی اور غالباً حضرت مفتی محمد نجف صاحب کے دستخط ہوتے تھے۔

اکابر علماء دیوبند کے اس مندرجہ دستخط ہونا اس بات کی دلیل تھی کہ حضرت کا دینی قرآن حکیم تمام علماء کرام کے ہاں تسلیم ہے۔ آپ جو درس دیتے ہیں وہ سب کے ہاں صحیح ہے۔ انقل سند سامنے سفر پر ملاحظہ ہوا۔

ترجمہ قرآن حکیم حضرت کا ترجمہ و معنی قرآن حکیم سیل بارہ ستمبر ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ حضرت کو قرآنی الفاظ و ارشادات الہیہ کے ترجمہ میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔ آپ قرآن حکیم کا ترجمہ تمام غیر متعلقہ اور غیر ضروری اُمروں سے خالی لکھ کر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو خیالات کو زیرِ قلم لانے کا سلیقہ بھی

نقل سند

جو علیہ السلام کو ستر آں حکیم میں کامیاب ہوئے کہ مسدود جانی ہے۔ اس پر عمل فرماتے
مروا سید محمد انور رحمۃ اللہ علیہ کے تبارک ہاتھوں نے لکھی

تفسیر القرآن العزیز من شہد ام ابیہم البعلقہ جمعہ خذلم الدین
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي خلق الانسان وحلده في انوار علمه، ثم جعله خليفة في الارض، وحلما على الطول
والعرض، والدي وجميع الميراث واول العتبات، ليحيى من نحي من بقية، ويعلمت من
علمت من بقية، وليعترف من الاول بالرحمة والاول بالفضل لان، الذين عدلوا من سنة
الله وتمسكوا عن الفرض، والحقارة والكام على خير خلقه وخير خلقه، حبه وورثه
الحادي لخلق الله، تقي الانبياء وطيبهم وخالصهم وعاقبهم وحاشا لهم، الذي مبدا
لواء الصدق، وحقا من المصور كان اول الشياطين، ويشتق انهم، مكنيا من الاموال
وهم من الاتصال، ويختص بالظاهر الجليل والكمال، وفي له وجميع كماله، فذلك بعد صلوة الله
على ابيهم المرحوم، اقام اهل حق من ايات الله في بيوتهم في سبط الارض كتاب الميراث، ووجهه لغير
الدين، وهو رقة كما هي، ورفقة الله الحميد، الذي لا ينقص لحياته، ولا ينقص وقائه، ولا
وهو اسبق منه، ومن محلوته، وراية الى حضرة، وحظيرة قدسه، وهو الفاضل الشاهين من
ضيقه، والله، وكان غير ذلك من غير اناس من علمه، وقلمه وخدمته، وكان من ضمن
الله من وفق لنا في دين الله المولوي

والفسير، في جمعية خدام الدين التي نشأت في بلدة لاهور، وقد منه، وظهرت بركاته،
وابهات خيراتهم، وجميع العلم الآن على اعداء الهند، والاستلام وفق للحصول نصير
انهم من خيار المباد، ووجدنا اهلا لذلك، خلقا لهم، فشرنا المعاد، وبسط المعجز
وانوسه بقى الله في هنر والمخلاتية وان يفعله، والذين، ولما تم المسلمون والملائكة
والملك السنية، وان يدعونا في اوقات الصلوة، والله الموفق يوم نستعين

امضا آت اصفا
محمد بن عبد الله بن محمد
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم

امضا آت اصفا
محمد بن عبد الله بن محمد
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم
بسم الله الرحمن الرحيم

منہاجب اللہ ودیعت تھا۔ آپ نے خدمت قرآن حکیم کے سلسلے میں جو ترجمہ قرآن حکیم فرمایا ہے وہ نہایت جامع و مانع ہے جس طرح قرآنی ارشادات سے اسلام کے سب فرقے نے ہدایت کا اقیاس کرتے ہیں، اسی طرح آپ کے ترجمہ قرآن حکیم کو بھی سب فرقے متفقہ طور پر صحیح اور مستند سمجھتے ہیں۔ یہ ترجمہ سب مکاتیب فکر اور بوندی ہر ملی، ہستی، شیعہ، اکاسمہ، قس ہے۔

(۱) حضرت نے ترجمہ میں بنیادی حضرت کے ترجمہ و تفسیر کی خصوصیات طور پر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغفار کا رخ دکھایا ہے۔

(۲) احباب، ماسیہ، پیدائش آیت کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ عربی اور درویشان طلبہ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(ج) ضمناً مختصر اور جامع الفاظ میں پوری سورت یا اس کے کچھ حصے خلاصہ کے

طور پر بیان کیے ہیں تاکہ طالب کے ذہن میں شہادت کا تصور متعزز ہو۔

(د) تائیدی طور پر تفسیر موضع القرآن کو بھی نقل فرمایا ہے۔

ترجمہ میں شاہ رفیع الدین کی اقتداء اور تفسیر میں شاہ عبدالغفار کی تلمیح اس امر کی روشنی دیتا ہے کہ حضرت نے تفسیر میں وہ اسلوب اختیار نہیں کیا جو کاسلاف اور اکابر کے خلاف ہو۔

تفسیر اور ترجمہ کا ایک منطوقہ و نود شامل کتاب ہے۔

تفسیر القرآن کی بنا پر حضرت نے اپنے سندھی زبان میں ترجمہ القرآن شیخ حضرت امروہی رحمہ اللہ کے مترجم

قرآن حکیم کو سندھی زبان میں شائع فرمایا جس کا اب پانچواں ایڈیشن شائع ہو رہا ہے اس میں ترجمہ کی شاعت محض حضرت کے اصالہی ثواب کے لیے کی گئی ہے اس شائع سے ایک تہہ تک مرل نہیں فرمایا

علمائے اُمت کی رائے حضرت کے سب سے بڑے تفسیر قرآن حکیم کے بابے میں چند علماء کرام کی آراء درج ذیل ہیں۔

استاذ العلماء و عمدة المحدثین زبدۃ النصابین اعلیٰ حضرت سید محمد انور شاہ صاحب جناب سنی طلب مولانا احمد علی صاحب مجددی دام ظلہ و رحمۃ اللہ سے حق حالی نے ایک بہت بڑی خدمت لی اور اب انشاء اللہ العزیز عوام و خواص دونوں پہنچے اس تفسیر سے اپنی تشنگی کو سبکس گئے اور ترجمہ چھاننے والے حضرات بہت سی شکایات سے رہا ہو جائیں گے۔

سید الانبیاء اسوۃ الصالحین حضرت مولانا حسین احمد صاحب فی شیخ الحدیث و اُراء العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علی صاحب (وفقہ اللہ لما یختار) و یرضاه و احسن علی قتل المروت المرضیہ و رقاہ آہن) کو عنایت الازلیہ کی نگاہ انتخاب سے چن کر ایک عظیم انسان کو رکھنے سے سبوتی با محسنی قرار دے دیا تھا جن کی تجدید و بہاشتائیل بفضلہ تعالیٰ عرضہ و نہ سے اس چستان میں بار آور ہو رہی ہیں وَ ذَٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَنُ یَّشَآؤُ۔

میں نے مولانا کے اوصاف کی تحریر دوبارہ ربیعہ آیات قرآنیہ و صباح معانی قرآنیہ مختلف مقامات سے دیکھی کہ اللہ شایستہ غید اور کا مادہ تحریر پائی۔ و حسب مہم

اور ضروری مضامین کا خلاصہ اس طرح اس میں بھریا گیا ہے کہ وہ اس دوروں کو بہت آسانی کے ساتھ دیکھ سکیں۔ ایسا نظر سے کوئی ایسا مضمون نہیں ملتا جو کہ سب اہل سنت و اجماعت کے خلاف ہو یا اس پر کوئی گرفت ہو سکے۔ مجھ کو قوی امید ہے کہ اگر اس عجیب و غریب تحریر کا غور و خوض کئے ساتھ مطالعہ فرمائیں گے تو کتاب اللہ کے کچھ کافروں کا کریں گے۔

آخر میں مولانا مصروف کی اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دین میں اس کو شرف و اور کامیاب فرمائے اور اپنی نعمت اور عزت کے اعلیٰ درجات سے مالا مال کرے۔

امین واللہ ولی التوفیق وحصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد
وآلہ وصحبہ وسلم
مام العلاء اسوۃ المہدیین حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب
صدر جمعیتہ العلماء ہند (رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت فاضل قلم مولانا احمد علی صاحب نے جی محبت سے کتاب اللہ کی خدمت کی ہے یہ نشاۃ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے بہت مفید ہوگی اور ان کے تلواریں قرآن مجید کی تلاوت کی رغبت اور مضامین قرآن پر غور کرنے اور کچھ کی صلاحیت پیدا کرنے کا قیام دینی ثابت ہوگی میں نے اس کو چند خطبہ مقامات سے طے کیا اور اس طرز کو سفید و سبز اور اقرب الی العظم پایا۔ میری نظر میں کوئی بات سبک اہل سنت و اجماعت کے خلاف نہیں آئی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو خوشی غیر عطا فرمائے اور ان کی اس خصلت خدمت کو قبول فرما کہ مسلمانوں کو مستفید اور بہرہ مند کرے۔ آمین واللہ رب العالمین

والصلوة والسلام علی رسول محمد وعلیہ وسلم وجمعین۔

مخدوم و محترم رئیس المؤمنین زماں حضرت مولانا سید محمد سلیمان صاحب ہندی
دامت برکاتہم (رحمۃ اللہ علیہ)

قرآن پاک کے علوم میں سب سے زیادہ قدیم اور مذکورہ علم آیات اور سورہ کے باہم
رابطہ و تعلق کا ہے۔ امام رازی اور قیامی نے اس پر بہت کچھ محنت کی ہے اور دوسرے
علماء نے بھی اس پر کافی غور و غوض کیا ہے۔ ہمارے زمانہ میں مولانا حمید الدین صاحب فاضل
صاحب نظام القرآن اور مولانا حمید اللہ صاحب سندھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں دونوں
محنت تک اتحاد مذاق کے باعث کراچی میں باہم ملے جلتے رہتے تھے۔ مولانا
حمید اللہ صاحب سندھی کے درسیں نے متعدد باکمال پیدا کیے جن میں سب سے پہلی جگہ
مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین کو حاصل ہے۔ موصوف نے اس درسیں جو
کچھ پایا اس کو وقف عام فرمایا۔

انجمن خدام الدین کے مخلص و ثابت دکان نیکوئی کے تحت ہیں کہ انھوں نے
ایک ایسے قرآن کی طباعت و شاعت کا سہارا کیا جس میں یہ متفرق فیوض و برکات یکجا
کر دیے گئے ہیں۔ قرآن پاک کے اس نسخہ میں ترجمہ بعینہ شام عبد القادر کا لکھا گیا ہے
اور حضرت شام صاحب کے حواشی بھی بعینہ چھپائے گئے ہیں ساتھ ہی مولانا احمد علی
صاحب نے قرآن پاک پر آیات کے ربط و تسلسل کی پابندی کے ساتھ جو حواشی لکھے تھے
اور جو علماء اہل علم کی نگاہوں سے باہر گذر چکے تھے ان کا اضافہ کیا ہے حضرت شام
عبد القادر صاحب کے حواشی چھپنے سے وقت کی نظر ڈالی ہے اس کو معلوم ہے کہ انھوں
نے بھی آیات کے ربط و تسلسل کا خاص خیال رکھا ہے لیکن انہوں نے اس کے کئی کئی حواشی

بہت مختصر تھے اور پورے قرآن پر بالزام نہیں رکھے گئے تھے۔ مولانا احمد علی صاحب نے اس کی کوڑا لگایا ہے اور سارے قرآن پر بالزام کے ساتھ ایسے حواشی لکھے ہیں جن میں ربط و تسلسل کے رموز و اسرار آشکار ہو جاتے ہیں اور مختصر الفاظ میں آیات کے وہ حقیقت پرور مطالب سامنے آ جاتے ہیں جن سے تفسیر کی بڑی بڑی کتابیں خالی ہیں۔ ان حواشی کی خصوصیات یہ ہیں کہ ان میں مسلمانوں کی موجودہ بیماریوں کے علاج کی طرف خاص طور سے اشارے کیے گئے ہیں اور ان کے قرائنے عمل کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت نے مدبر و لولہ رشاد سندھ میں کتب خانہ

ارشاد تلامذہ کی فہرست

نفا یہ کا درس دیا اگر مبتداء ہی سے حضرت کو درس قرآن حکیم کا شروع تھا اور اس میں آپ کو ایسا علم حاصل تھا جو اس زمانہ میں شاید کسی دوسرے علما کو حاصل ہو۔ آپ کے اہل فضلہ اور علماء کے یہ درس قرآن خصوصی بڑا نفع تھا جس میں آپ حادف قرآنی اور حکمت الہی انھیں کے نکات بیان فرماتے۔ یہ درس اصل تمام علوم کے حاصل کرنے کے بعد ایک قسم کا تکمیلی درس ہوتا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ مرقدہ دو بار حدیث کے اختتام پر حسب فارغ التحصیل علم کو دستاویز فیضیت بندھواتے تو فرمایا کرتے تھے:-

علم کی تحصیل آپ سے آٹھ سال دیوبند میں ہو کر کی لیکن کمال آپ کی دوسرا جو کہ حضرت مولانا احمد علی کے دورہ تفسیر میں ہوگی!

حضرت کی اس دہی کام سے فارغ شدہ بالکمال علماء و فضلاء میں سے جن کی زندگی مسلمانوں کے لیے مثل راہنما بت ہوئی، مذکورہ ذیل نام خاص طور پر قابل ذکر کیا

حضرت کے فیض سے علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی برب فیض یاب رہا
 رہا اس لیے تلافی کی فرست کر وہ تھکن میں پیش کیا جاتا ہے۔

الف، علماء کرام

- ۱۔ علامہ سید ابوالحسن صاحب ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
- ۲۔ مولانا محمد طاهر صاحب مرحوم قاسمی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند ساہنوال
- ۳۔ مولانا الحاج عبدالغنی صاحب خطیب و مہتمم دارالعلوم عثمانیہ کراچی مولانا دیندار
- ۴۔ حضرت مولانا کفیل احمد صاحب راجپوری استاد مدرسہ انصاریہ لکھنؤ۔
- ۵۔ حضرت مولانا ابوالعباس خداداد صاحب

ب۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات

- ۱۔ خواجہ عبدالوحید صاحب ایڈیٹر الاسلام (انگلش) کراچی
- ۲۔ علامہ علاؤ الدین صاحب مدنی مدرسہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی
- ۳۔ ڈاکٹر سید عبداللہ شاہ صاحب پرنسپل اورینٹل کالج لاہور
- ۴۔ ڈاکٹر محمد فاروق صاحب ایم اے پروفیسر ویالی سکولہ کالج لاہور
- ۵۔ شیخ محمد ظہیر اللہ صاحب ایڈووکیٹ۔ لاہور
- ۶۔ پروفیسر سادات علی قاتل ایم اے پرنسپل (ریٹائرڈ)
- ۷۔ مولوی شبیر احمد صاحب بی اے لودھیانوی

حضرت محدث قرآن حکیم کے

تکلف کو خداست قرآن کی ہدایت اس قدر ثباتی تھی کہ وہ انہیں
 کے پیروی تلافی کے لئے فرماتا یا وہ ان کو اتنے رہتے کہ انہوں نے کس حد تک

قرآن حکیم کی ہے۔ ذیل کے خطوط سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

بسمہ تعالیٰ

محترمی بسلام سفول!

مدرسہ قائم العلوم لاہور سے تفریحاً تحصیلِ مہنت کے بعد
آپ قرآن مجید کی تبلیغ کی قسم لے کر رہے ہیں۔ بلا اطلاع ہیں یا ستادِ فنا
مولانا احمد علی صاحب کے ارشاد کے مطابق ہیں یہ آپ سے پوچھ لیا ہوا
جب کبھی کوڑا آویں تو طعنت بھی کہہ کے بائیں۔ فقط والسلام

ڈاکٹر عبد العلیف غفرلہ

۲۰-۲۱ ستمبر ۱۹۵۳ء کوڑا
۱۹۵۳ء

محترم انعام مولانا نواز احمد صاحب۔ دستِ فتحِ شکم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ میرے طبع شدہ کاڈ اور

سوال نمبر کے جواب میں آپ کا کاڈ ملا مجھے انصاف ہے کہ آپ
قرآن مجید کی اشاعت نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ یہ ہے کہ آپ پہلی خدمت
میں اس کتاب کی کافی کرنے کی کوشش کریں۔ زیادہ نہیں تو ابتداً ہی
دس پندرہ منٹ روزانہ اس کا بغیر کے بیغور و صرف کریں۔ اگر آپ
چند آیات کا ترجمہ ہی سنا دیا کریں تو بھی ایک مددگار اشاعت قرآن مجید
کا حق ادا ہو جائے گا۔

العارض محترم الانعام احمد علی ع

عزیز القام مولانا محمد دَام فیشکم !
 از احقر القام احمد علی مفتی حیدر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
 واقعہ یہ ہے کہ اصل میں علماء کرام ہی قرآن مجید کی اشاعت کر سکتے
 ہیں۔ ارشادات نبویہ پر نظر ثانی رکھنے کے باعث قرآن مجید سے
 اللہ تعالیٰ کی مراد و محمل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح کو ہی حضرت
 شرح صدر سے بیان فرما سکتے ہیں اس لیے میری درخواست ہے
 کہ آپ اس فرض منصبی کے ادا کرنے والوں میں شمولیت فرمائیں اور
 نظام مشاعت قرآن میں شامل ہونے کے لیے مسئلہ جوائی کارڈ
 پر جواب تحریر فرمائیں۔

نمبر ۴۱ مورخہ ۱ ماہ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

خطباتِ جمعہ

حضرت علامہ علیہ السلام کی زندگی اشباحِ قرآن حکیم اور امامتِ سیرتِ نبویہ اہل کمال پر تھی۔ آپ کا کوئی بھی کام قرآنی تعلیمات کے دائرہ سے باہر نہ ہوا کرتا تھا۔ ان ضمن میں حضرت کی تعدادِ سوانحِ خاصہ خطباتِ جمعہ شاہد ہیں۔ خطبہ نصیحت کے لیے قرآن حکیم نے قرآن ہی کو بنیاد قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

مَنْ كَتَبَ بِالنِّدَاءِ مَنْ يَخَافُ وَيُعِدُّ اَقَامَ

پہنچا تو آپ نے جامع مسجد شیراز میں ۱۸ سال تک جو خطباتِ جمعہ ارشاد فرماتے وہ سب سب قرآنی آیات کی روشنی میں ترتیب کیے گئے تھے۔ ان کی ترتیب میں حضرت اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ آپ نے جنت کے دو دن انگلی بڑھا کر صرف خطبہ جمعہ کے لیے مخصوص فرمائیے تھے۔ ان مخصوص آیات میں اپنے ایک سوتلے خاص کے ہاں تشریف دے جاتے اور قرآنی آیات پر غور و فکر کر کے خطبہ جمعہ مرتب فرماتے۔ آپ نے جو خطبے ارشاد فرمائے ان میں سے چند مشہور خطبات کے عنوان یہ ہیں:

- ۱۔ نبی کا ہمارا پیغام الہی پہنچانا، ہر دین کو کم کا ٹھٹھانا، احلام کا اپنے سر و ابدن کا کاد اٹھانا، عذابِ الہی آنا اور اس قوم کا عیادت ہو جانا۔
- ۲۔ آدمی دو قسم کے ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جن کا مقصد حیاتِ فقیر ہے کہ دنیا کی زندگی کو کام سے گزریے دوسری قسم وہ ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ آخرت کے حساب کتاب میں کوئی غلو نہ رہی الہی کیسے کام پر انہیں نہ لگنے پائے۔

۳۔ حضرت شیب علیہ السلام کی قوم داؤد مدحیٰ مرض میری قوم میں بھی پایا جاتا ہے انہی پر
قول میں کہیں۔

۴۔ قرآن مجید بکرت کتاب ہے اس کا تہلج کرو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو۔

۵۔ آج ظلم پر خطبہ پڑھیں کہ حضرت کیوں پیش آتی ہے اس لیے کہ مسلمانوں میں بعض
گمراہ ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ شریفوں پر ظلم کرنا انھوں نے اپنا شیروانا رکھا ہے۔

۶۔ سچے مومن کون ہیں؟

۷۔ اشیاء مخلوقہ کے فرائض۔

۸۔ خطیب کا فرض۔

۹۔ تاسوس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت۔

حضرت کے خطبات کس قدر جامع اور ثور ہیں، اس کے لیے صرف دو مثالیں

کاٹی ہیں۔ آپ کے عزیز رشید قطار ابراہیم علی ندوی فرماتے ہیں:-

”انا... و اصلاح کا ایک بڑا اثر ڈھیر ہوا حضرت کے عہد کے غلبات تھے۔

جان کہ میری معلومات کا تعلق ہے، لاہور کی کسی مسجد میں اتنا کثیر شمع اتنے ذوق و شوق کے

ساتھ خطبہ سننے نہیں آتا تھا۔ مولانا مہدی کے خطبہ عہد سے پہلے پورا ایک گھنٹہ تقریر کرتے

تھے۔ تقریر حالات حاضر سے قوی تھی کہتی تھی اس میں معاشرہ کی غریبوں اور لوگوں کی

اعمال اور دینی بیماریوں کی نشان دہی ہوتی تھی اور عوام کے غم و بھگانات اور حکومت وقت

کی بے دینی پر اتنی صاف اور کھلی تنقید ہوتی تھی کہ جس کی تکثیر میں اس زمانہ میں مشکل ہے کہ

والے کا انھماں، اس کی بے غرضی، اعتماد علی اللہ و تاسخ و جواب بے نیازی اور دین

کے دل سوزی اور درد مندی، لوگوں کو گھور کر کہتی تھی۔ بہت سی انھماں انگیز نظر آتی

تھیں اور بہت سے عزائم سے جھکے ہوئے۔

انگریزوں کے حملہ اور قیام پاکستان کے بعد مولانا کی یہ حق گوئی اور بے باکی
کیساں طور پر قائم رہی۔ اس میں نہ حکومت کی تیز رفتاری اور نہ جمہور کی عادتِ تسلیم کی
اخلاقِ پستی، اُن کے قلبِ شہادت کی طرف رجحان اور اسلامی قانون کی مخالفت کو بڑی مہیا کی
اور بے خوفی سے بیان فرماتے تھے۔ بد اخلاقی اور فسق و فجور کے مرکزوں کو شمار کر کے
بتاتے اور مسلمانوں کو غیرت دلاتے۔ اکثر درس میں فرماتے کہ اے اٹھارہ لاکھ مسلمانوں
میں تمہارے دو مہمان چھاپیس برس سے رہتا ہوں اور قرآن سناتا ہوں لیکن مسلمان
کی ضرورت کو نہ سمجھتا ہوں۔ تم سب کچھ ہو لیکن انسان نہیں ہو۔ مولانا کی تقریریں سن کر
اکثر اقبال کا یہ شعر یاد آ جاتا۔ ۷

آئیں جو ان مردی حق گوئی و بے باکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں مٹا بھی

مولانا عبد المجید مرحوم سید علی حضرت مولانا عبدالننان محدث وزیر آبادی کہتے
ہیں۔ اُنھوں نے حضرت کے خطبات کو سب سے پہلے شائع کرانے کا شرف حاصل کیا۔ آپ
دقلم طرز میں :-

”حضرت مولانا سید علی صاحبؒ کسی تصانیف کے محتاج نہیں۔ قرآن میں اور

قرآن دانی میں جو کچھ قدرت نے آپ کو دے دیا ہے اُس پر آپ کے اساتذہ اور والدِ اعظم
دیوبند کو بھی بجا طور پر نادم ہے کہ ان کی وساطت سے ایک ایسا سرور ہما دیو پیدا ہوا جس کے
درس قرآن نے ان کے تلوں کو بھی زندہ کر دیا۔ یہ ایک حقیقت ہے جس میں غلط فہمی باقی
نہیں کہ جبکہ صاحبِ مدنیؒ نے ہندو میں اسی نکران کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ لاہور

کی لایا بیٹ گئی ہے اور لوگوں کی ذہنیوں میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا ہے
 وہیں قرآن اور خطبات تو عام طور پر سمجھے جاتے ہیں، مگر جس استاد جس علوم
 جس ذوق و شوق اور جس کیف و دلچسپی سے حضرت مولانا صاحب خطبہ دیتے ہیں بہت کم
 خطیب یا مدرس دیکھتے ہیں۔ شہادت ہے ان کی زبان میں خاص تاثیر عطا فرمائی ہے
 اچھے اچھے ادیب اور صاحب علم بھی ان کی تقریر سے متاثر ہو کر بہتے بغیر نہیں رہتے۔
 اور دُعا دے دے کچھ چلے جاتے ہیں:

بھرا تھا فی حضرت کے خطبات بعد آٹھ جہاد میں کئی دفعہ طبع ہو چکے ہیں، اسی
 کی افادیت سے علماء اور خطباء کرام برہنہ ہو رہے ہیں۔

مجالسِ ذکر

بیشٹ نبیاءِ عظیم السلام اس لیے برقی کرامتوں کا تعلق خداوندِ تقدوس سے قائم کر لیا جائے اور بندہ اپنے آقا کا پورا پورا طبع اور فرمانبردار ہر طاعتِ برحق پر عمل کرنے کی پینا حق اپنی ذمہ سمجھ سنبھالے۔ اَحْبِدْ وَاللّٰہُ۔ ترجمہ عبادت کرو اللہ کی۔ (درج ۳) عبادت اور طاعت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بڑا عہد مقام حاصل ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ وَذِکْرُ اللّٰہِ اکْثَرُ اس ذکر کا حکم قرآن میں بار بار آیا ہے جبکہ قرآنی آیات کے بغور نہ رہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر روز ہی ذکر اللہ کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔

وَاذْكُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (مائدہ ۱۰۰)

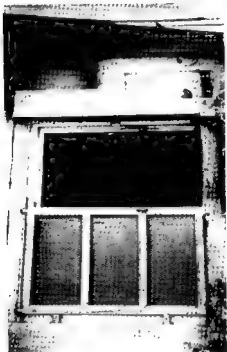
ترجمہ یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم نجات پاؤ۔

یہ فلاح و کامرانی اس زندگی میں ہی ہے اور اُن کی زندگی میں ہی جیسا کہ ارشاد ہے۔

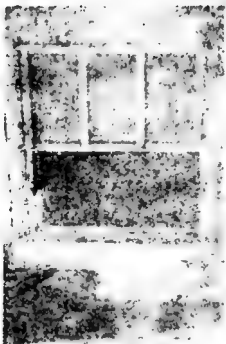
وَالَّذِیْ یُؤْتِی اللّٰہُ کَثِیْرًا وَّزَادَ لَہٗ اَکْثَرًا اَتَدْرِیْ اَعَدَّ لَہُمْ مَّغْضٰتًا وَّعَذَابًا
خَیْثُیْنًا (احزاب ۳، ۴۰)

ترجمہ اور جو اللہ کو کثرت سے یاد کرے گا اللہ کا بہت اور ذکر کرنے والے کو بھی تیار کر رکھی ہیں اللہ نے ان کے غیظ و غضب اور عذاب بڑا (تسلی القرآن)

پہنچا تمام رنگا بن دین نے ذکر اللہ کو بنیادی تعلیم قرار دیا۔ ذکر اللہ کے طریقے مختلف ہیں مگر قصود سب کا اللہ کا ذکر ہی ہے محنت کا تعلق سلسلہ قاری سے تھا۔



جانب کوئی شخص نہ لے کر جو، جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کا لفظ اور آیت ہے کہ تم میں سے جو شخص ایمان لائے ہے



لہذا اس سلسلے میں ذکر کو بڑی اہمیت حاصل ہے اس لیے کہ اسی ذکر کو تعلق باللہ کا سب سے بڑا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ حضرت نے ذکر کے لیے یہ التزام فرمایا تھا کہ ہر صبرت کو مغرب کی شان کے بعد ذکر کیا جاتا اللہ یہ ذکر یا پھر سوتا چروائی سلسلہ قادریہ حضرت شیخ عبد جلیل قدس سرہ العزیز کی طرف منسوب ہے۔ حضرت کا ارشاد ہے:

”ہم جمہرات کی اکثر مشغول کرنے سے پہلے گیارہ دفعہ سنا انھیں پڑھ کر اس کا ثواب ضرور منی اللہ علیہ وسلم کی وسالت سے حضرت پیران پر شیخ عبد قادر جیلانیؒ کی روح کو پہنچاتے ہیں۔ ذکر جبر کا یہ طریقہ انھیں کا بتایا ہوا ہے۔“

ذکر جبر کا جو طریقہ حضرت نے بکثرت فرمایا تھا وہ یہ ہے۔
ذکر جبر کا طریقہ اَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اِنَّهُ يَسْتَعِينُكَ
 الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے اول گیارہ مرتبہ سورہ انعام پڑھیں غائب پیرا تھاکر
 حضرت شیخ عبد قادر جیلانیؒ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی نداء کو ثواب پہنچایا جاتے
 اس کے بعد مذکور ذیل تین غائبی کی ہائیں۔

(۱) اے اللہ تو مجھے اپنا شوق نصیب فرما

(۲) اے اللہ تو مجھے اپنا نام نصیب فرما۔

(۳) اے اللہ تو مجھے وہ کام کروا جن میں تیرا نامی ہو۔

اس کے بعد ذکر شروع کیا جائے اور ساتھ ہی تسبیح کے ”نئے پیر“ سے شروع کر دیئے جائیں۔

اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ تین دفعہ پڑھ کر پڑھنے

کے بعد ہر نقطہ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی دس تیس چھری ہائیں۔ اس کے بعد اَللّٰهُ کی دس تیس چھری ہائیں۔ بعد ازاں اللّٰهُ کا ذکر کیا جائے۔ سنی میں مرتبہ جلّ شانہ کا نقطہ بھی پڑھا جائے۔ بعد میں نقطہ اللّٰہ کافی ہے۔ اس کے بعد ۱۰ یا ۲۰ یا ۳۰ یا ۴۰ مرتبہ نقطہ اس کی بھی دس تیس چھری ہائیں اس کے بعد فاتحہ کریں۔ ۳ یا ۵ یا ۱۰ یا ۲۰ مرتبہ نقطہ اللّٰہ کہہ کر لینے بھی پڑھیں گا میں اور اس کے بعد دوبارہ پڑھیں۔

اللّٰهُمَّ اِنِّكَ عَفُوٌّ رَّحِيمٌ الْعَفْوَ رَاحَةٌ عَنَّا - وَجَاءَنَا اَنْتَ اَلْمَدِينُ
حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقَبْلَ عَذَابِ النَّارِ - اللّٰهُمَّ اِنَّا
نَجْعَلُكَ فِيْ غُورِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِمْ - اللّٰهُمَّ
اَسْتَرْقِ وَسَلِّمْ عَلٰى الْجَبِيْلِ ، وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ
يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ - اللّٰهُمَّ تَعَوَّذْ
بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ مَقَّةِ الْحَيَاةِ وَ
الْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ وَالدَّجَالِ - اللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا
سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَبَدَأْ لَنَا مِنْ اَدْوَابِ الْحَزَنَةِ دِيْنًا قَرَأَ اَبِي
وَاجِلْنَا الْمُسْلِمِيْنَ اِمَامًا - اللّٰهُمَّ وَثِّقْ لَنَا حَبْرًا وَتَوَضَّعْ لِحَبْلٍ
اَغْرَيْنَا خَيْرًا مِنْ الْاَدْوَانِ -

قرآن حکیم نے ذکر الہی کے ساتھ تکرار ذکر کا حکم بھی فرمایا : اَلَّذِيْنَ يَتَذَكَّرُ
اللّٰهُ يَاسَّامًا وَّتَعُوْذًا وَّعَلٰى جَنُوْبِهِمْ وَّيَتَعَذَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ الْكَوْنِ
وَالْاَدْوَانِ - (ال مزمل ، ۱۹۱) ترجمہ : یاد کرتے ہیں اللّٰہ کو کفر سے اور چٹھے اور اپنے
پسوں پر اور خدا کرتے ہیں پیدائش آسمان اور زمین کی ، چنانچہ حضرت کا قاعدہ تھا کہ اگر

کے بعد تقرر فرمایا کرتے تھے۔ جو اسی وقت تعلقہ کی باقی تھی۔ اس تقرر میں غصہ نہ مانی اور دینی ارشادات ہرگز نہ تھے۔ ذیل میں چند تعاریف کے اقتباسات درج ہیں۔

سائنس کی قضا نہیں ہو سکتی چونکہ ماضی و ناظر ہے۔ ہر ٹھری اور مرنے پر ہوتا ہے۔ ہزار کی تعداد پر سکتی ہے یعنی جب بندہ چاہے اللہ کی بارگاہ میں ماضی کے پچھلے گنا، صاف کر سکتا ہے مگر سائنس کی قضا نہیں ہو سکتی اس لیے کہ ہر سائنس ایک دفعہ باجکا ہے اس کا دوبارہ واپس لے کر شکل ہے جب آئے گا دوسری آئے گا۔ اسی لیے اہل اللہ فرمایا کرتے ہیں جو دم غافل ہو دم کافر۔

صحبت و قسم کی ہوتی ہے۔ ایک انجی دوسری بُری انجی اور بُری صحبت انجی صحبت اپنے ساتھ پیدا کرتی ہے اس کے اخلاق سرور ملتے ہیں اور مستقبل درست ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو انجی صحبت عطا کرے۔ بُری صحبت میں عاقبت برباد ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے انجی اور بُری صحبت کے نتائج کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ”انجی صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے طوفان کی دکان جو جو شخص ایسی دکان میں جائے گا پاس وہ خطرہ بھی خریسے کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور سونگھے گا اور بُری صحبت کو دکان کی جگہ سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسی دکان میں جانے والا اگر کچھ نہ بھی لے گا تو کپڑے خرید جاکر آئے گا۔“

خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں: ”صحبت نیکیاں ملکی صحبت بد اس بازار بگناہ اللہ تعالیٰ ہیں نیکیوں کی صحبت میں پہنچائے۔“

اولیاء کرام نبی اکرم صلعم کے منہ نشین ہوتے ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔

علمائے کرام اور موفیائے عظام۔ علمائے کرام حضور اکرم صلیم کی تعلیم کتاب کا فرض ادا کرتے ہیں۔ وہ بھی حضرت نبی کریم صلیم کے سند نصیب میں مرفیائے عظام ترقیہ کا فرض ادا کرتے ہیں۔ وہ قرآن کا رنگ چڑھاتے ہیں اور یہ بھی نبی کریم صلیم کے سند نصیب میں۔ آنحضرت صلیم کا ارشاد ہے: خیاد عباد اللہ اذا راد اللہ اذکر اللہ۔ خدا کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے۔ اس قسم کے اللہ کے بندوں کا کس دوسروں پر پڑتا ہے، ان کی صحبت میں جانے سے ال چاہتا ہے کہ اللہ اللہ کریں۔ دل دنیا سے برگشتہ ہو جاتا ہے اس چیز کو ساڑھے تیرہ سو سال پیچھے لے جائیے اور اندازہ کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں کتنا اثر پڑتا ہو گا۔ آپ کی صحبت میں سب کچھ ذہنی طور پر حاصل ہو جاتا تھا۔ سب کچھ کتاباً حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے نیک بندوں کی صحبت از ضروری ہے۔ قبول کی صحبت میں ہمارے کچھ نہیں تو ضرور سننا پڑتی ہیں۔

کامل کی صحبت کا اثر۔ "امراض روحانی کا علاج صحبت شیخ کے سوا کچھ"۔ امراض روحانی کا علاج صحبت نہیں۔ کتاب میں پڑھنے سے یہ امراض جھٹکتے، دینی مدارس میں کتابوں پر مبنی حاصل ہو جاتا ہے مگر تکمیل نہیں ہوتی۔ اس لیے علماء کی بھی کاٹھنہ اصلاح نہیں ہوتی۔ بعض امراض روحانی جسمانی امراض سے زیادہ سنگین جھٹکتے ہیں۔ جسمانی بیماریاں قبر کے لیے ختم ہو جاتی ہیں۔ روحانی بیماریاں ساتھ جاتی ہیں۔ زمینداروں، سرکاری ملازمین اور تاجروں کو تر جانے دیکھیے، اہل علم بھی ان سے نجات نہیں پاسکتے جب تک کہ خاص بہت کم نہ کریں۔

مدارس عربیہ میں طلبہ کو علم و دانستنی کے درجے پر حاصل ہوتا ہے، دانش

کے جیسے پر نہیں۔ یعنی وہ دین بھر کراتے ہیں لیکن اکثر ان میں سے ایسے ہوتے ہیں جن پر دین کامل تک چڑھا نہیں جوتا۔ اس لیے علما کے افندگی روحانی بیماریاں باقی رہتی ہیں جب تک کہ اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو۔

”نبوت کا درد از بند چپکا ہے۔ اس کے سوا باقی تمام کمالات نبوی کے عاقلین اب تک پہنچے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے انہیں کی صحبت میں اصلاح حاصل ہوتی ہے۔ اللہ والے مرتبوں سے بھی گراں قیمت ہیں۔ مرقی طے ارزاں لیکن اللہ والے طے گراں۔ وہ نایاب نہیں کم باب ہیں مگر کامل بل جائے تو اس کے قلب سے ادب، عقیدت اور اطاعت کی تین تاریں جوڑنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے بغیر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھی رہنے والے محروم رہے۔ جن کو آنحضرت صلعم کا نہ پاس ادب تھا اور نہ عقیدت تھی اور نہ وہ اطاعت کرتے تھے۔“

میں نے ان گہ نگار آنکھوں سے اپنے
عقیدت، ادب، اطاعت دونوں مرتبوں کے ان دیکھا کہ عقیدت
 ادب اور اطاعت کرنے والے چند دنوں میں مجھ پر یاں بھر کرے گئے اور جنوں نے
 ایسا نہیں کیا۔ وہ ساری عمر صحبت میں، کبھی محروم ہے۔ اینٹ اگر بجھنے میں
 ڈال جائے اور نہ پکے تو پکی کلاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ پکی سے کچی اینٹ بستر ہوتی
 ہے کہ وہ اینٹ کا مقابلہ پکی سے زیادہ کرتی ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی
 اللہ والے کے دل سے باتیں تو وہاں سے پک کر نکلنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین
حُبِّ لَعْنِیْرِ اللّٰہ ایک شخص نے مجھ سے اپنا واقعہ بیان کیا اس کا بیان ہے

نہیں اٹھ اٹھ کیا کرتا تھا۔ اس کی برکت سے میرے دل میں ایک چراغ روشن تھا۔
ایک دن میں پانی واسے تالاب کی طرف سے آ رہا تھا، نہری سجد کے قریب
تقسیم سے قبل ایک ہندو لڑکی پر میری نظر کاٹ پڑا تھا کہ چراغ بج گیا۔ پھر ایک
روشن نہیں ہوا۔

وہ تو ایسا نازک مزاج محبوب ہے کہ غیر پر نظر پڑ جائے تو ناراض ہو جاتا
ہے۔ یہاں طبع اپنے بس کی بات نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ انسان طبیعت
کو بُرائی سے روک لے۔ جیسے تہ زور گھوڑا ہو تو زور لگائے گا اگر سوار اس کو
روکے گا۔

غریب کی آہ میں کہا کہ تاجروں کا میرے مت ڈریجے۔ اس کو اپنی دولت
پارٹی اور اثر و شوخ پر تازہ رہتا ہے۔ وہ غیر کے درد نہ بھرتا
ہے۔ وہ پوچھیں اور عدالت میں جلتے گا۔ اس کا آپ عقاب کر سکیں گے۔ غریب سے
زیادہ ڈرتا چاہیے۔ اگر اس کو اپنے ستایا تو وہ غیر کے درد اسے پر نہیں جائے گا۔ صرف
بارگاہ الہی میں فریاد کرے گا اور دعا سوسا کر خانوش ہو جائے گا۔

بہر س انا و منظور اں کہ ہنگام دعا کردن

امامت لڑ جی بر استقبالی می آید

اس کے دعا سوسر بادی کے لیے کافی ہیں۔ میرے پاس ایک دفتر ایک لڑکی پر میں
انپکسٹریڈ ہڑتاری سیکل چھوٹ تھا۔ بھٹل حسین ہر محلہ شیعہ اور اکثر سوسر تھا۔ قبائل
کی تحریریں اس نے مجھے دکھائیں کہ یہ واقعی لڑکا تھا۔ میں نے جب اس
سے کہا کہ اس وقت دفتر بھی بند ہے اور کوئی روج بھی نہیں تو وہ مجھ سے کہنے

لگا کر دوا متفاظ کے پتوں سے ہی پیسہ پیسہ جمع کر کے مجھے دے دیجئے۔
دیکھا آپ نے کسی غریب کی آہوں نے اُسے کہاں تک پسینا پایا۔

ذکر جبر کے فائدے میں بار بار عرض کر چکا ہوں۔ اس کا
ذکر جبر کا فائدہ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ذاکر دساویں و خطرات سے بچ
جاتا ہے۔ لیکن ذکر جبر زیادہ دھڑ سے نہیں کرنا چاہیئے بعض احباب مجھ سے
پٹنے آتے ہیں۔ ان کو علم نہیں ہوتا اس لیے وہ زیادہ جلد آواز سے ذکر کرتے
ہیں پُرانے احباب کو چاہیئے کہ ان کو کھادیا کریں۔

مصابہ میں خُدا پرستوں کا مسلک دنیا میں کوئی شخص میں کُل اوجو
آدم پانی نہیں مکتا ہے۔

وہی دُنیا کسے بے غم نہ باشد
اگر باشد بنی آدم نہ باشد

اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:-

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (سورة العنکبوت)

ترجمہ ہم نے انسان کو نہایت اچھے سے پیدا کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام سب کے زیادہ پاک و سب سے زیادہ با اتفاق اور مقبول اور مخلص
انہی جوتے ہیں۔ وہ کسی کو نہیں ستاتے۔ ان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

عَنْ سَعْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَلَا تَرَوْنَ
أَشَدَّ بَلَاءًا قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ قَالَ الْأَمْثَلُ

ترجمہ: سناؤ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کہا گیا کہ لوگو!

سنت پھیلنے میں متکا ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام پھر وہ لوگ ہوں گے جو لوگ ہوں اور پھر وہ لوگ جو ان کے شاہد ہوں۔ (الصحیث، دروہ الترغی و الترهیب، ج ۱)۔
 سب سے زیادہ مصائب انبیاء علیہم السلام پر آتے ہیں۔ اس کے بعد جو شخص جتنا اُن سے زیادہ قریب ہوگا۔ اتنا ہی وہ مصائب کا شکار ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام مصمم ہوتے ہیں لیکن مصائب اُن پر بھی آتے ہیں۔

انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ خدا پرست اور نفس پرست۔ مصائب میں دونوں مبتلا ہوتے ہیں۔ نفس پرستوں پر مصائب ان کی اپنی شامت اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:-

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ
 ترجمہ: اور جو مصیبت تم پر آئی ہے سو وہ بدلہ ہے جو کیا یا تمھارے ہاتھوں نے
 عود صاف کرنا ہے اللہ بہت سے گناہ (سورۃ الشوریٰ - ۲۵)

مصائب خدا پرستوں پر بھی آتے ہیں انبیاء علیہم السلام خدا پرستوں کے نام ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ مصمم ہوتے ہیں۔ اس لیے ان پر مصائب کا آنا ان کی شامت اعمال کا نتیجہ نہیں کہتا ہو سکتا۔ بلکہ یہ مصائب قریب الی اللہ میں ان کی ترقی درجات کا باعث بنتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے تبعین کی تکالیف کے متعلق سورہ آل عمران ۱۷۲-۱۷۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَلَقَدْ آتَيْنَا مِنْ لَدُنِّي مَا كُنْ مِنْهُ غَافِلًا وَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْهِ عَاقِلٌ
 وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَقُولُوا لَنْ نَكُونُوا نَارًا أَوْ نَكُونُوا نَارًا أَوْ نَكُونُوا نَارًا أَوْ نَكُونُوا نَارًا
 وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَقُولُوا لَنْ نَكُونُوا نَارًا أَوْ نَكُونُوا نَارًا أَوْ نَكُونُوا نَارًا أَوْ نَكُونُوا نَارًا

ذُنُوبَنَا وَدَسَّاقَنَا فِي أَسْرِنَا وَبَدَّدَتْ أَفْدَانَنَا وَانْصَرَفْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكَاذِبِينَ ۝ فَاثْبُرْ اللَّهُ تَوَابَ الْكَافِرِينَ وَحَسَنَ تَوَابَ
الْآخِرِينَ ۝ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

ترجمہ: اور مست بھی ہیں جن کے ساتھ ہو کر ٹھے میں بت خدا کے طالب اور کلمہ
نہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور رستہ ہونے ہیں اور مذہب
گئے ہیں اور اللہ محبت کرتا ہے ثبات قدم رہنے والوں سے اور کچھ نہیں ہے مگر
یہی کہ اسے رب ہا ہے! کبھی جیسے گناہ اور جرم سے زیادتی ہوئی ہمارے کاموں میں
اور ہم سے قدریں کتابت کے۔ اور اللہ ہم کو کافروں کی قوم پر پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بنا
دُنیا کا ثواب اور خوب ثواب آخرت کا۔ اور اللہ محبت رکھتا ہے نیک کام کو فدا کرنے سے۔
حفظ کا ارشاد ہے کہ اشل مہرت کے لیے ہوتی ہیں۔ پہلے انبیاء
علیہم السلام اور ان کے صحابہ کرم نے اللہ کی راہ میں جہاد کیے اور اللہ کی راہ میں
جہاد کرنے والوں سے ان کو جو تکالیف پہنچیں اس پر وہ ہمارے نہ مست ہوتے
اور نہ ہیے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو پہلے سچ کچھ کر اپنا صحیح مسک متعین کرینے
کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اڑا علیہم۔

اس کی شہادت میں پہلے
اسلام شرعیہ کی تعمیل میں استعانت قرآن مجید پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے پیش کر دیں گا۔

إِنَّ الدِّينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْتَانَا نَزَّلْنَا عَلَيْهِمُ

الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا يَخَافُوْا وَلَا تَخْزُوْا وَاٰبِئُوْا بِاَلْحَقِّ الَّتِي كُنْتُمْ
تُوْعَدُوْنَ ۝ (سورہ نحم اسوہ، ص ۲۲۱)

ترجمہ: بے شک جنوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم ہے ان
پر فرشتے نہیں گئے کہ تم خوف رکرو اور غم ڈکرو اور جنت میں خوش رہو جس کا تم نے ملا
کیا جاتا ہے۔

یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار مانا اور پھر اس
پر ایم لگئے۔ مگر دوسرے کج خواست، غرضیکہ ہر حالت میں اسی کا درود نہ کھینک سکتے
ہے اور دوسرے کے دوا نہ پڑھیں گئے۔ یہ صاحب استعانت اور توحید
ہیں۔ توحید اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے میں کہا کرتا ہوں کہ توحید
جانیں سے ہونی چاہیے، اگر توحید میں کہیں فرق آگیا تو یہ مخلوط یا شرک ہے جانیگی
ہمارا بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نہیں چہ
رب العالمین نے ہم کو اپنا یا تو دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں۔

میں نے اپنے نرئی حضرات کی خدمت میں بھی ایک روایت تکذیب
راخلاص کیا تھا۔ لیکن ان کو کچھ سے بے حد محبت تھی اور ہر وقت بیٹا بیٹا
فرماتے رہتے تھے۔ مجھے ان سے مشت تھا۔ ایک دفعہ میں حضرت امروانیؒ کی خدمت
میں حاضر ہوا جب آپس نے لگاؤ میں نے عرض کی کہ حضرت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں
فرمانے لگے کہ بیٹا! میں اللہ واپس آتا ہوں۔ یہ تو ماکاں دہا ہوں میں غاروں میں گیا
اور اجازت لے کر آپس گیا۔

فیض کیا ہے۔ کمال سے فیض حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ عقیدہ

ادب اور اطاعت میں خدہ برابر بھی فرق نہ آئے۔ میں اگر نیر سے ذمہ داری تھا لیکن اپنے حضرات سے ایسا ڈرتا تھا جتنا کہ تیر سے۔ جب کبھی اللہ تعالیٰ پھیں روئے مٹی میں مجھے دیتے کہ لڑوٹ شریف چلا جانا۔ ایک دن اور ایک رات رہتا تھا۔ اگر ان میں تاروں و حقیقت 'ادب' اطاعت، میں سے ایک عجیبی کٹ گیا تو غلاب گیا۔

کامل علم دنیا کے تمام مرۃ و علوم میں سے سب سے زیادہ کامل۔ سب سے زیادہ اعلیٰ سب سے زیادہ دوزرں، ماضی، حال اور مستقبل پر روشنی ڈالنے والا، اللہ تعالیٰ سے رُوحِ شمس کرنے والا، ہا غلاق بنانے والا، صبح مغرب میں انسان بنانے والا، دنیا کی دُستوں سے بچانے والا اور آخرت میں خدا اب الہی سے سخاوت دلانے والا علم فقط کتاب و سنت کا علم ہے۔

ذکر اللہ حضرت دین پوری نے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ بیٹا! پانچا غز میں بھی جاؤ تو ذکر الہی سے غافل نہ رہو۔ اللہ کا نام میں کسی دہشت ہے کہ شیطان پاس نہیں ٹھہرتا؟ اس حضرت مسلم فرماتے ہیں کہ جب تہذیب اذان دیتا ہے تو شیطان اتنی دُور بھاگ جاتا ہے جہاں اذان کی آواز سُنانی نہیں سیتی۔

انسان کی اصلاح اراغی رُوحانی کا علم علماء کی صحبت میں جہتا ہے اور ان سے سُنا کر غیلئے کرام کی صحبت میں ہوتا ہے۔ میرے دد مرتبی ہیں حضرت دین پوری اور حضرت امروٹی جو دونوں سے میں نے کسی کتاب کا ایک سہی نہیں پڑھا۔ دونوں کے دروازہ کی گدائی کی جو کچھ وہ دیا اللہ تعالیٰ نے، لیکن ذریعہ دگرورت ہے۔

میرے معنی اجاب اپنی ضرورت قربت کے لیے آتے ہیں۔ ان کو میں باز رہا

کا لکھی، اگر کشت ادا کر جوں کا دودھ پھر دایا کرنا ہوں۔ اُن سے کہا کرتا ہوں کہ ہر وقت
باوجود میں ادا دہائی خود کچا کر کھائیں۔ آٹا میں ادا ہوں گا۔

فیض باطنی کے لیے سونفیدی ادب کی ضرورت ہے میں
اساتذہ کا ادب اپنے چوں کو جب وہ دیندیں پڑھتے تھے کھا کرتا تھا
کہ اپنے استادوں کا ادب کیا کرو۔ اُن کی ہر خدمت اپنے لیے طر کجور اٹھتے وقت
استادوں کے جو تے سیدھے کر دیا کرو۔ میرے برائی دمن مولانا سیدی اچھوتیس سال
ہندوستان سے باہر ہونے کے بعد جب اُس تشریف لائے تو میں اس وقت ایک کانفرنس
میں شرکت کے لیے دہلی گیا ہوا تھا۔ دہلی سے سیدھا کراچی پہنچا جو ادا اصحاب اُن کے
استقبال کے لیے کراچی گئے۔ اُن میں میاں ظہیر الحق بھی تھے جو اس وقت حلفہ واکر
میں موجود ہیں۔ کراچی اترنے کے بعد مولانا مظہر العلوم میں ٹھہرے۔ آپ کتب خانہ کی اُچھ
کی منزل میں آرام فرمایا کرتے تھے جب نیچے آنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو میں اُن
کا ہوتا اٹھایا کرتا تھا۔ اُن میں یوں ظہیر الحق اور دوسرے اصحاب کو خطاب کر کے کہا کہ
تم لوگ میرا ہوتا اٹھاتے ہو اور مولانا کا ہوتا اٹھانا میرا فرض ہے۔ آدھی کتا بھی بڑا
ہو جائے ہر دس کے لیے چھپنا ہو سکتا ہے۔

مرشد کی رضا جوئی وصال کے وقت حضرت دین پوری کی عمر ۱۱۰ سال کی تھی
میری حیات کے چالیس سال بعد تک زندہ رہے ہیں
نے چالیس سال اُن کی خدمت میں آرام و رفعت دہلی اشد کے فضل سے میرے کانٹہ لگائی
میں کچھ دیکھ پڑتا ہی رہتا تھا۔ اگر حضرت ہزار سال تک زندہ رہتے تو میں بھی اتنی
ہی وقت زندہ رہتا تو ہزار سال اُن کے دروازہ پر حاضر ہی دیتا۔ اُن کی زندگی میں جب

کبھی میں سندھ جاتا تو میری مجال نہ تھی کہ ماضی میسے بغیر گزاراؤں۔ جلتے یا آتے
جوتے ضرور حاضر ہوتا۔

جو رزق تقدیر ہے وہ مل کر رہے گا آپ سمجھتے ہیں کہ ہمدی محنت
تو کل علی اللہ پر رزق ہے یہ بات قطعاً ہے۔ رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے
اللہ تبارک اور اس کا رسول تبارک ہے۔

ایک رزق میرے پاس آئی جس کے نانا کا میرے ساتھ بیت کا تعلق تھا۔
اُس نے کہا کہ میرا خاندان دھڑلہ روپیہ ادا نہ تھا۔ قیاس ہے مگر گزارہ نہیں ہوتا: میں نے
حسب معمول جواب دیا کہ جی! رزق میں برکت ڈالنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔
میں اور میری اولاد دنیاوی طور پر کچھ نہیں کہتے۔ تمام دن فقط اللہ اور اس کے
رسول کا دین پڑھتے اور پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے بھی بیوی ہے، لڑکے ہیں،
بہنیں ہیں، پرستے پوتیاں ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ گزارہ اچھا چل رہا ہے
کوئی شکایت نہیں آج تک کبھی کسی سے ایک پیسہ تک نہیں مانگا۔ اللہ کو شکر
ہو تو قصور رزق بھی بہت بن جاتا ہے۔ اگر برکت نہ ہو تو رزق کی کمیت ہوتے ہوئے
بھی اسے اسے نہیں جاتی اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا؟

حیات مبارکہ کی آخری مجلس ذکر میں حلقہ ذکر میں شامل ہونے والوں کو خوشخبری
میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے
یکم فروری ۱۹۶۲ء کو بخش دیا ہے

حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے سڑکوں پر ڈاکر نے والوں کی تلاش میں

چہرتے رہتے ہیں۔ جب کسی قوم کو اللہ تعالیٰ ماذکر کبستہ پہنچاتے ہیں تو وہ دُوسرے فرشتوں کو بجاتے ہیں کہ آؤ۔ میں چیز کی ہم تلاش کر رہے تھے وہ یہاں ہو رہی ہے۔ وہ فرشتے ان پر گھیر اڑاں کر ایک دُوسرے کے اوپر چڑھتے ہوئے آسمان دنیا تک جا پہنچتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عالم الغیب و اشادۃ ہے لیکن فرشتوں کی گراہی لینے کے لیے پُوچھتا ہے کہ میرے جیسے کیا کر رہے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! تیری بزرگی اور تعریف کر رہے ہیں۔ تیرا ذکر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پُوچھتا ہے کہ کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھ کو دیکھ پائیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! اگر وہ آپ کو دیکھ پائیں تو اودھت سے تیرا عبادت شروع کر دیں اور تیری تعریف بہت زیادہ بیان کریں۔

اللہ تعالیٰ پُوچھتا ہے کہ وہ کیا چیز مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! وہ جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انھوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ! نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت کو دیکھ پائیں تو پھر ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ یا اللہ! اگر وہ جنت کو دیکھ پائیں تو ان میں جنت کو حاصل کرنے کی اور زیادہ حرص پیدا ہو اور وہ اس کو طلب کرنے کی اور زیادہ کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انھوں نے دوزخ کو دیکھا

ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر وہ مدد کر دیکھ پائیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ! اب تو یہ دیکھے تناٹھ تے میں لگ دیکھ پائیں تو اور نیا ہو جاگنا شروع کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتہ تم گواہ رہو کہ میں نے ان کو بخش دیا۔

ایک فرشتہ کہتا ہے کہ یا اللہ! ایک آدمی کسی کام کی غرض سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اگر کرنے کے لیے نہیں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والے بھی غالی نہیں جاتے۔ (رداء المجتہد)

اللہ تعالیٰ میرے اصحاب کو ہر جمعرات کو مرتے دم تک مجھیں ذکر میں شامل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت ہی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ذکر کو قبول فرمائے اور ہر جمعرات کو مغفرت کا تہ نہ مل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! رمضان شریف کے متعلق آج کچھ عرض کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے مہینے کو دیکھے اور وہ ایمان مند ہو۔ اگر ثواب کی خاطر دیکھے تو اس کے سائبان کا عاف کوئی نہیں جاتے۔

دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

”رمضان شریف کے مہینے میں ہر نیکی کا بدلہ دیا جائیگا۔ حتیٰ کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائیگا۔ مگر روزہ صرف غامس ہی کے لیے ہے اور یہی ہی اس کی جزا ہے۔“

جو کہ میں بہترین کاماں ختم شرطیوں میں جا کر نہیں کھاتا۔ اس لیے لوگ مجھے دہائی کہتے ہیں جو کوئی دہاتا ہے تو سبوح و موت سے کہا جاتا ہے کہ آ پا جی چند دہاپے، آٹھ دہاپے کا طوطا پانچ روپے کے منگوترے اور اڑھائی روپے کے پھول ٹانے ہیں بروی آئیں گے ختم شریف ہو گا اور بروی کھائیں گے۔

یاد رکھو کہ ختم کاماں کھانا حرام ہے اور یہ تباہ شریف، مہاتا شریف، پادریاں شریف سب اسلام کے خلاف ہے۔ کل کو اگر تم رات کو نہ ناگرو اور کہو کہ رات روڈی شریف آئی تھی۔ دن شریف کیا تھا تو کیا لوگ تمہارے مز پر چڑنا نہ ماریں گے؟ کیا تمہارے شریف لگانے سے وہ فعل ہاں ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہدایت فرمائے۔

میں اپنی جماعت کے لیے غامس ڈاکر بنا ہوں۔ میں نے کچھ سال دینی شہرہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روز مقدس پر بھی اپنی جماعت کے لیے غامس ڈاکر کیا تھی کہ اللہ تعالیٰ میری جماعت کے مردوں اور عورتوں کو استقامت عطا فرمائے۔ ان کے سب گناہ معاف فرما کر جنت میں پہنچائے اور دوزخ سے بچائے۔ آمین یا ارحم الراحمین

اخلاقِ عالیہ

تیبہ عالمِ صلی اللہ علیہ وسلم کا استاد ہے۔ جنتِ لا تمہ بخادم الاخلاق۔ اس لئے علماء حق اور سالکان طریقت اخلاق میں تیبہ عالمِ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں حضرت علیؓ علیہ السلام سے تصف تھے کہ آپ کی ساری زندگی اخلاقِ عالیہ کا غور و تحقیق، علمِ صبر و عزم و کرم و انصاف و صدق و سخاوت اور استقامت و غیر مصیبت آپ میں پیدا ہوئی تھی اور آپ کے قربی روحانی حضرت امروائیؓ کی نظرِ حلال تھی اور حضرت عیسیٰؑ کی نظرِ حلال تھی۔ چنانچہ حضرتؑ اپنے انور شہیر کے جہاں اور جہاں کا علمبردار تھے یہ سادہ کم و کمر کو نصیب ہوا ہے۔

حکم حضرت علیؓ کی طبیعت میں تھی جس وقتکہ نہ تھا۔ ہر شخص آپ کے سامنے جہاں تک اپنی مرضی تھا پیش کر سکتا تھا اور آپ اس کو مناسب حال پر اجازت فرماتے تھے۔ جمعہ درس اور مجلس فکر میں ہزاروں لوگ آپ کے گرد جمع ہوتے تھے۔ آخری عمر میں پیرائے سال اور ضعف کے باعث علماء انسان کے مزاج میں چڑچڑاہٹ اور کئی باقی ہے لیکن زندگی کے ان لمحات میں بھی حضرتؑ کے مزاج میں قلی لاکھ روشن نگاہیں تھیں۔ ایک واقعہ درج ذیل ہے:-

عمرِ دین اور اوچھڑی اورادی میں کہ ایک مرتبہ چند اصحاب حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر تھے اتفاق سے میں بھی اس مجلس میں شریک تھا کہ ایک شخص نے اچھے لڑکے کے لئے کہ ماضیہ اور مرض کیا۔ حضرت اس بچے کے لیے تعویذ بتائیں کہ جس کو وہ بوسے چمے جائے گی وہی دیا جائے اور کسی خود کشی کی شایہ نہ کرے مایہ ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: اے عجمانی مرض ہے کسی حکمران کو اگر دیکھو بچے! اور لڑکے سے کتاب

ہو کر فرمایا: بیٹا! ایسے نیکو دل سے نکال، اس پر، شخص بڑا گیا اور کہنے لگا: ہم گیارہ بجے سے
منتظر تھے کہ آپ سے تعویذ لیں گے اور آپ نے پروا نہ کیا، میں کی؟ حضرت: آگے بڑھیں، دیکھ کر سڑک
اور گاہاگاہی کا پرے ہاتھ سے چلنے والے توڑیاں تھکان ہے، گروہیت یہ ہے کہ آپ کو جہانی
مرض ہے اور میں اکثر عجیب نہیں ہوں، مگر وہ شخص اور زیادہ بڑا گیا، کہنے لگا: میں آپ سے یہ
انبیاء تھی، ہم سب بیرون تھے کہ حضرت کس طرح بد امت کر رہے ہیں، آخر حضرت نے پستقل سے
فرمایا: اجہ! بد سے پاس تو چھوڑ دیا، یہ کہہ کر اٹھ گیا، اپنے فضل و کرم سے صحت و کمال
عطا کرنے لگا، اس کے بعد میں وہ شخص ٹھٹھے سے ہی بات کرتا رہا، مگر حضرت نے ایک بار بھی تلخ جواب
نہیں دیا، آپ اکثر فرمایا کرتے: "جو لوگ مجھے گایاں دیتے ہیں، ان کے لیے دعا کرتا ہوں، کہ اللہ
تمہارے انہیں ہدایت فرمائے۔"

کمال بے نفی مولانا ابھٹکار صاحب جلی سکاؤ اعلیٰ مقام پر معلوم سادہ پر معلوم شیخ الحدیث
تیسرے قرآن دار پندہ کی بیان فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ ہم حضرت مولانا ابھٹکار صاحب مددس کی صفت میں سلسلہ میں کچھ کچھ
آہستہ تھے، چنانچہ ساتھ چلنے والے دورہ تفریح حضرت کرام سے پوچھنے کے لئے آہستہ تھے، پیشین پر
حضرت مولانا ابھٹکار صاحب کے استقبال کے لیے تشریف لائے تھے، گریہ حضرت اس لازمی سے
تشریف لائے مولانا ابھٹکار صاحب نے تا وقت پہنچنے کی وجہ سے حضرت کو ملازمت لباس اور
شکل میں دیکھ کر ریاستہ مائل کہ آپ اس طالب علم کو مولانا ابھٹکار صاحب کے پاس پہنچا دیں، حضرت نے
نے بعد صبر اس کا سلسلہ اٹھایا اور اسے مسجد میں پہنچا دیا، پھر مدرس قرآن میں حضرت کو اس
تقدیس پر رونق افروز کر دیا کہ بے صلہ ہوا۔

حضرت میں یہ صفت بھی جودم اتم و جود تھا کہ آپ اپنے خاتم اور تلاذہ کی توجہ منزلت میں

فرمانی گابتا فرمایا کرتے تھے ذیل کا ایک فقرہ راج کیا جاتا ہے۔ مانتو صاحبہ راجن صاحبہ ہندی
حضرت سے ترجمہ تفسیر قرآن پڑھنے کے لیے حاضر ہوئے مگر حضرت نے ان کی حقیر اور غلط
قرآن میں حدیث کے پیش نظر سہرا نام قرآن یا حبیب کہ اس سے قبل آپ محمد خیر زادہ کی خدمت پر
کی امانت خود فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ذات کو تشریف لائے اور اس حجر پرہیزگار سے مانتو صاحبہ
نے اندر سے کہا کہ کن ہے؟ مگر حضرت نے نہ سنا اور پھر دروازہ پر دستک دی۔ مانتو صاحبہ نے
دوبارے سے سخت لہجہ میں پوچھا کہ کن ہے؟ مگر حضرت نے پھر بھی نہ سنا اور دستک دی۔ تیسری دفعہ
دوبارے سے سخت ٹسٹ الفاظ میں مانتو صاحبہ نے پوچھا کہ کن ہے؟ تو حضرت نے فرمایا ”احمدی“
مانتو صاحبہ نے دوبارہ کمرل دیا اور سخت اذیت کا اظہار کیا۔ مگر حضرت نے کمال شہت
سے فراتے ہوئے فرمایا ”آپ نے جو کچھ کیا وہ ٹھیک تھا؟“

جُود و سخا حضرت اس قدر سخا و دنیا میں تھے کہ سرفرو حضرت میں ہر پاس ہر ہاتھ ختم فرمادیتے۔ مابقی
دین لہو صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت کے ساتھ سفر کا اتفاق ہوا۔ رات کو لاہور
سے سوار ہوتے وقت میں نے اس بیت سے کہنا دیکھا یا کفایت طاری نہ ہو جاتے۔ لیکن لاہور پہنچے
کر ہی بٹکے اس پر نہ گئی آخر میں نے ٹکری سے چھیر کر دی۔ اور دیرینہ شکر خیر سے اور حضرت
کے سامنے رکھ دیئے۔ حضرت نے ٹکری کو لے کر کہا کہ میں نے خود فرمایا کہ انیس روٹ سے ہر شخص کو
ایک ایک حصہ ہے تو جب تمام مسافروں کو ایک ایک حصہ مل گیا تو باقی چھ گریں اور دو چائیں میں
بچے وہ چائیں اور پندرہ گریں کے دیں اور دو گریں خود کو دیں۔

انسانی ہمدردی ماسٹر سراج حسین صاحبہ برہمچاری ہیں۔ ان کے گھر لاہور میں ہیں۔ ان کے پاس
ایک چھوٹا دودھوں کے ہزار پھنکان واقع تھیں۔ ان کے گھر لاہور میں ہیں۔ ان کے پاس
انسانوں کے گھر میں ان کے لاش کے نیچے ایک تنگ پل میں ہیں۔ ان کے پاس

پس تمام مسلمان حکام و چوڑوں، خطا میں نیچے تو کچھ باقی نہ رہتا تھا۔ مسلمان بالکل عطا دیا گیا۔ اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر ایک آدمی درمل ہونے سے مسلمان بے جانہ میں کمانی ہو جائے گی۔

بجایک میری نگاہیں انھیں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ایک اور بزرگ کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ آتے ہیں سلام میں بہت عزت ان پھر فرمایا مسلمان زیادہ ہے وہ آپ کی تعداد کم ہے۔ اس لیے لائیے کہ مسلمان ہم اٹھائے نیچے ہیں۔

بدعات کی نفرت غور و خیر سے دیکھو کہ ہر کام بیان ہے۔ مراد احکام کے ایک نہ خیر دار نے (جو حضرت کاڑی تھا، تباہی کے سلسلے میں بے ایک عمری تو میرا جب میرا ہاں ہونے لگا تو حضرت نے مجھ اس کے ہم ایک تو دیا جس کا حضور پر تھا۔

عزیزم

یہ تمام اہمیت ہے اگر وفات شروع وراثت کی نہیں تو میرے دور از سرے پر کبھی نہ آتا اور اگر میری سب سے بدعات اور دیگر کے تو غلام پاؤ گے؟

میں یہ پیغام لے کر لوہا پانچا۔ زیندا صاحب پڑھ کر سوچ میں پڑ گئے پھر میرے اپنے پرانے ارشاد کی شریعت کے مطابق ہی برگی۔

رہا اس سفر پر خصوصی شفقت انسانی عزت آتھا ہے کہ سفر میں مارا نصیحت تیر خزان ہے۔ اور تھا سفر کے ساتھ ہر کام میں علی اور دوستی پیدا ہوئی

ہے کہ حضرت کا یہ بھی کمال تھا کہ سفر میں تمام اور تھا، کے ساتھ نہایت ہی شفقت کا لوگ نہ تھے اگرچہ میں سلسلے میں ان واقعات سفر میں کہ صرف دو واقعات دیکھ کے جاتے ہیں۔

۱۔ ہائیں شیخ تفسیر برائے امام علیؑ اور صاحب دین کے سفر میں چاند نہ شریک ہے۔ اگر صاحب ملک حضرت اور ہرے تشریف نہ لاتے حضرت گفتگوں کی نادر دکاتے اور منتظر تھے یہی حال

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب، مختلف کبریاں غیر ملکی پر ہونا جنگ وہ بھی شریف نہ لاتے حضرت کے لاتا دل نافرمانتے۔

۱۲۱۔ انگلستان فرانس صاحبین پر کس ایک سفر میں شریک خدمت تھے کہ پیش میں بقاء بر خلی جو ہے باہر چلے گئے اور چمپے کا انگلیا حضرت تقریباً ایک گھنٹہ تک ان کے اندر میں بھاگتا رہا جب یہ دیکھا گئے تب حضرت اور دوسرے شرانے کھانا تناول فرمایا۔

غلو فاقات پر رحم خواجہ زید احمد نے ایک اور واقعہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ حضرت بنو عباسان حضرت ترقی ترقی تھے میرا نام پرندوں پر بھی اس قدر ہیراں خوش تھے کہ ایک نو حضرت کسی جلسے میں شرکت کے لیے جا رہے تھے شیش پر پیچے تو خیال آیا کہ جو بندہ آیا ہوں اور دشمنوں میں بھی بیٹھے کرے میں چڑیوں کا گونہ ہے۔

فرمایا جلسے کے شروع کرنا دیکھیں میں گاڑی سے نکلا تھا اس سے نکلا سکوں گا دوسری سے آگیا گا آپ نے وہیں تشریف لاکر دشمنوں کو کھڑا دیکھ دوسری گاڑی سے واپس آئے۔

عیادت خواجہ صاحب دوسری راوی ہیں کہ ۱۹۵۹ء کا ذکر ہے تو پر انھوں نے اکابر ہمت ملو ہوا تشریف لائے۔ گروپ تہنی باہر بھی آئے۔ پانچ منٹ سے زائد نہ نظر ہے۔

ایک بار احمد کے دن دوسرے کے گیارہ بجے کسی نے دوازہ گشت کیا میری میری نے زرا سنت لیجے میں نہ تھا کہ "ابواب" احمد علی: "آپ اندر تشریف لائے اور کہنے لگے "میرے پاس اور کوئی فراغت کا وقت نہ تھا خیال کیا میں وقت دیکھ آؤں کہ کیا حال ہے۔"

تقدیر و ترقید میں آپ کا مقام معتدل حضرت امیر صف اس دور میں حضرت ہی کے ساتھ خاص تھا کہ آپ نے حبیب

پیش نام پر تشریف لے آئے تو آپ کے ہاتھ میں چوڑے لاکھٹ مٹھی تھا جس کے ساتھ ایک عجیب سا لگا ہوا عمامہ اس میں بعض غصوی اخبار دکھایا کرتے تھے وزیر صاحب نے حضرت سے استفسار کیا کہ سامان اور فخر کس آپے میں ہیں حضرت نے فرمایا۔

”یہ سامان صرف میں ہے جو میرے ہاتھ میں ہے، تمام دھڑو کوئی ساتھ نہیں چنانچہ اس سادگی میں تشریف لے گئے۔“

آپ نے گرمیوں میں ابتداً سر سے لے کر زانگے تک کھدکھاسا ہوا شلوار پہنا کر آپریشن کی ایسی ٹیمیں شری منشی مانپ کا پاہاں اسکند کی ٹوپی پر کھدکھائی گھڑی استعمال کرتے تھے پاؤں میں شہوے جوتی پہنتی تھی۔

سڑیوں میں گرم پتھر سے کی ایسی ٹیمیں گرم واسکت اور اس پر ردنی کا لیا کوٹ دھیا کر بھارا کے لٹا رہتے کرتے ہیں، اپنا کرتے تھے پیروں میں گرم جرابیں پہنتی تھیں جن پر شدید سردی کے موسم میں بچڑا بڑھا دیا کرتے تھے۔

استغنا

جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء اسلام کا تمام اہران کا فرض نہیں دیا کرتے تھے ارشاد فرمایا:

«العلماء موقوفون على ما في أيديهم من العلم»
 «وإنما علموا على ما في أيديهم من العلم»

اس لئے علماء حق غرقِ سہاری طرح فنی اور بے پرواہی سے ہی باتوں نے اہل کلمہ و دولت پر کبھی میں اتار نہیں بھیجا حضرت لکھنوی فرماتے تھے: ”بمذاہر سے دل گھبراتا ہے اور انیس کا ارشاد ہے کہ ”فروغِ امتیازی باغبانِ ہریمِ اسلام کا خاصہ ہے“

حضرت اس تمام میں بھی نہ کئی حیثیت رکھتے تھے آپ نے ابتدائی زمانہ اس قدر تنگی اور محنت میں گزارا کہ اپنے شیخ کی خدمت میں بھی کبھی کبھی پیش نہ کر کے کئی کئی دن قادر رہا کہ غنا و نفس کا عالم نہ بڑے بڑے شہاموں اور بے بسیوں کو نصیب نہیں ہوا اور یہی حال آخر تک رہا۔

حضرت کا اصول تھا کہ آپ کبھی کسی سے کوئی چیز یا رقم بطور تحائف نہ لیا کرتے تھے آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں بکثرت مراد کے کالج پڑھائے مگر نہ تو حوت و لبر میں شرکت فرمائی اور نہ کوئی دیر و غیر وصول کیا یہی لباس میں شرکت کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ

”دنیاوی لحاظ سے جو بے رنگ چاہتے ہی کر رہ اپنے لئے اور دوسروں کا کالج پڑھوانے کے لئے جو بے رویوں کو نکالتے۔ لہذا مجھے بھی کہ وہ بڑا روی کہ اس قسم کی موت دے دیتے ہیں۔ میں مسون کہہ کر کہہ کر لیتا ہوں۔ شہد کرنا کہ اپنا یا کہ یہ نہیں ہوتا بلکہ یہ شرط کا کہ

جتنے کریں کہی تھو اندر وصول نہیں کروں گا ہر آپ سے پانچ منٹ لوں گا جن میں سارے اسلام کا خلاصہ بیان فرمائیے۔

ایسے واقعات میں سے چند مشہور واقعات درج ذیل ہیں:-

نواب مظفر خان مرحوم کی جی کی شادی تھی۔ انہوں نے حضرتؑ سے درخواست کی کہ نکاح آپ پر میں۔ حضرتؑ نے قبول فرمایا۔ سرکنڈہ حیات لڑکی کے ہاں تھے ملکوت کے بڑے سے عہدیدار اس تقریب میں شریک تھے جو مہمانِ مغل میں آقا قرانی آمد پر سب لوگ کھڑے ہو جانے حضرتؑ بھیجے تھے۔ البتہ ایک بدیشی بزرگ نواب محمد حیات خورشیدی کے نواب کھڑے ہو گئے۔ نکاح کی رسم ادا ہوئی حضرتؑ نے خطبہ پڑھا اور وہ مالکی سرکنڈہ حیات مرحوم نے ایک تہنیتی خوشامی کے کھانے پر ایک سو ایک سو پیر لکھ حضرتؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر حضرتؑ نے انکار کر دیا۔ آپ کھانے میں بھی شریک نہیں ہوئے۔

اس کے علاوہ متعدد شرفانہ واردات کی یہاں نکل میں حضرتؑ کو ایسی طرز عمل سے ملے تھے کہ گورنر مغربی پاکستان نواب گل خان صاحبؒ کی صاحبزادی سے کی تقریب نکاح کے بعد اسی عمل کے مطابق وہیں تشریف لائے۔

نواب مظفر خان مرحوم کی اہلیہ کو خواب میں ہدایت ملی کہ وہ آپ سے ملائی جائزات کی لہجہ میں حضرتؑ نے نواب صاحب کی درخواست پر ان کی اہلیہ کو بیت فرمایا۔ ملائی کے بعد ملازمت سے دی۔ مگر اس متعدد مدد مالی تعلق اور ان کے بچے صدمہ راز کے باوجود ان کے ہاں بھی کھانا نہیں کھانا تھے کہ ایک مرتبہ انہیں حیاتِ اسلام کے ملازمہ اجلاس کی شرکت کے لئے نواب صاحب مرحوم نے فیروانی تشریف لائے تو نواب مظفر خان صاحب نے نواب صاحب مرحوم نے فیروانی سے سفارش کروا دی حضرتؑ نے منظور کر دیا مگر جب نواب تشریف لائے تو ملائی یا اس وقت کی دعوت انوں ملا

کے ایک بڑے منی کی ننگہ فرما چکے ہیں۔ آپ نے حضرت کا قریبیج دیا اور اس طرح اس حالت طہام سے چھٹکارا ہے۔

حضرت نے کسی کانفرنس یا جلسے میں شرکت کے لئے نہیں کوئی رقم قبول نہیں کی سدا میں امیر کے جلسوں میں شرکت کے لئے جب تشریف لے جاتے تو کرایہ اپنا دیا کرتے مگر کرایہ نہ ہونا تو شرکت ہی نہ فرماتے۔ البتہ اپنی جماعت کی استدعا پر کسی جلسے میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے، تو اس کے لئے میں من کی بدل برائی کرتے ہوتے بعض اوقات صرف کرایہ ہی بجے ہائی تمام ہر قسم متعلقین کے حوالے کر دیتے۔ جیسے ۱۹۹۱ء میں آپ ایٹ آباد تشریف لائے تو سب سے پہلے متعلقین جبار کرایہ میں سے چکی ہوتی تمام دہلیس کی اور فریاد میں یہاں ملنا نام کھانے آیا ہوں؟

ایک بار حضرت کو کرایہ کی حیات تشریف سرگرمی نے اپنے علاقے میں تبلیغ کے لئے دعوت دی آپ نے فرمایا اس شرط پر قبول کروں گا کہ میرے قیام اسطرح کا آپ کو نہ کریں۔ تو صاحب کے کمار دہلیش کے لئے آجائے ہیں سب سے۔ مگر کرایہ گاؤں میں برائی کوئی نہیں جس سے آپ کما نہ لائیں مگر حضرت نے فرمایا کہ آپ اس سے بے فکر رہیں۔ آخر اسی صورت میں آپ نے ان قیام فرمایا کہ ذات سہر میں قیام فرماتے اور کمانے کے لئے جو خطبہ دیاں کرے لے گئے تھے وہ تبادلہ فرماتے اور کنٹینر کا پانی پی لیتے۔

ایک بار حضرت سموات کے علاقے میں تبلیغ کرنے کے لئے گئے۔ اور وہاں کے لوگوں سے شرط کی کہ تمہارے ان کچھ نہیں کماؤں گا؟ چنانچہ اپنے دستور کے مطابق میٹھی دیاں پکرا کر ساتھ لے گئے مگر اتفاقاً انھوں میں سے شریعہ شروع ہو گیا اور وہاں نہ کما سکے۔ اس لئے انھوں نے ایک صرف وہیچے کے ٹائڈ لے کر کھاتے رہے۔

ایک بار حضرت بہاولپور کے دورہ تبلیغ پر گئے۔ قصبہ قصبہ تبلیغ کی مین باجوہ صراط کے

کشف و کرامت

جب ذکر اللہ و تاجہ سنت پر راجعت حال کا ذرا نیت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کو وہ راز و کھمیرہ سوسہ پہنچاتے ہیں جو قدوس کو معلوم نہیں ہوتے۔ اس کا نام کشف ہے۔ اور جب اس آیت کو کام میں لا کر تاویک اور رنگہ کو دلوں کی معنائیں باذن اللہ کی جاتی ہے تو اس کو تحفہ کہا جاتا ہے۔

کشف کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں کشفِ قلوب اور کشفِ القیود مشہور قسمیں ہیں۔ حضرت ہرودہ منات کے کشف تھے۔ آپ کے چند کشف مروجہ ذیل ہیں۔

کشفِ قلوب ایک نذر حضرت نے کسی کے ہاں کھانے کی عورت قبول کر لیا۔ مزاج اقدس کو غریبہ خاطر کئے۔ مجھے چیزیں پکوان گئیں۔ حضرت آبی ہرن پہلے کھاتے تھے۔

کھانے کے بعد پھل کے ساتھ پھلورنے کی گریاں بھی دگئی گئیں اور حضرت نے ان سے نیاہ شوق فرمایا۔ صاحبِ خانہ نے استفسار کیا کہ حضرت کیا بات کہنے دوسری چیزوں کی نسبت آپ کو پھلورنے بہت پسند آئے؟ آپ نے فرمایا: ”ان میں ثور نیت نیاہ وہ کھانے دی یہ گریاں صاحبِ خانہ کی چھٹی بھی نہ ڈھلے اور کھانے کے بعد دگر میں خوشنوں ہرگز نکال تھیں۔“

صدیقیتِ علامہ و عرفانیتِ بادشاہ صاحبِ اوی ہیں کریں نے پٹاہ کے ایک تعلیم پترِ نوجوان کو حضرت کے نام غلطیا کر اس کو بیت فرمائیں۔ دراز خان حاضر ہر تہ تیغ

دن حسرت نے اُس کو بیت کیا۔

کچھ عرصہ بعد جبریلؑ نے اُن کو حضرتؑ نے بلوے فرمایا اور پہلے دن میں نے اُس نے وہاں کے قلب کی طرف توجہ کی تو اُس کو کھواقی پایا۔ اس لئے میں نے انکار کر دیا اور سوچا کہ وہ کیا تو میں نے پھر انکار کر دیا۔ تیسرے دن آیا تو میں نے اُس کے قلب کو کھواقی پایا اور اس کو بیت کر لیا۔ ایک دن حضرتؑ ہمیں سفر پر بلے تھے جب لاہور وائشش کے پل پر سے گئے۔ آدھے چنڈوں کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ ایک جانب کوئی خستہ حال بھاری سوداگراں اور دوسری طرف ایک ٹوکڑی لال بھگوان لٹلی ہوئی تھی حضرتؑ نے صاحبین صغریا کو یہ دعوت بہت بلند ہر کہتی ہے اور یہ آدمی ذکر نہیں میں نہا ہے۔ پر کون ان کو مانتا ہے۔

ایک غریب صاحبیت اللہ کا دل سے لڑی تھیں تو وہاں بنگ کے ایک بہت بڑے عرصے سے حضرتؑ کو چلنے کے لیے مجھ پر کیا حضرتؑ کو اُس کی دعوت قبول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن آپؑ نے اُن کی دعوت قبول فرمائی۔

غیر کے بعد جب آپؑ ان صاحب کے گھر تشریف لے گئے تو چلنے آئی حضرتؑ نے فرمایا میری چلنے میں دُعا نہ دُعا صاحبؑ نے عرض کیا کہ حضرتؑ یہ سب چیزیں میری کمان کی ہیں اور دُعا بھی لکھ کر پیش کا ہے۔ انہوں نے بہت اصرار کیا کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ میں تو تہدی ہے کہ چیزیں تو لاواؤں نہیں، بنگ کا کام ہے۔ دُعا تو میں کو پارہ دُاتا ہے۔ صاحبؑ نے چپ نہ گئے اور حضرتؑ نے غیر دُعا کے پاس لے لی۔

ایک دن حضرتؑ مجھ ہی کے گھر آئے کیس باہر تشریف لے گئے آپؑ کی غیر موجودگی میں آپؑ کا ایک مہر پر لکھا ہے اعلیٰ کا ایک ڈکڑا لے کر آیا اُس نے ڈکڑا دیا ہے پر لکھا کہ حضرتؑ کے اعلیٰ دیانت کیا جواب دہا کہ باہر گئے تھے میں غور کے وقت آئیں گے۔ اُس شخص نے ڈکڑا لے

میں دکھایا اور خود مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔

حضرت تشریف لائے تو پہلے کہا کہ اڑا کیا ہے؟ جواب دیا ایک شخص لیا تھا جو مسجد میں بیٹھا ہے۔ حضرت سید نے کہہ کر تشریف لے گئے اس شخص نے اٹھ کر سلام کیا آپ نے جواب دیا کہ کیا یہ صحابہ میرے لیے لاتے ہیں؟ اس کو دیکھ کر کھانے والا نہیں تھا؟

وہ شخص پریشان ہو کر آیا حضرت جرم کمال نہیں میں اپنے باغ سے توڑ کر لایا ہوں؟ حضرت نے فرمایا لائے تو اپنے باغ سے ہی ہرگز نہیں یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی باری کس اور باغ والے کی حق ٹیک لی ہے وہی چچے اپنے باغ کو اپنی ٹیک لیا تھا کیا اس کے بعد میں یہ مال حلال ہے؟ وہ شخص خاموش ہو گیا اور عرض کی حضرت آپ رست فرماتے ہیں؟

ایک فرد ایک شخص بیت کے لیے آیا تین دن تک وہاں درخواست کرتا رہا کہ حضرت انکا دفن نہ ہے؟ انہوں نے ایک روز چلا کر کہا جو آٹھ گھنٹے بیت کر لیا جاتا ہے چکر لکھ کر لیا جاتا ہے کیا یہ طریقہ تیرے دماغ میں غلط طریقہ قائم کرتا ہے؟ اس پر حضرت نے اسے غصے سے کہہ دیا اس سے پہلے کہ بتاؤ تم کس لیے بیت کرتے ہو اس نے عرض کیا حضرت میں ایک آدمی کے شہرہ دکھا ہوں مگر وہ سب کے سب حضرت کے فریضے میں ان کا سر لٹا ہے کہ میں حضرت کا فریضہ ہر ہر ماہوں اس پر حضرت نے فرمایا۔

”اگر میں نے بدلتا تو بیٹھوں کی توجہ کی مگر اس کا انکار کرتا ہوا پایا اور رہا پایا میں اگر اندھا ہوتا تو بیت کرتا۔“

ترکیب غم نہت کے، اور میں مولانا محمد علی صاحب اور دیگر اکابر و رفقان جیل میں نظر بند تھے جہاں حضرت امام اللہ دیا، ہمیں نظر بند تھے مولانا محمد علی صاحب نے ایک سال اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں آیا تو میرا دل بڑا بڑا تھا اب میں تمکس کی کوئی اطلاع نہیں کہانی معلوم ہوتا

جہ نہ رحلت کر چکا ہے ٹکڑی پریشانی میں مبتلا نہ کرتے ہوئے کمروں نے لہجہ اطلاق نہیں دی۔ جب سب حضرات اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تو حضرت نے مولانا مولوی صاحب کے کمرے میں جا کر فرمایا صاحبزادہ! حضور تمنا ہے درست ہے چوڑا آپ کے گھوڑے باہر لگے ہوئے ہیں، اس لیے اس ٹکڑے آپ کو اطلاق نہیں دی گئی، وہاں لوں ٹکڑے آپ کو خط آمانے گا چنانچہ چند دنوں کے بعد مولانا مولوی صاحب کو کمرے میں ضرور کا خط آگیا۔

مولانا حبیب اللہ صاحب سادی ہیں کہ ایک دفعہ سفرِ حجاز میں جب حضرت مدینہ تشریف لائے اور وہیں میں مانتھا تو رات چلتے چلتے حضرت نے غرض ہوا، لیکر فرمایا میں اس میں جوتا ہے کہ یہ نقش پاکسی یا لٹا کر کے نہیں ہیں۔ بعد ازیں تحقیق پر معلوم ہوا کہ وہ واقعی ایک گمراہ اور جتیبہ انسان تھا جو دوسرے ملک سے عزیزِ نذرہ کسی غرض کے لیے آیا تھا۔

ابنیا زاد کے چہرہ دی اور خانِ بواقی برادری کے سربراہ ہیں۔ وہ حضرت کے اور آپ کے ملک کے سنت مخالف تھے۔ ایک دفعہ کلرنا خان حسین صاحب غور کے ہوا، غرض کہ ان کا بھی ہوا پر حاضر ہوئے اور کہا کہ حضرت نے میرے دل کے ٹکڑے شہادتِ دُور کر دیے تریں توہ کر ان کا اور حضرت کی بیعت کر لیں گا۔ اس کے آتے ہی حضرت نے ان خود ایسی باتیں فرمادیں جن سے ان کے شہادتِ دُور ہو گئے اور وہ حضرت کے مرید ہو گئے کہ اس تعداد میں ہو گئے کہ ساری برادری کو ان کی جدت حضرت کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت کاشف اس قدیم رہا تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے اگر ایک سدی قبل غازی میں غزل کوہ پور میں اس کے جلن کا سلسلہ تھیں (یعنی جہان پور پانی اور کوہ پور تباہ ہو گئے) کہیں کوہ پور کے قریب ہوا گاؤں میں ہے یا داندہ وراہ داندہ دی ہے۔

کشفِ قبرِ پور ہوا کیونکہ اس کی ایک لکھت نے بتایا کہ حضرت نے کراچی میں کسی جگہ کے

مردم سے ایک بار کے نیچے سے ڈھیلیں نکلاؤں اور انہیں باقاعدہ دفن کروایا۔ پھر فرمایا کہ یہ ایک سال لاش کی ڈھیلیں ہیں۔

ایک بار حضرت ایک لاش میں تشریف لے گئے اس لاش میں حضرت علیؑ کیا نامہ لکھا تھا جس پر اس وقت تک ہم کچھ نہیں جانتے تھے اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اس پر لاش کی رقتیں نازل ہو رہی ہیں لکھا کچھ ہے؟ "ابا جان آپ کے صفے میں اللہ تعالیٰ نے کچھ لکھا ہے" ایک بار حضرت ذیل لاش میں کہیں جاتا ہے تھے ریلوے لائن سے دور ایک قبر پر آئی حضرت زمانے لگے اس قبر کے کہیں بڑے اللہ لے گئے ہیں۔ مالانگہ و قبر بالکل نئی تھی۔

ایک دفعہ آپ ایک قبرستان سے گئے تھے تین قبریں برابر برابر تھیں اللہ فرمایا متیہوں پر ایک آدمی جس پر لیکن درمیان درمیان کا دھبہ بند ہے۔ اس کا عقیدہ توحید میں بہت پختہ ہے" حضرت علیؑ ایک خلوہ کے قریب اپنے متبعین کو تاکید کرتے تھے کہ جب حضرت اس لاش میں تشریف لائیں تو آپ کو میری قبر پر ضرور لانا حضرت اس تشریف لے گئے تو ایک شخص آپ کو قبرستان سے لے گیا ایک مجاہدین قبر میں اس شخص کا خیال تھا کہ ان میں سے ایک قبر میں لگے گی ہے۔ مگر حضرت نے یہ بلکہ فرمایا: "ان قبروں میں سے کوئی قبر اس لاش کی نہیں" حضرت کو جلدی رہی جانا تھا آپ تشریف لے گئے "موسوٹھن" نامی شخص لاش کے لاشوں میں سے ایک لاش کو لے کر قبرستان آیا تو اسی لاش کی قبر کو سری جڑ لگائی۔

حضرت "شیخ" کے مسیحی میں "دوسرا چپ" تحصیل کر لیا تشریف لے جاتا ہے تھے۔ راستے میں ایک مقبرہ نظر آیا حضرت کا نام مقبرہ کے پاس سے لے کر آپ نے فرمایا "یہ کسی کی قبر ہے مگر اس میں میت نہیں داخل ہے"۔ "دوسرا چپ" پنچ کر آپ کے صحن میں نے دریافت کیا تو معلوم ہو کر دانی اس مقبرہ میں کوئی دفن نہیں۔ اس بلکہ ایک چستی غیر لایم تھا۔ وہ لاش پر

کے گھر ملاں میں جا کر فوت ہو گیا اور وہیں دفن کر دیا گیا۔ اس کے چہلوں نے یہاں غیر ناکرملت کھڑی رکھی صاحب ہر سال بڑی محرم و معلوم سے اس کا اس مناتے ہیں۔

مرانا تیدگل یا رشتہ صاحب کو بیان ہے کہ میں نے ڈیرہ انجیل خان میں حضرت مرانا شمس الحق صاحب افغانی اور مولانا عبدالحکیم صاحب (روایتی) کی موجودگی میں حضرت کے پہلے وہ ایک حضرت انجیل شیعہ تہذیبیہ ہر بڑی کے عزرات پر شریف لے گئے تھے مولانا عبدالحکیم صاحب فرماتے ہیں کہ وہاں حضرت کو گفتگو کہ باتیں معلوم ہوئی تھیں؟

حضرت نے فرمایا وہاں میں نے مولانا عبدالحکیم شیعہ کے بڑے پروردگار کیا تو اقصائیں مازر تھیں جب تہذیبیہ کی قبر پر قبور کیا تو صاحب قبر نے بتایا کہ میں یہاں ہر بڑی میں ہوں اور غلط ہے لہذا یہ صاحب ہر بڑی سمجھتے ہیں اپنا نام تہذیبیہ میں نے بتایا۔

ایک دفعہ حضرت نے بتایا: مجھے شاہی تھک لاءہر کی فرما دیا کہ پاس ایک غلام قسم کی خبر بتاتی ہے۔ وہاں میں ایک لی کہ دفن پائیا ہوں مجھے اُن کے سر کو پائیاں کا بھی علم ہے۔ میں باطن کی آنکھ سے دیکھ چکا ہوں مگر بتاؤ اس بے نہیں کہ وہاں سجدہ گاہ بتائیں گے؟

حضرت کی ایک شیعہ کے دو بیٹے فوت ہو چکے تھے۔ اُس نے حضرت سے فرمایا کہ قبروں کا مل پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک شیعہ جنتی ہے مولانا صاحب میں بتلا ہے۔ اس پر اُس صحت نے کہ ملاحق جنتی جنتی شہادت کی موت سے راجع اس کے دوسرے نے خود کشی کی تھی۔ انھوں نے میں تعلیم پانچ دے ایک ہاتھ اتنی علامت کی موت پر حضرت نے اس کا اصرار فرمایا کہ وہاں میں بتلا ہے۔ اس وقت تو اس کے دھماکے جنتی تھک رہی تھیں۔ مگر چند دن کے بعد یہاں ہے اس کا لے کر انجیل خدایا تو اُس میں مدح تھا کہ

”وہاں بتائیں مولانا صاحب اس کی لاش کے پاس نہر کی خالی شیشی بڑی تھی ہر کاکر

اُس نے خود کشی کی تھی۔

کرامات دایا راست قدرت ازبالہ - تیر حیرت را بگردانند رواہ
 کرامت اس فرق ولادت کا نام ہے جو ایسی سنت اہل التقویٰ میں سے صادر ہے۔
 اس کرامات بعد از موت بھی باقی رہتی ہیں حضرت عباس علیہ السلام اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "حضرت و
 کرامت دایا اللہ بعد از موت بحال خود باقی ہے۔ لہذا جگہ ولایت بعد از موت ترقی کے شوق مدیجے کو اس
 عبداللہ نقل کردہ شاہد است۔"

حضرت علی کرامت بہت ہیں سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ جب آپ ملا ہو کر تشریف
 لائے تو یہاں اُنکی کچھ دگرلی کے سوا حضرت کا کوئی واقعہ نہ تھا اور جب نصرت ہوتے تو یہاں
 دلاکھ انسانوں نے جنازہ میں شرکت کی کہ اس وقت کمالا ہو کر تشریف لائے تھے اور یہاں
 جنازہ خشک ہی کے دیکھا ہوا۔

علم سلوک کا مسئلہ ہے کہ کرامت یا اس کا مستعد میل ہندگی نہیں بعض دایا اللہ ایسے ہیں
 کہ ان سے کوئی کرامت منقول نہیں ہو سکتی وہ اپنے زمانے کے ولی کامل گذرے ہیں۔ اس لیے یہ
 ضروری نہیں کہ ولی کو اپنی کرامت یا ولایت کا علم ہی ہر ایک شخص اپنے زمانے کا بہت بڑا ولی ہوتا
 ہے۔ مگر یہ مکتا ہے کہ اُس کو اس کا علم نہ ہو اس وجہ سے حضرت زکریا کے تھے کہ الاستقامت فرق
 الکرمت حضرت نے اس موضوع پر کئی دفعہ خط بھی فرمایا جبکہ عمر ان تھا اعلیٰ اللہ تعالیٰ
 ولا اعلیٰ اللہ انکراشت، حضرت کی چند حسن کرامات کا تبرکاً ذکر کیا جاتا ہے۔

مولانا حسن احمد صاحب شجاع آبادی فرماتے ہیں: میرا بچہ فوت کیا، مگر اُس کی روح
 مجھ سے جہنم نے کہی تھی کہ میرا بچہ جہنم کے درست نہیں ہو سکے گا میں نے حضرت سے سوال کیا
 میں نے کہا کہ اگر حضرت نے فرمایا تو میرا بچہ جہنم سے نکال دیا جائے گا اور اس کا جہنم سے نکال دیا جائے گا

مسئلہ اٹکا ہے۔ امام کے مؤرخین اہل کے ایک شخص کی لڑکی تین چار سال سے فوت
حیات کی نقشہ کش میں مبتلا تھی، مگر وہ نہیں کہیں مگر کوئی کارگر نہ ہوا، ایک دن اپنا نکاح غیر مسلم
مرد اس کی زندگی کی طرف سے بایں جو گئے، کبھی نہیں نے حرکت کی تھیں، وہ کہا کہ مگر
میں دیکھ رہی ہوں، وہ ایک حرکت کیلئے تھے، آپ نے آتے ہی لڑکی کے چہرے پر نظر ڈال۔
وہ کلام اللہ کی آیات پڑھ کر اس پر ڈالیں، مگر کسی نے نہ آپ سے یانت کیا، حضور لڑکی
کو کیا مند ہے؟ آپ نے فرمایا: ”آپ لوگ خدا سے تم پر نیل پر تھیں، کہیں۔ وہ ضرور
پناہ ملے، امام فرمیں گے۔“

سبحان اللہ، یہاں ہی ہوا، اُس اسرار الرحیمین کی عمرانی سے لڑکی چپا ہوئی،
میں صحت یاب ہو گئی۔

حضرتؑ کے دریدہ دل پر رحمت میں تھیں، ہل ہے تھے، وہ اس حضرت کی خدمت
میں دھاکے لیے حاضر ہوئے۔

ایک دینے کا حضرت اہل قلم نے فانیلا ہے، دعا فرمائی، ”حضرتؑ نے فرمایا تھا
اللہ رکم ہے۔“

کھڑے ہوئے، عرض کیا، حضرتؑ میرا میں کل فیصلہ ہے، دعا کریں، حضرتؑ نے فرمایا
”اللہ تمہارے، تمہارے“

دوسرے دن جب پشیمانیت میں پہنچا، دعا، عذری کر دیا، دوسرے دن
ایک سال کی عمر آئی۔

مسئلہ دین غم غربت کے، اگلے میں درگیاہ میں کے ساتھ قلم کی مشورہ میں میں تھیں
تھے، آخر پہل کو پنے، اپنے، تھاب سے، میں گفتگو فرمایا۔

نیتِ خرمیت اٹھیں۔ کوئل خجڑا دستِ باریکی

ٹیک پانچ دسمبر ۱۹۱۲ء کو حضرت علی نقیؑ کے حکام آئے اور آپ کو خطرِ حلیہ سے
دور رکھ جیل میں منتقل کر دیا گیا۔

اکتوبر ۱۹۱۲ء کو آقا صاحب نے سزائے موت کے ایک قیدی نے حضرت سے ملنے کی خواہش کی
حضرت دلداری کے لیے اس کی درخواست تک گئے پھر ٹھنڈے جیل میں ساتھ تھا قیدی نے دعا
کی انتہائی آپ نے اسی وقت دعا اٹھائے اور دعا پڑائی کسی کے دھم دھم میں ہیں بات نہ
اسکتی تھی کہ قیدی موت کے چند سے سے نکلتا ہے اس پر انصاف کی سب اپنیس قادیان
ہو چکی تھیں اور سزائے موت کی تکلیف کا اٹھاتا تھا مگر ۱۹۱۲ء کو گرفتار ہونے پر یومِ انقلاب
کی خوشی میں تمام چھائی دلوں کی سڑائیں صاف کر دیں۔

جنابِ علی دین صاحب محلہ ماسر سیدہ فراتے جی: کوثریہ میں ہیں نے ملک
کو متعلقہ صاحب خود سے جیل کے تحفہ کے بعد حضرت کو ایک عزیزِ اجازت کے لیے لکھا
آپ نے بہانے بہانے کے جیل کی خوشخبری سے مرہ فرمایا۔

میں نے جیل کے پٹے درخواست کی مگر فردی سزائے کو اعلان ہر کلاس سال
جیل کی درخواستوں کو منظور کر لیا ہے۔ اگلے سال ترمذی جیل میں بیٹوس نہ ہوا کیونکہ
حضرت کی پیش گوئی پر پورے تھیں۔

چنانچہ کچھ دنوں بعد پھر اعلان ہو گیا جیل کی درخواست فیچہ والوں میں ہر روز رجب
اولیٰ کا فریج بھارت کر کے ہیں وہ اکثر فریج کو عرض کر سکیں ہیں نئے درخواست بھی دی اور
ترمذی میں بیٹوس نام لکھا گیا۔

مردِ دوس صاحب (دراپنہی) لایان ہے کوثریہ میں لایان بہت تھیں لایان کا تھانہ بلکہ کوثریہ

کرنے کے بعد ملت چھوڑا تھا۔ ایک خیریں! ہے حضرت کی خدمت میں لے گیا۔ حضرت نے
 بچے کے سر پر ہاتھ پیرا اور فرمایا: بیٹا! اب گاہیں دنیا کو دے! پھر فرمایا بیٹا! اب دعا کرو کہ پھر کمال
 نہ دے۔ بچے نے سر ہلایا۔ اس کے بعد حضرت نے بچے کو مخاطب کر کے فرمایا: تم میں اس نے ہمارے
 ساتھ رہا کر لیا ہے۔ خدا کا فضل و کمال انیس سو گنا چنانچہ اللہ کے فضل اور حضرت کی توجہ سے
 اُس بچے نے آج تک کمال نہیں دیا۔

حکیم کے حکم پر رمضان صاحب جو حضرت ابوہریرہؓ کی زیارت سے شرف پہنچے تھے ایک
 روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس نے ان کے بعد حضرت کے گھر پہنچے ہوئے یہ درخواست کیا کہ
 حضرت مجھے خواب میں سہا دیا، اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے کہ میں نے کی زیارت سے
 تمام کلمہ پڑھیں ہیں۔ حکیم نے عرض کیا: اے صاحب! آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ سہا
 جس عطا فرمادے۔ حضرت نے فرمایا: اللہ کی طرف دعا نہ دے۔ مگر کہ بڑی دعا نہ پہنچ کر اپنے
 خادم خاص مولیٰ کو صاحب کو ارشاد فرمایا کہ حکیم صاحب کو میرے حجرے میں میرے بستر پر لٹا
 دو۔ چنانچہ صاحب نے تعمیل ارشاد کی کہ حکیم صاحب کو بٹائے۔ حضرت کی چاہ پانی پر سونے کے
 حضرت کی رضائی میں فرش پر سر لگے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت کے ساتھ جن میں امام جعفر علیہ السلام حضرت ابوہریرہؓ بھی ہیں۔ چاروں پر سہا
 وہاں صلی اللہ علیہ وسلم کمر باندھ کر انہیں کے ساتھ جن میں بھی تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت ابوہریرہؓ
 نے حکیم صاحب سے فرمایا کہ یہ امام حسن علیہ السلام ہیں۔ میں نے عرض کیا: نعم۔

اس خواب سے بیدار ہو کر حکیم صاحب نے حضرت کی بیت کا شرف حاصل کر لیا۔

بڑھن نے حضرت کا نام آؤنا تھا کہ میں جس بڑھن کی بیعت کی سعادت نصیب نہ
 ہوئی تھی تقریباً چار برس کی بات ہے جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ مجھ کو اس بڑھن حکیم میں لیتے

ہیں، تو قرب کا نئے بے شمار درس میں شرکت کی فکر پیدا ہوئی۔

آخر یک سو پہم عبدالی کو ملے کہ درس میں گیا، درس شروع ہو چکا تھا میں چوٹا خرمی ہنسنا تھا اس لیے سب سے آخر میں ہی مشائخا سب جانا جب میں بیٹھے تو حضرت نے ارشاد فرمایا ارگے ابجد تعیل ارشاد کی گئی، اگلے دن میں پھر بغیر سے پہنچا، درجہ آخری صف میں بیٹھے، لا قرآن نے پورا شاہ سے کچھ پاس بلایا۔

درس قرآن مجید میں اس امتیازی دلاوری سے طبیعت بہت کندہ رہی، مجبوراً درس کے خاتمہ تک نہی نئی ہر گز نہیں گیا، اصل میں وہ کیلک آتھ وہیں بھی نہ آؤں گا۔

درس ختم ہوا تو حضرت نے مجمع میں فرمایا کہ میں ہلاہ و نصب کے بغیر کسی کو اپنے قرب نہیں جتنا تصدق نہ رہا ہے کہ کھاروگ میرے قرب میں جس کے ان کمال میں بات جلد ارشاد ہے اس کے دوسروں تک میرے خیالات پہنچانے کا ذریعہ ہی ہوتے ہیں، بعد سے بھی میں حضرت کا کمال ہر گز یاد آتا ہے کہ میں حیات پابندی و نکات سے حاضر درس ہوتا ہوں۔

ایک مرتبہ میں جب حضرت کے درس میں شرکت کے لیے تیار ہو رہا تھا کہ میرے انگریزوں میں بیٹھ گیا جس کی وجہ سے کئی خوں بہہ نکلا، درس میں جانے کے لیے زیر ہوا ہی تھی میں نے جلدی جلدی ذرا کرپٹ سے معاف کیا جس سے کسی سنگ خوں نہ نکلا بند ہو گیا، بعد اس زخمی ہاتھ کو اپنی جگہ کی جب میں ڈال کر حسب دستور حضرت کے قرب میں جا بیٹھا، مگر سے پہلے وقت دلی میں خیال آیا کہ مجھے حضرت پرپٹ کا استعمال کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔

اس وقت آپ تشریف لے آئے، ارادہ تھے ہی جا استعمال کرنے لگے، آپ کو معلوم ہے کہ میں کبھی بھی کبھی بند ہوتا ہے لیکن میں غی کا تیل نہیں ملتا کہ قرآن ہے اس لئے ہم نہیں مل سکتے ہیں کہ بوقت غرضتہ استعمال ہو سکیں۔

یہ تمام طور پر ناز و غریب سب کو شیر فرا میں بیکار، ایکساں ہوں حضرت درخت اللہ علیہ السلام پر
یہ ہمیں کرم تھا کہ بیشہ صفت اول میں اپنے ساتھی کھڑے ہونے کا شرف فرماتے تھے۔

ایکساں جب حضرت اپنے عزم سے ناز و غریب کے لیے سب کو شرف لایا ہے تھے سو
میں حضرت کا متوجہ تھا آپ نے اتنے ہی جلد سے دیانت فرمایا کہ آپ اس وقت نکلاں دھینڈ پڑھ
رہے تھے؟ میں نے تجھ ہی کی اس بات میں جواب دیا۔

وہاں جہاد الکریم صاحب تم سے درخیزم اللہ اس فرماتے ہی کہ حضرت الاستاذ اور الانامہ میل صاحب
نے بیان کیا کہ انکس میں ہند سے ایک عرب نے حضرت مدنی سے اپنی نسبت دیانت ظاہر کرتے ہوئے
حضرت سے بیعت کی درخواست کی، اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ بیعت مدنی دن کنی
ہے۔ اس کے بعد آپ نے دیانت فرمایا کہ حضرت نے جو فیض بقویا تمام پڑھا کرتے ہیں، انہوں نے
کنا پڑھا کرتے ہیں، اس پر حضرت نے کچھ دیر کے لیے انکس بند کر دیں اور فرمایا "محدث زادار
تم نے فیض بدی نہیں دیکھا تو ادا دل دیا ہوا ہے۔ بساں اللہ

پیشہ ہالی دل ملکہ دہ دل

میں مرلا نافرمانی ہے کہ ایک مرتبہ بیعت اسطلاح کی مجلس خانوں میں شرکت کے بعد حبیبی نے
واپس لاہور کیا حضرت عات اللہ نے اپنے خوتن خدیجہ صاحبہ میں باطل الہدیٰ میں
دورانہ بند کر کے دھون کیا نام ہو رہا تھا، نصرت فرمائی کہ بیعت میں کام کرنے کی اہمیت واضح
فرمائی اس دوران میں دورانہ پید تک ہوئی حضرت نے فرمایا۔ دورانہ مکرمل دور دیکھا کہ ایک
سفید پیش منہا ہوا کہ حضرت ذکر میں حبیب لذت و کیفیت ہر حق حق کو اب کچھ وقت سے مل گئی ہے
میں کے لیے بہت پریشانی ہوں حضرت نے فوراً فرمایا "تم نے دلوں سے اس کا ختم کر دیا ہوگا
وض کیا ہے اس، فرمایا آئندہ یہاں تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ کیفیت ہمیں آجائے گی۔

مکاتیب

کسی خزان کے جہانات و سیلابات اور افکار و فکرات کی نکاس اس لئے واجبی خطوط کرتے ہیں جو وہ اپنی زندگی کے تصورات میں دوسروں کو دکھاتا ہے۔ اس نصیرت کے موضوع میں مکاتیب کا مقام بہت ہی اہم ہے۔ اکابر اولیاء اللہ میں سے اکثر بزرگوں کے مکاتیب کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے مکاتیب تقیات معروف اور تداول رہیں گے۔ شیخ الاسلام مولانا تاج محمد علی قدس سرہ و سرزیر کے مکاتیب میں چار جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت کا ملکہ ضیاء اللہ اس تصدیق صحاح کماں میں علامہ طلباء و محققین کے لئے سب سے اہم کے ایک مثال تھے۔ حضرت نے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق اپنے خطوط سے قرار دیا۔ انشاء اللہ حضرت کے مکاتیب کا مجموعہ میرزا ابوالحسن شائع کیا جائے گا۔ انی اعلیٰ سرخ کے اس عنوان کو مکمل کرنے کے لئے چند خطوط جمع کیے ہیں۔

حضرت مولوی فیروز الدین بانی "فیروز سنز" کے نام

مخدومی دکنی حضرت مولانا فیروز الدین صاحب دست برنام

از حضرت امام احمد علی مفتی رضی اللہ عنہ و رحمۃ اللہ علیہ صاحب مجلے "قرآن مجید مترجم" اور تصنیف "تفسیر سبیل الترقی" کا ایک نسخہ آپ کی طرف سے چھپنے لگے تھے۔ درواقعہ ہی یہ بھی پیغام تھا کہ مولانا نے فرمایا ہے کہ اگر آپ! سے پسند کریں اور دوسرے متعین کو دینا چاہیں تو ہم اسے بھیج دیں گے تاکہ آپ اہل علم حضرات میں یہ تقسیم کریں۔ میں نے اس ترقی مجید کا توجہ اور تفسیر خود مقامات سے چھپوایا۔ الحمد للہ تھانے مجھے بہت ہی خوشی پہن کر اللہ تعالیٰ

نئے اپنی کتاب بقدرتِ حق کی بہت بڑی خدمت آپ سے لے رہے ہیں۔ بے غلطی سے اللہ تعالیٰ توجہ بہت ہی زیادہ
اور مطلب غیر ہے اور غیر جس بلکہ جو تقریر کرنے کے معنایں قرآن پر بہترین روشنی ڈالتے والے ہیں
اللہ تعالیٰ آپ کی اس خدمت کو آپ کے لئے توجہ بہت زیادہ اور غلطی اللہ کے حق میں اسباب
ہدایت بنائے۔ آمین یا اللہ العزیز۔ فقط

دار و مطبعہ اسلامیہ کراچی

مولوی محمد حسین (خانوالہ) کے نام

حضرت مولوی محمد حسین صاحب

جو انکار عرض کئے تھے، اُن پر الزام سے مدافعت کریں۔ اور جس تکلف میں
اپنے احوال و تغیر میں بیوقوف رہیں۔

احقر کا نام احمد علی غنی

(تکلیف دہ سچ نہیں)

مترجم انعام حضرت مولانا محمد حسین صاحب اہم فریاد

از احقر انعام احمد علی غنی۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرے طبع شدہ کارناموں
سالانہ کے جواب میں آپ کا لاٹھو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کی تبلیغ
کی توفیق مرحمت فرمائی۔ وہاں کہہ آپ کا انعام و ستائش میں اضافہ فرماتے اور اس بات
کو قبول فرما کر آپ کے لئے دُعا اور دعاؤں کی نجات کا سامان بنائے۔ آمین!

اب میری تنہا ہے کہ آپ اپنے ملازمین اور مجھ پر بھی قرآن مجید کے درس
دہی کرائیں۔ تاکہ اس کی آواز زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کے کان تک پہنچ سکے۔ مسلمانوں
کی تمام دشمنی اور دنیاوی مشکلات کا حل قرآن مجید کی تعلیم میں ہے۔

امید ہے کہ آپ اس مسئلے میں ہر عملی اشک و کھجور کے لیے بھی مطلع فرمائیں گے واسطے
۱۰ رجب ۱۳۵۲ھ

نور احمد صاحب دہلی کے نام

مترجم المقام زیت صاحبکم

از حضرت امام احمدیؒ مبنی علیہ السلام علیکم وعلیٰ اہل بیتہم نے بہت ضرر کیا ہے مگر آپ
کے ہاں حاضر ہونے کے لیے کوئی روزوں نظام لاء نکات نہیں بن سکتا خیال یہ تھا کہ ۲۵ فردی
۱۳۵۲ھ جمعہ کی شام سندھ ایکے پریس میں روزانہ ہر روز ۱۲ فردی ۱۳۵۲ھ کی شام کو جمعہ کو ۲۵ منٹ پر
دوپہری چٹکا کر آپ کے ہاں ہی کی طرف روانہ ہو گئے۔ مگر ان کو کوئی اور گاڑی ہی نہیں ملتی تھی
اس کے کوشش کو نہ نکال کر ۱۵ منٹ پر گاڑی ملنے کی جود جے ڈاٹ کے ہی چنچلی لیا اور ایک دن
اور ایک ڈاٹ ماری بیلا گئی۔ اس کے بعد واپس کے لئے آکر کے چار بجے شام کی گاڑی میں
واپس آنا چاہتا ہوں اور وہ گاڑی ڈاٹ کو انجے دوپہری چنچلی اور بیچ ۶:۵۵ بجے لے کر ہریل
ملنے کی گیا سبھی ڈاٹ دوپہری ڈاٹ جاتا ہے۔ اس سے زیادہ میں نہیں سکتا اس پر کرم کے
مطابق ۲۵ فردی بعد سو واپس لاہور پہنچوں گا اس کے بعد بھی بعد ہجرات پر غلطی کئے
کے دن میں جو غلام اہل میں ملے ہر آجے اتنا طویل سڑک کے قند چھٹے آپ کے ہاں
وہنا ایک بے گنی چیز ہے۔ اس کے بیرون میں میری سفر میں مل گئی لی ان لمبوریوں کی بنا
پر ۲۵ منٹ سے بعد کہ کچھ صاف فرمایا جائے۔ منہ تھائے آپ کے ہاں کو لاہور ہائے آمین
۱۹ جنوری ۱۳۵۲ھ

فاضل زادہ امیس صاحب کے نام

مروا کا حاج خانہ لکھا اس غلیب مہر پڑیاں لاہور نے خواب میں حضرت شیخ الاسلام

اذا حضر الامام احمد بن حنبل عن الاسلام حلیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سرسوز افزا یا میری تائے
تو یہ ہے کہ امام المہاجرین سیدہ اصدانین العیضرت مولانا مقتدا حسین احمد صاحب مدنی لکھے ہیں
ہی سے آپ دہشتہ ہوں، تو دارین میں آپ کے حق میں بہتری ہوں میرا تو ان کے متعلق یہ خیال
ہے کہ ان کی کسی حاجت ہوتا ہے سلیح نہیں پڑاؤ کی نہیں ہے یہ عجز تو ان کے جڑتے کے تھے
کی خاک کے ایک قند کے برابر ہی ہیں ہے۔ آپ ایک دوسرے پرست بنو کر ان کی خدمت میں
برائیں۔ اس کے بعد خط و کتابت سے میں مراحل طے ہو سکتے ہیں۔ فقط

دار رضای ششم

سرور علی عزیز ملک خنزل کو پڑیکہ جنگ جہد کے نام
میری دوسری پاک لکھ

اذا حضر الامام احمد بن حنبل عن الاسلام حلیہ رحمۃ اللہ علیہ تھے تو فریق سے۔ تو رات کے
آخری حصہ میں جاگ خاص بیت اور بیت فضیلت رکھا ہے۔ اس سے لے کر ایک نوازل تھے
طبیعت خوش سے پڑھے پڑھا کریں اور اور مستند لوگوں کے تو بہتر ہے اس کے بعد لوگوں
قبلی کرتے ہیں۔ تو اس میں شائع ہو کر پیش کریں۔ اس ذکر کے وقت تمام ماسی اللہ کے خیال بنکر
ایک ذات ہادی تھے میں تصور مجدد کے تھیں۔ فقط

اراکت ششم

دشعبان ششم

برادر محترم و حکم دام عظمیٰ

اذا حضر الامام احمد بن حنبل عن الاسلام حلیہ رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ کو دعوت دیکھو، اربین
کی جہیزوں سے لاکھوں اور سرسوز افزا تھے بندہ جو ذیل پر امام پر عمل چاہی تو مضرب ہے۔

دفعہ نمبر ۱۰ کے لئے

وہی خط میں خداوند اعلیٰ نہ کیا کہ فقط اپنا پتہ قرار کر دیا کہ۔

سورہ المومنین سورہ بقرہ سورہ

خواجہ مخدوم صاحب دلاچی کے نام

جنی و نفسی مکرہم اتم خواجہ مخدوم صاحب ذی شکر و حکم

لانا حقہ نام اعلیٰ معنی حقہ اسلام حکم و قدرت اللہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کو کچھ چھوڑ کر لاؤں
لانا تشریف لائیں مگر اپنی طبیعت کی حالت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ میری طبیعت آپ کی ہوائی ہے
منورم ہے اور یہ آپ کے انعام اور نفیست کی جہت کا اثر ہے کہ میری طبیعت ایک نفس اور جنس
کی ہوائی کو سخت محسوس کر رہی ہے اللہ اللہ یہی ہر طرح سے غیرت ہے۔ آپ کے کھروالے
بجائزیت ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ سے سلام سنوں کہ میں آپ کے کراچی جانے کے
بعد مجھے آپ کا کوئی خلا وصول نہیں ہو رہا۔

۲۰ مئی ۱۹۵۹ء

جیل سے ماننا جب اللہ صاحب کو لکھا گیا۔

بہزاد اللہ رسالت اثر ماننا جب اللہ طرہ معروف

اسلام حکم و قدرت اللہ کی ہفت کے دن میں جیل دھوں سے اطلاع ملی تھی کہ ہفت کی شام
کو ہلا پھان ہے مینی دوسری جیل میں ہیں بھیجا جائے گا اس اطلاع پر ہم نے اپنا سلاسل باندھ
رکھا تھا مگر شام کو انہوں نے اپنی بعض خبریں کے باعث حجاز میں کیا اور اگر کچھ تھیں برقی
ہے اس نے سنا ہے کہ اگر کوئی حجاز میں کریں گے اب ہر دور کی شام کو یہی نہ باندھ لائیں گے
تھیں نصیحت کرنا ہیں کہ اپنی تعلیم اور مطالعہ میں شامل رہنا سستی پڑنے کے بعد مسجد کے اوپر والے

مسلم مسنون میں نمید کرتا ہوں مکمل سے میرے لیے دعا کرتا رہی۔ انشاء اللہ تعالیٰ
خیریت سے لائے گا۔ اور اگلے حبیب اللہ کے ہاتھ اپنے حالات کی اطلاع بذریعہ خط لکھ دینا
۱۸ فروری ۱۹۵۸ء

بزرگ مصلح دین صاحب کے نام

میں نے شخصی بزرگ مصلح دین صاحب (یدِ حاکم
از مسٹر نظام احمد علی خاں) السلام علیکم ورحمۃ اللہ بھری روٹی سلام کر کے اللہ تعالیٰ ۲
شکر کیا۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا و دنیاوی مصلحتوں سے اور نجات دہانوں کا ذریعہ و آپ کے اور آپ کے
اہل و عیال کے لیے بنائے۔ آمین یا اللہ العالیین۔ یہ خیال کیا کیجئے کہ اے اللہ میں تو بے کس انسان
تیرا بندہ ہوں۔ یہ سب کامیابی تیرا فضل اور کرم ہے۔ افسوس کہ یہ تعلیمات سنوڑ مسروٹ ہوں۔
آپ کے یوں کے لیے ہم پر دعا و ترقی درجات تحفہ ہو

۲۰ اگست ۱۹۵۸ء

بزرگ مصلح دین صاحب

از مسٹر نظام احمد علی خاں) السلام علیکم ورحمۃ اللہ اس سال کے متعلق میں خدا کا روبرو
مناسب نہیں کہ آپ غامضی سے جتنا اپنی ذات سے ملنے پر سکتا ہے کام لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ
اس طرح برکت عطا فرمائے گا۔ اپنی حالت سے زیادہ ہاتھ پیوٹنے کی کوشش نہ کریں۔ والسلام
۱۹ فروری ۱۹۵۸ء

بزرگ مصلح دین صاحب (یدِ حاکم

از مسٹر نظام احمد علی خاں) السلام علیکم ورحمۃ اللہ عزت سے ہرگز متعلق نہ ہوں
بچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رزق کا بار دیا ہے۔ اسے ترک کرنا کھانا نعمت ہے

۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء

نقطہ

رشید احمد صاحب بکادری پیروری کے نام

محرم بقلم رشید احمد صاحب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ! آپ کا خط حضرت مولانا کے پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا

”خاکِ ناز کے بدترین تیسرا وقتِ برفانی جھٹکا پڑھا کریں اور بعد میں دود و شریف پھیں

۱۲ کتاب کو دے دیتے دود و شریف پھر ربِ نوافل عطا ایک بار پھر دود و شریف

پڑھ کر کتاب پر منی شروع کریں“

(تاریخ درج نہیں)

مرزا عبدالحی صاحب کے نام

خود ہی دکنی حضرت مرزا عبدالحی صاحب دست بردار

از حضرت امام احمدی مقلد حضرت علیہ السلام علیہ ورحمۃ اللہ علیہ! آپ کو کئی شہر ملائے۔

کہ آپ کی ولادت علی ایضاً کی برکت سے آپ کے دادا اسلام سے ایک مقدمہ جماعت دود و شریف میں

شامل ہونے کے لیے ہار رہا جاتی ہے۔ دود و شریف سے ترہیل اُتد تقریباً بند ہو چکی ہے آپ

کے بعض علمائے کرام میں آپ نے اس بار کو بعد از رمضان شریف اپنے جلسہ میں شرکت کے لیے

یاد فرمایا ہے۔ عرض ہے کہ میرا معمول ہے کہ آخر ذی قعدہ تک جب تک اس جماعت کو خارج کر کے

دھست نہ کروں اس وقت تک کسی جلسہ میں شرکت نہیں کرتا۔ تاکہ اس جماعت کا حرج نہ ہو۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری محنت قبول فرما کر تمہیں فرمائیں گے۔ بلاشبہ انجمن میں دست و پا ہوں کہ

آپ کو تادیب و ستم لکھا اور شامتیں کی پیش ازین متلائے امین والہ الصالحین۔

۸ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ

مرای عبد اللہی صاحب کے نام

عزم نظام مرای عبد اللہی صاحب نیت سعید

از حق نظام احمد علی خاں مرزا اسلام علیک ورحمۃ اللہ علیہ تاملے بندہ بغیرت کو سطر پناہ کر کے کہ سترہ سالوں قیام رہا۔ آج کل کو ستر سے دینے منور آیا ہوا ہوں۔ واپس کراچی پہنچنے کی سبب کمرنگ جین نہیں کی جا سکتی کراچی پہنچنے کے بعد انشاء اللہ خانہ کاریم بخش صاحب خلیفہ بہار کراچی خانہ کے نام خانہ رہنے کی اطلاع دوں گا۔ خانہ صاحب سے کہہ دیں کہ وہ آپ کو اطلاع دیں تاکہ صاحب دھار میں ہم شریف حاضر ہو سکیں۔ اگر وقت میں پریشی خانہ پر جماعت لا کر ان کو ہی مرجہ روزہ پرا تو کہیں گا کہ انہیں پہنچا پھر ہم برائے حال ہیں چاہاں گا کہ وہ جلد ہی فیضان الیہ سبب کلام کی خدمت میں سلام سونوں عرض کر دیں۔

۳۳ حبیب بخش مرزا عبد اللہ مرزا

میں سراج الدین صاحب کے نام

بلوہم عزم واکرام میں سراج الدین صاحب ہاں کہ لا

از حق نظام احمد علی خاں مرزا اسلام علیک ورحمۃ اللہ علیہ خوب کی تعبیر ہے کہ کسی کامل صاحب اول اللہ دئے سے کتنی پیدا کریں اور اس کی طاقت اور اس کے تبلیغ میں زندگی بسر کریں۔ تاکہ اس کی رہنمائی سے مرجہ وند اللہ وند اللہ وند اللہ وند اللہ سے ایسی طاقت پہا کر دیا سے رخصت ہوں۔ اسلام
۱۰ دسمبر ۱۳۳۲ء

مرای خدا بخش صاحب کے نام

از حق نظام مرای خدا بخش صاحب ذیہ کریم

از حق نظام احمد علی خاں مرزا اسلام علیک ورحمۃ اللہ علیہ مرای عبد اللہی صاحب نیت سعید

صاحب اکبر ہجو میں ہون کی تعلیم کے لیے بھیج دیے۔ صاحب کے ساتھ صاحب کے ساتھ وقت لگایا اور پہلے عہد پر مشہور طے ہوا ہے۔ صاحب صاحب چکر گورد، حفظ قرآن کے کرنی دو تین سال پڑھے۔ پڑھنے میں گریڈ آپ کے مقابل میں حافظ صاحب کے دینی محلات کم ہیں۔ اس لیے مغرب اور شاکی خانہ آپ ہی چھائیں، اور صبح کی تلاوت سے چھوایا کریں، اور کسی کسی آپ بھی کر کی تلاوت چھایا کریں، امید ہے کہ حافظ صاحب کو خوش دلگنی کی کشش کریں گے، اور حافظ صاحب سے یہ بھی طے ہوا ہے کہ سب میں جو کرنی انیس لکھا دے جانے آئے ہیں۔ اور کسی جگر خرم و فرخنے کے لیے ہرگز نہیں جائیں گے۔ فقط

۳ جنوری ۱۰۵۵ھ

درجہ اولیٰ اقدس

حافظ مولانا صاحب، صاحب کے نام (قرآن مجید) کے سطر میں ہیں سے وہاں کے بعد) عزم اقام حافظ مولانا صاحب، زیہ مسدلم
اسلام علیہ الرحمہ، بندہ ہرگز آگیا ہے۔ آپ کس فرض کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں، لیے فرض سے اطلاع دیں، مگر اتنی ہی ہم ہوئی تو ہر تشریف لےنے کی اجازت دے دیں، یہاں لےنے سے پہلے ہی سے تشریف منور لائیں چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ آئیں اور میں یہاں نرم دہوں۔

۱۵ جون ۱۰۵۵ھ

احمد علی خاں

مولانا صاحب کے نام

قدوسی و کرمی حضرت مولانا سید صاحب دست بخت
الاحقر اقام احمد علی خاں، اسلام علیہ الرحمہ، میری سعادت مند علی نور بخت کو یہاں
الہی لاشرف بیت کے بہرہ ہوا ہے اور میں خود بھی یاد دلائی کر رہی ہے۔ سب کیفیت ہلال

حقانہ کا حق کے آپ کے پاس حال میں کیا ہائے گا۔ مگر آپ! سے اجازت نہ دیتے۔ تو اس
 عاجز و بیستہ لاشعلی کس طرح قائم کر سکتی تھی۔ آپ کا خط ارشاد و تقریبہ خدام الہیہ میں طبع ہو
 جانے لگا۔ دعا فرمائیں کہ صحت بھل ہر تاکہ عاجز ہو سکیں۔ آج کل راجہ طلال کے طبیعت خراب تھی ہے
 میری شریف اور صالحہ بیٹی ذریخت سہل

از احقر کو نام احمد علی منی منہ السلام علیکم روز شنبہ ۱۱ جنی قمر ۱۴۱۰ و میر شمسہ کا طرہ خط لے لیا گیا
 جواب میں جنی اس لیے تاخیر کی کہیں بے مدد و علم حضرت یوں نشانہ دیکھ ہی کہ کئی خط اپنے ہاتھ سے
 لکھا ہوں۔ روز کل فرار کو کہہ دیتا ہوں کہ اس خط کا جواب یہ دے دو۔ جنی رضائے الہی کے طالب
 اور شیخ کا بھی ایک حبیب و احب ہوتا ہے اور بالخصوص بسین طبیعتیں اس قسم کے قائم ہونے کے بہت
 زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ جنی اس تر اثر لینے کا تجربہ ہے کہ تم نے میرے سفر کے لیے اپنے زیار و زیکا ڈالے
 جنی قلم سے حق میں بدل سے دعا کرتا ہوں کہ تمیں اس قسمی تسلی کی برکات سے نرا دہ سے زیادہ جنت
 عطا فرمائے جو میری قلمی دنیا کی راحت و رآخت کی نجات کا ذریعہ ہو۔ کہیں تم آجیں بسبب بچوں
 کے لیے ہر مصیبت تحف ہو۔

۱۱ جنوری ۱۹۵۹ء

عملیات و محربات

حضرت رحمۃ اللہ اپنے زمانہ کے اابرار الیہ ملت کی غلوں میں اس قدر ہنگامہ مگم کے ایک تھے کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے روحانی کی مقدس مانت باصرہ آپ کے پیر کرے کو غزوی سہا بیہ کہ حضرت سہا بیہ حادثہ دارالصحہ پر بند ہیں حضرت میں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو اپنی حیات کے آخری ایام میں دیہ بندہ طلب فرمایا اور شاہ فرمایا کہ میرے پاس یہ عملیات اور روحانی ہنگامہ جو فرمایا ہے میں یہ آپ کے پیروکار ہوں کہ میری غلوں میں آپ ہی اس کے ہیں ہیں۔

حضرت مولانا امین الدین صاحب امیری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی ملت میں حضرت کے ہم اپنے ہاتھ سے ایک غلوں میں کے متعلق خود ہی یہ تصریح میں فرمادی کہ میں نے مسند ہی کے عالم میں مشکل ایک ہفتہ میں اس غلوں کو نکل کیا۔ اس طرح دیگر اابرار نے بھی حضرت کو اپنے سموات فکر سے نوازا چند سموات قرابت درجہ کے جاتے ہیں۔

سب سے بڑی تعلیم حضرت دیار تھے تھے وہیں اللہ کی حق۔ کہ اس تمام دنیا پر ہر شخص ناز نہیں ہو سکتا اس لیے حضرت حاجت مندوں کو کچھ سموات بتا دیا کرتے تھے اور ساتھ ہی یہ فرماتے تھے کہ یہاں اللہ اللہ تعالیٰ کی عزت سے اللہ ہر تھے ہیں۔

عملیات اور تعویذ

حضرت مولانا علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ سربراہین زمین علیہ السلام چاہی سورہ یسین کا ذکر اللہ کے ہاں اس کا خصوصی دعا بھی ملے ہے حضرت مولانا علی علیہ السلام

جاہل کرتے تھے حضرت شیخ موسیٰ سودا میں کا اور دینی شخصیات کے لیے بنایا تھا جو یہ ہے،

سودا میں اس پڑھے کو ہر مہین پر یا اللہ یا راض یا رحیم کیا، وہ پڑھے اور جب لگا
کتنی پر پڑھے تو یا اللہ یا غنی یا معنی یا فتاح پڑھ کر ختم کر لے۔ فقہ اللہ سب کا لایف
کا نہ تہرہ جانتے گا۔

حزب ابو اکرہ اہل تشیع کے ہیں مولیٰ ہی ہے آپ میں اس کے قابل تھے اور
حزب البحر اس کی اہانت ہی، جاہل کرتے تھے۔ حزب مغرناں صاحب کی اہلی تھے حضرت
معاذ کی اہانت لی جس کا نتیجہ نکلا کہ دو حج سے شرف ہمیں اور ساری زندگی زندہ و تندرستی
ہی رہی۔ اس کے علاوہ حضرت حزب الامم کی بھی اہانت دیا کرتے تھے۔

برائے کفر بنیات
صاحب اور کرنے کے لیے مقدم ذیل دعا پڑھا ہزار دفعہ روزانہ پانچ
متر اس طرح پڑھنی چاہیے کہ گردن میں سے تھوڑا پیڑی نہ ہو سکے اور
شام کے بعد نیند سے پہلے پڑی کر لے۔

یا تباریع العجایب یا الخسیر یا باریق

مترقی اللہ نسیب علی ذلک اعدا و قد و قیل و کتاب
برائے رُوس خیر الانام
ترقیب اہل اصوات علی کثر اصوات علی تہ الاکانات علی
افضل اصوات و اہل التیاس کہ تمہیں غزوہ عہد الدین و ذوقہ التفتیش شیخ عبدالحق دہلوی
اور دیگر رسائل۔

زیادت ذیل کلام صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، عہدہ الدین و ذوقہ التفتیش شیخ عبدالحق دہلوی
کی کتاب بوسنہ ترقیب اہل اصوات و اہل اصوات کا خیر کلام جو کائنات کے سردار جی میں پڑا ہوا ہے۔

۸۸۶

یا اللہ

۸	۶	۴	۲
۲	۴	۶	۸
۸	۶	۴	۲
۲	۴	۶	۸

یہ تمویذ لکھ کر عرض کر دیا جاتا ہے۔ اگر زمین دیکھ لے تو سمجھ لیا جائے کہ آئیب کا اثر نہیں ہے
اس اثر نہ دیکھ آگیا کہ آئیب کا اثر ہے۔

۱۱ دسمبر ۱۹۰۶ء

ادویات مجربات

برائے بزمیر خرونی یا میاں ۱۔ سرف رنجہ۔ ہر کار مساوی مہنان ایک چس کر ایک
ماثر ہانی کے ساتھ پاکپہل میں مکہ کرکائی جائے ایک پستہ یا دہنتہ کھانے سے نشاہت تان
آرام ہو جائے گا۔ ۳۰ زہر پستہ

برائے دغی تشنج ۱۔ شہد نامہ ایک پاؤ ۲ عرق گوزہیں عرق پاپن ایک پتل
عرق کرکائی پر چمکڑ میں شہد ڈال دیا جائے اور پختہ کر لیں عرق دھوئے ہائیں
خرواک۔ ایک چٹا کھجور پانی ڈالے پیوئیں۔
برائے تقویت اعصاب و رافع ۱۔ از حکیم اہل نعل و رتہ علیہ۔

ایک سو ایک بیضہ خرواکے کرس اور سیر پچھ پانی میں اُبلاتے جس میں ایک تدرکیہ
باریکہ جس کرس کیا ہوا ہو جب اندھے پاک ہائیں ترشدے پچھنے کے بعد پانی سے نکال لے
جائیں۔ پانی اور انڈوں کا پھل اور سفیدی سب زہرہ کدو ہوں گی پانی کالی میں گراوا جائے اور پکا
اور سفیدی گڑھا کر کدوئی کر دی جائے بعد ازیں زردی کو ہاتھوں یا کسی چیز سے دہ کر آٹے کی
طرح کر دیا جائے اور پھر بہت سا کھس ڈال کر ملا لیا جائے اس طرح سے میں ہنزیات پستہ یا دغی
میں ڈال دیتے ہائیں۔ سووی میں یہ ملا لیا جائے خرواک۔ ایک تدرج

احمد علی

۱۹ شوال ۱۳۶۶ھ

۱۳۱. انھوں نے فرما دے کہ اچھی بات تو یہ ہے کہ اس کے لیے دودھ نہ دیا جائے۔

۱۳۲. دہلی نژاد و زکام والے کے لیے ایک پاول اور پاول خٹی کر پڑتی ایک کھڑا یا جاتا ہے اس میں کھڑت بٹش کے ساتھ کھڑا یا جاتا ہے۔

۱۳۳. بھڑ والے میں کھڑت بھڑی کے ساتھ کھڑا یا جاتا ہے۔

اس کے نام احوال میں

۳۰ شری ۱۳۱۴ ۱۲ جون ۱۹۵۵ء

برائے ذیابیطس

کھانے کے بعد چند ری تباہ کی ایک چٹنی میں ڈال کر انٹوں سے چبانے چاہئے
جاتے وہ ایک طرح کا سبب میں جاتے گا وہ سبب نکل گیا جاتے اور نگر جا ہے تو سبب سبب
پانی کی طرح باہر سے ایک سے اور وہ نکل جاتے اس طرح سے وقت گزرتے ہیں تھوڑے
تھوڑے اور وہ ایک مسلسل یہ طرح کیا جاتا ہے۔

۹ جنوری ۱۹۵۵ء

۱۳۴. تباہ کی نہیں ہیں وقت میں نہیں

۱۳۵. اچھی صورت آئے گی بہتر ہے کہ اس وقت پانی نہ پیا جائے۔

۱۳۶. اس اس کے استعمال کے وقت کم از کم ۵ منٹ عشاء ہے چلے پھرے نہیں اس کے
استعمال سے وہ ہی عورت تیز ہوتا ہے سر میں ہی اس کا اثر ہوتا ہے کہ وہ دھلے کے چل نہیں ہوتے

روغن برائے وضع مفاسل در دریا می دکھیا

روغن کچھ	گھڑ چلی	ٹک سائبر
۱/۲	۱/۲	سوار

گھر کی کوڑو ڈرائیو سے دھننے نکال لئے جائیں اور انہیں ایک دات باز بھرپانی میں بگڑایا
 جانے میں کر دینا کھوٹا لپڑ چھار دیا جائے۔ اور اس میں گھر کی کھانے والی بیٹے جائیں جب
 وہ اتنے نرم ہوجائیں کہ ہاتھ پر رکھ کر انگلی سے لمبے جائیں تو آٹا ہو جائیں۔ اس وقت دھن کو تنگے
 سے ناپ لیا جائے پھر اسے آگ سے نیچے تیار گھر کی لارات دھوپانی اس میں ڈال دیا جائے۔ پھر
 آگ پر چڑھا دیا جائے جب اس ناپ کے مطابق جوتنگے سے دیا گیا تیار دھوپانی خشک ہو جائے تو
 نیچے تیار کر تک سانبر اس میں ملا دیا جائے۔ اس کے بعد خوب گھڑا جائے جب سب چیزیں مل
 ہو جائیں تو پھر اسے چھان لیا جائے تمام درد پر اس کی ناش کی جائے۔

استحقاق نام امروالی منی من

۱۰ نومبر ۱۹۳۳ء

۹ دسمبر ۱۹۳۳ء

برائے تپ حشر

نور محمدنا عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم

جس اسی بخار کی بدی ہو اس دن قتل یا ناز کو بی برد قتل یا ناز قتل یا ناز قتل یا ناز قتل
 کھو کر ہجرت کی اذان کے وقت لاندھے مرض کی پیشانی پر چھایا دیا جائے اور اس کے بعد لایعلاج ہوا
 الاھم پیل کے تین ہفتوں پہلے کر تھیں پتے بخار کے وقت سے ایک کھتر پہلے تر دہائی تر دہائی اور
 کے بعد مرض کو چھانچے جائیں

۱۳ دسمبر ۱۹۳۳ء

۱۰ دسمبر ۱۹۳۳ء

مرض اشتر کے لیے

دست کھ رنگیم برگ منا صندل سرخ صندل سفید خاک ہائیر
 ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز ہر روز

اسی زلزلہ کا اثرات اس طرح بنایا ہلے۔

۱۰ ہاشر کشتہ زلزلہ کپڑے کی پٹلی میں بانہ مار کر آدھ شیر پانی میں دھوا ہلے۔ لگا لگا سرد شیر پانی میں چلا جائے۔ اس کے بعد تین پاؤں قد سفید ڈال کر شربت لاکڑی بنایا جائے۔ میں یہی شربت زلزلہ سے دور میں ڈال کر تین یا پانی میں مل کر کے استعمال کے۔ دس گشت تک نہیں بلکہ تیس تو بڑی کے ساتھ چلا کر۔

بہرہیز: گائے گاگشت، آوار باوی، شہید، صبر پریز، اہل اور صبح سے پریز، اس کا گرس آلودن لایا ہے۔

جوارش مقوی معذہ دافع قبض

ذیرہ سیادہ برہک سراب خضل سفید خضل سیدہ نلک سفید
وچٹلک ۱۰ چٹلک ۵ ڈور ۵ ڈور ۲ ڈور
دیر مینی اسل قرۃ بریکل یا اورک مرہ بریکل یا اورک قد سفید ہستہ جوارش نہ
۴ ڈور ۱۰ ڈور ۱۰ چٹلک ۲ سیر
خورد ۵ میچہ دھام یا شاکا ایک ڈور
دش نیمہ اولی ہر اور سرک انگری میں چلو کر لکھا ہے ۵ سبٹلک برہانے توں ہاڑی
طرح کیا جائے اور سرد ہاڑی طرح نلک کیا جائے۔ بعد ازیں قندے پر یہی کیا جائے

۳۳ ہادی ۱۰ ہادی ۱۰

موتیا بند کے لئے سرور

سلاجیت سیادہ خاص اگر کھلی کریں اور گائے گاگشت یا خداداد ڈالتے چائیں۔ جب وہ مٹی کی

طرح نام ہوا تھے وہ پندرہ میں نکٹ میں ہوا تھے گا، تو اس کے ہم وزن سرور خاص ڈال کر چند اوند
 دو دہائی ڈال چلے جب تک ہر جانے تو چھن کر دکھایا جانے۔ رات کو ایک ایک سلطان، آٹھ
 میں ٹاکر سہائیں۔ غارش پر تو ہرگز نہیں۔

گراں اور پردوں کے لیے بے نظیر نسر

پشوی شرنغ انیس یکوہل
 آدر یک نیمہ ۱۰

پشوی کو تو سہرا لکھیں۔ جب وہ چنے لگے تو اس کے اندر نہیں ڈال دیں۔ جب
 وہ ایک کر تک ہر جانے تو نیچے آکر لکھ لکھیں اور لکھ لکھیں۔ ایک ایک سوئی و دنا تین چار ہزار
 لکھ لکھیں۔ آٹھ دنا تین آدم آہلے گا۔

مذہبۃ ۱۳۶۲ ۲۰ جن ۱۳۶۲

ہائے مد گزیہ کرم گزیہ از خور گزیہ و غیرہ

سورۃ انفاس یا ہم اندر منی دریم پڑھتے ہائیں سورہم کرتے ہائیں۔ اقا، اللہ تعالیٰ
 دنت تک شفا لال برہاں ہے۔

یہ سورۃ شریفہ تک ہر دم کے تک مد گزیہ، اکھو یا جانے ہیں قرآن یا قرآن یا قرآن

۱۰ جن ۱۳۶۲ ۱۵ جن ۱۳۶۲

حضرتؑ کے چند خصوصی ارشادات

فرمایا ہے۔

- قرآن مجید کا خلاصہ ہے بندے سے توڑ ٹوڑ خدا سے جوڑ
- قرآن مجید کا خلاصہ ہے تعلق باللہ سے وابستگی
- ماہ ہے اسلام، ماہر ہے سلمان، منزل مقصود ہے مدارالرحمان
- اگر کوئی شخص اسلام پر گزرتا ہے تو آٹھ لاکھوں تربیتی کھیلے لگائے گئے۔ دریا پر سے گزرتا ہے تو آٹھ لاکھوں کھیلے لگائے گئے۔ اس کا مسکھتہ کر کے طریقے کے خلاف ہو تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے اس کی بہت حرام ہے اگر سہ جائے تو توڑنا فرض میں ہے۔ ورنہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی جہنم رسید کرے گا۔
- ہم سے ابراہیم تو منتقل فرمائے میں مگر شیطانوں کا بار اکادم ابھی تک نہ رہا ہے اس لیے گمراہی زیادہ عام ہے۔
- شیطان اس لحاظ سے بڑا عقلمند ہے کہ بڑے بڑے عقلمندوں کو بے خوف بناتا ہے۔
- جب مسلمان کو اسلام اور توکل کے دو پرک ٹائپ ہیں تو سمجھو، رہائیت کے آسمان پر اُٹھنے لگتا ہے۔
- بہت کے لا فائدے ہیں۔

شفاقت کیے بغیر صحنِ نایاب میں گئے یا پھر بے لٹنے کے یار اللہ دے میں باقی
سب تلے کے یارِ یوی اولاد و درباری۔ اور پروری تو ایسی ہے کہ اگر اپنے
بدن کے کرحت کا قیہ بنا کر نہیں کھلا دیں تو بھی کوئی خوش نہ ہو۔

- کوئی مٹنے روزانہ مراد دے مٹنے سے بھی کراں۔
- اللہ والوں کے کچھ نروں کی خاک میں وہ نوقی مٹتے ہیں جو بادشاہوں کے ماحول
میں رہیں ہوتے نہیں ہوتے، نہیں ہوتے یہ موتی قبر میں بھی ساتھ ہائیں گے
اور میدانِ شہر میں بھی۔
- عقیدتِ مالک اور خلافت سے نفی آتا ہے۔ ان میں سے ایک تاریخی ٹوٹ
جائے ٹوٹکشن ٹوٹ جاتا ہے۔
- لوگ کہتے ہیں، اس جہاں میں دنیا سائے اندھا کوئی کوئی میں کتابوں میں
جہاں میں سائے اندھے میا کوئی کوئی
- — یوقوان مجید کا شجاع نہیں کرتے وہ، غرت کے کاغذ سے نیٹ اندھے ہیں
- — شیخ کی طرف اپنے آپ کو منصب تو سب کرتے ہیں مگر پختہ دہی ہونا ہے جو
صحبت میں نعت و یہ پانے کے بعد ایک کرکھے۔
- کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کمال ہو گیا ہوں قبر میں داخل ہونے سے پہلے
ہر وقت خطر ہے۔
- — ماں باپ کو ستانے والوں کو دن رات اور روزہ جہنم سے بچانے کا ذمہ دہ کوہ لڑ
نڈر ملجاء۔ ان کے بے حادغ کا خوی لے رہا ہوں۔
- — گوشِ شوش سے ٹھنڈے رنگ آپ نے ہر جس بدن کو کیم و غیرہ کی ریور شوش سے

انگلیں تو حامل کو بس لیکن قرآن مجید سے حامل میں تو مرنے کے بعد قبر تہم کا
گڑھا بن جائے گی۔

• یہ سے دوستو طبیعتوں پر قابو رکھو۔ جبر و صبر کی عادت ڈالو غذا گریا دیکھو
یہ ڈیانا نانی ہے۔ اپنے معاملات درست کرو۔ رزق حلال کا کرکھاؤ۔

• طاب کی ریاضت ایسی ہے جیسے دین پر مرنے کی خبروں کا اپنی بھائی کے
اندھ کھینچ کر رکھتی ہے اور سچ کی توجہ ایسی ہے جیسے ماں پردے پر اپنی
دیتا ہے۔ دونوں چیزیں یا تو ترقی ہوتی ہے۔

• اپنی نشست و برخاست سب سے لوگوں میں جیسے جنس دیکھ کر غذا یاد چاہنے
بیشہ چرخہ سے چڑا دیتا ہے۔

• والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو اپنی تعلیم دیں۔ والد قیامت کے روز ان
سے باز پرس ہوگی اور وہ مجرم ٹھہرائے جائیں گے۔

• غذا اور اس کے خزان کو دل سے ماننا اور اس پر عمل کرنا ہی ہیں۔

• اگر کوئی شخص غذا کو فرض سمجھنے سے بھی نہیں پرہیز کرتا تو وہ ناستی ہے۔

• مرد کام کے لیے اور عورت اس کے آرام کے لیے ہے۔

• اگر آپ کی کسی سے دوستی ہو تو صرف اللہ کی رضا کے لیے اور اگر دشمنی ہو
تو بھی خداوند کی رضا مطلوب ہو۔

• تفکر بالقرآن اور تدبر بالقرآن کا نظریہ طالعہ قرآن کے وقت پیش نظر ہونا
چاہیئے۔

• قرآن کی تعلیم سے ہی حیات ایمانی پیدا ہوتی ہے۔

- تبارخ قرآن و شریعت سے انسان کامل انسانِ متما ہے۔
- حدیث کا انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے اور قرآن سے انکار کرے گئے کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔
- جس طرح ایک مرد اپنی بیوی سے غیر مرد کے تعلقات کو براہِ اشت نہیں کرتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی غیر اللہ سے ان تعلقات کو جو جن سے مجھے چاہئیں پسند نہیں کرتے۔ اگر کسی غیر اللہ سے متعلق ہو تو وہ شرک ہے۔
- غیر اللہ کو سجدے کرنا، ان سے مرادیں لگنا، ان کی قبروں پر چڑھانے چڑھانا یا حیبت کے وقت ان کی ادا و طلب کرنا بھی شرک ہے۔
- کافر تین کو سجدے کرتے تھے اور آج مسلمان اولیہ کرام کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں۔
- خدا تعالیٰ شرک سے بچنے کی لافین عطا فرمائے۔
- جن ملاسنے قرآن کو ذلیل و ساقط بنا رکھا ہے، وہ یاد رکھیں کہ قیامت کے روز جنت کی براہی دوسرے پاس گئے۔
- مجبور ہدایت قرآن ہے۔
- ہادی کی آواز پر اگر آپ جیک نہیں کہہ سکتے تو خدا را سے شک توڑ دیجئے۔
- یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو ہدایت پہنچاتا ہے، اللہ اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔
- ہادی تمام جنت کے لیے کتے ہیں گئے تاکہ قیامت کے روز لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے خداوند تعالیٰ آپ نے کب ہمیں ہدایت دکھائی تھی کہ ہم تیرے

حکم کی تعمیل کرتے۔

- رٹم ہوں شراب خانوں اور منیا خانوں سے ہم خوش کرتے ہیں لیکن خدا اور اس کے دین سے نفرت۔ غدار اپنی جھڈی اور بتری کے پیچے سنبھیں کھولیں۔
- کامل ذہن دوسرے جس کا متعلق خالق اور مخلوق سے ہے خالق کو راضی کرتا انسان ہے لیکن مخلوق کو بہت مشکل۔ مخلوق کو خوش کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کا حق ادا کرے اور اپنا حق طلب نہ کرے۔
- صلہ دینی نہیں کہ جوڑنے لگے سے جوڑے بلکہ توڑنے لگے سے جوڑے۔
- صرفاء کرام فرماتے ہیں کہ مرنے سے پہلے مہاجر ہو۔
- بیماری انسان کے لیے تنبیہ ہے۔
- حرام کی کسائی خود ایمان کو ختم کر دیتی ہے۔ اپنی آدمی کے مطابق خرچ کرو۔
- ایمان کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ تر سے خدا ہے پر جبار ہوں۔ دلائل پر قائل ہوں حکم تیرا بندہ بتائے گا۔ دل سے مان کر عمل کروں گا۔
- ایمان کی مٹدیاں مسجدیں ہیں۔
- جو کبھی عزت حاصل نہیں کر سکتے اور نیک کبھی وہ نہیں ہو سکتے۔
- نیک کافری سے نیک صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس کی غذا گندی، اس کے ضمیر کی آواز بھی گندگی سے آواز دہرگی۔
- جو شخص کسی کو فریب نہیں دیتا۔ وہ ہر کسی کے نزدیک عزت حاصل کرتا ہے۔
- قرآن کے قراء کا اتباع کرنے والے دانش مند، مال امیر، اور عاقلین ہوتے ہیں۔

۹

علامت اور رحلت

جس پاکیزہ انسان کی ساری زندگی دین حق کی اشاعت تھی اللہ
آخری ایام کی خدمت، عبادت الہی اور شب بیداری کہتے ہوئے گزری۔
اُس کی جسمانی صحت درست رہنا مشکل ہے حضرت اپنی حیات مبارکہ کے آخری
ایام میں فالج اور ذیابیطس جیسے امراض میں مبتلا تھے لیکن اس کے باوجود حضرت
کا چہرہ مبارک نورانی تھا۔ ناموں کو اتار لگانے سے یہ معلوم ہوا تھا کہ کسی نچتے
کی ٹانگیں ہیں مگر جب دربار خداوندی میں قیام کا وقت آتا تو جوانوں سے زیادہ
سرو قد م ہو جاتے تھے اور اکثر اوقات فراق بھی کھڑے ہو کر اذیت دیتے تھے۔
مرضِ آہستہ آہستہ بڑھتا رہا۔ مگر اس کی زیادتی نے عقاربند کے ماش کو پریشان
نہیں کیا بلکہ اور تازہ دم کر دیا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے:-

”میں نے اللہ تعالیٰ سے جو شکا وہ مجھے دیا میں اُس سے راضی ہوں جب
جگہ میں حاضر ہوں“

کئی سالوں سے کھنڈ کا کفن سلاک کھا ہوا تھا۔ قبر کی جگہ صاحبزادہ صاحب
اور حاجی دین محمد صاحب کو بتادی تھی۔ بلکہ جب آخری عمر کرنے کے لیے تشریف لے
جاسے تھے تو حدودِ ذیل ارشاد فرمائے تھے:-

”میں ۱۸ جولائی بروز جمعرات صبح کے وقت حرمِ کربنہ تک منظرِ جانا
ہوں۔ ۱۹ جولائی کو صبح کراچی پڑھوں گا۔ حکومت نے مجھے اجازت

دسے گی ہے میں پہلے سے جاننے والا تھا۔ اپنا ایک بیوی بڑی میں سخت درد ہونے لگا۔ جس کی وجہ سے میں چار دن تک بیل بھڑکھاؤ چوکٹ میں نے غریب دکھا تھا وہاں کر یا موت کا ظم نہیں کرکے آئے پانچ سال ہو گئے ہیں۔ میں نے صدی کو جا کر اپنے آپ کا کفن تیار کر لیا تھا میں ہر وقت موت کے لیے تیار ہوں۔ مگر جو صوفی فوت ہو گیا تو یہ سمیت کرنا کبیر سے مرنے کے بعد کسی بڑائی یا قبر پرست پر کئے گئے نہ لگ ہانا اور گروہ۔ ہر جانا بلکہ کسی شیعہ سنت اور اصلاح یافتہ عالم کی صحبت اختیار کرنا۔ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ سامنے ساری اور یہ رسمیت یافتہ نہیں ہونے بلکہ گروہ ہوتے ہیں۔

حضرت نے آخری دنوں میں جو خطبہ دیا اس میں آپ کے وصال کی اطلاع کی تھیک صاف نظر آتی تھی۔ آپ نے جنوری اور فروری ۱۹۶۶ء میں اپنے لئے مکتبہ تہم سے ایسے نکالتے فرمائے تھے جسے علوم پر تھا کہ اب اب تھا وہ اب کے لیے پابکاب میں۔ حضرت نے حاجی میں محمد صاحب دہا پر کو وصال سے دو تین دن پہلے فرمایا۔ ”اب میں آپ کے پاس خطبہ لکھنے کے لیے نہیں آیا کروں گا۔“ اسی مجھ مبارک کو آپ کے خادم خاص مولانا محمد صاحب صاحب شمس زلی جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے خلاف معمول ردی۔

اور عالم باہ میں آپ کی رحلت کا اعلان ہو چکا
رحلت کی پیشین گوئیاں تھا۔ چنانچہ وہ امر کو دیکھ جو اس گروہ ارغی پر
 رہتے ہوئے بھی مجھ اور باذنہ قتال عالم باہا کی غیروں سے واقف ہوتے ہیں۔ ان میں

سے بعض نے اس کی اطلاع دی تھی۔ بتائیکے کی جامع مسجد کے خطیب مفتی ابو الشفاء کا بیان ہے کہ ”ہمارے ہاں ایک مجتہب نے محبت اور جذب کے عالم میں چند باتیں فرماتیں۔ اس نے استغراق و استغاک مجذوبان میں پکار کر کہا کہ لوگو! استغارا بنجال ہے کہ لاہور میں صرف ایک علی ہجویری علیہ الرحمۃ ہیں۔ آؤ اگر زندہ علی ہجویری دیکھنا ہو تو شیرازہ دروازہ میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب کو دیکھو مگر ان کا وقت مختصاً مل گیا ہے؟“

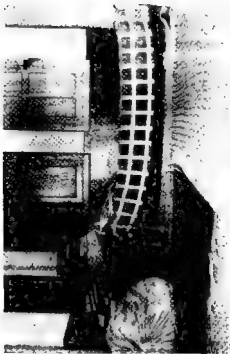
اسی طرح حضرت کئے حال سے کچھ دن پہلے تکر میں ایک باخداہم رکن نے حضرت کے ایک متعلقہ عبدالرحمن صاحب مکنہ نوشہرہ کو احوال کے لیے گئے تو نے تھے آپ کی رحلت کی اطلاع دی۔ عبدالرحمن صاحب کا بیان ہے کہ ۱۰ فروری ۱۳۶۶ء بروز سوموار بعد از نماز عشاء ہم لوگ باب الحرمہ سے باہر ایک بول میں چائے پی رہے تھے کہ ایک شخص آکر بیٹھ گیا۔ باتوں ہی باتوں میں ہم سے حیا کرتے لگا کہ آپ کا تعلق کسہو مہتری سے ہے؟ میں نے شیخ التفسیر حضرت لاہوری کا نام دیا تو اس نے کہا کہ ان کا تو انتقال ہو گیا۔ میں نے بڑی حیرت سے پوچھا: آپ سے کس نے کہا؟ ریڈیو میں آیا یا کسی نے تلواع دی؟ اُس نے کہا: مجھے کسی نے بتایا ہے؟ میں نے بہت پوچھا کہ کس نے بتایا اگر اُس نے نہ بتایا۔ طبیعت لڑکھائی میں وغیرہ بولی۔ دوسرے دن باوجود کوشش کے کسی جگہ سے اطلاع نہ مل سکی۔ ہم سمجھے کہ یہ غلطی ہوئی ہے۔

۲۳ فروری کو جمعۃ الہدایہ کے منتظرین میں پڑھ کر ۱۱ فروری ہفتہ بعد العصر دینہ المنورہ پہنچے۔ اگلے دن مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب سے ملے ان سے بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا مگر دوسرے دن انھوں نے اطلاع دی کہ حضرت کا انتقال ہو گیا ہے۔

حضرت ذہریؒ ۱۲ فروری بروز جمعہ ۱۰ انکے صبح اپنے مکان سے
سفرِ آخرت حسب معمول مسجد اہل ولی میں غلبہ علیہ کے یہ شریف ائے
 حضرت اقدس ایک عرصے صلی اور نحیف ہونے کے باعث گھر سے سڑک کا دبا
 ناگھر میں شریف لایا لائے تھے کہ اس دن آپ نے اپنے صاحبزادہ مولانا حمید اللہ
 نور صاحب کو ساری دے سے مع (یا نور) نور صاحب کی خوشی اور ہجرت کی انتہاء
 یہی ہے انہوں نے حضرت شیخ وقت کو کافی کی سی تیز رفتاری کے ساتھ مسجد کی طرف
 روانہ ہوتے دیکھا۔

نور صاحب حضرت شیخ مرتضیٰ علیہ کا حجرہ میں چھوڑ کر خود کسی اور جگہ طلبہ کا شمار
 فرمائے چلے گئے۔

یہ نے بارہ بجے حضرت شیخ کے چہرے صاحبزادے نور صاحب حمید اللہ صاحب
 ہاں تبدیل کرنے کے لیے حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچے تو آپ کی طبیعت آسان
 تھی۔ بیٹھ میں درد تھا اور تلی وغیرہ کی شکایت تھی۔ چنانچہ حضرت اقدس کی سازش
 طبع کے پیش نظر مولانا مفتاح اللہ صاحب ہی کو نماز جمعہ کا خطبہ ادا فرمایا پڑھا۔
 جامعہ کے قریب ہی بعد ڈاکٹر کیفین جو دھری صاحب جو حضرت کے مشاق میں
 سے ہیں شیخ اعلم کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے طبی اور اسپینائی اور کاد کے
 ذریعہ حضرت شیخ کو گھر لے گئے۔ شام تک انہوں نے تین انجکشن لگائے لیکن
 حالت نہ سنبھل سکی۔ وہ متعدد ڈاکٹروں سے بھی مشورہ کرتے رہے لیکن فائدہ
 نہوا شام کو مشورہ ڈاکٹر محمد وسف صاحب بھی تشرف ملے اور حضرت اقدس کو
 ہسپتال لے جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن اللہ کی حکمت اس کے برعکس تھی۔



ماں کو فرزندوں کی طرح لاکھوں محبت، ہر پائی نکل جائے اور تمام کہنے والی یہی ارشاد ہے۔



یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت اقدس نے مغرب تک کی تمام نمازیں ہوش کی حالت میں ادا کیں۔ اگرچہ بیرونی بھی طاری ہوتی رہی مگر نماز کے وقت ہوش آجاتا۔ چونکہ طبیعت پر فطری طور پر صوم و صلۃ کا غلبہ تھا اس لیے بے ہوشی کی حالت میں بھی توجہ نماز اور ذکر الہی کی طرف رہی۔ اسی دن رات کے ۹ بجے آپ نے نماز عشا کی نیت باندھی اور صبح کے کی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰہِ وَ إِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ؕ

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دیرینہ دُعا کو قبول فرمایا کہ اے اللہ! جب تک تیری دنیا میں زندہ ہوں، خدمت میں کرتا رہوں، اور میری کوئی غارتھا نہ ہوئے پائے۔ یک نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کا وقت ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ جاتاؤں۔ چنانچہ جمعرات تک حضرتؒ نے اپنے تمام مشاغل صول کے مطابق سرانجام دیئے بعد کو رہنہ رکھا اور تمام فرائض کی ادائیگی کے بعد اپنے کوئی سے جا ملے۔

بارہ بجے شب آپ کے صاحبزادوں مولانا حبیب اللہ صاحب اور عاقلاً عبد اللہ صاحب نے آپ کو آخری غسل دیا۔ اور شائقانِ زیارت کی خواہش کے پیش نظر حضرتؒ کے نکلان واقع حضری محلہ اندرون شیراز اولیٹ کے بجلی منزل کے محل میں حضرتؒ کے وجود اقدس کو برسات کے لیے رکھ دیا۔

حضرتؒ کی نصیحت مٹی کو بعد و حیدین کے حدود درس کا ناندہ کیا جاتے۔ چنانچہ سات مند صاحبزادوں نے مگر میں باپ کا جنازہ رکھ کر تپتے چھوٹے دل اور انگہار آنکھوں سے اس نصیحت پر عمل کیا اللہ صریٰ قرآن حکیم دیا۔ جب قرآن پاک کھولا گیا تو

جس کا یہ نظر پڑی، وہی غلّٰی نفس ذالذیٰ السوء۔ حاضرینِ درس کی سیکڑا
 فرزندِ زہری جابری تھیں۔ تاہم جب درس کا اختتام ہوا تو حاضرینِ درس بے تابہ اپنے
 اس خلیب کو ایک نظر دیکھنے کے لیے ”دشے جس کی آواز سے اُن کی سماعت محروم ہو
 چکی تھی“

طوے آفتاب کے ساتھ ساتھ یہ خبر جھل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور اجدات
 نے ہر شہزادہ برقریہ کو اس عظیم المیہ انسان کی رحلت سے باخبر کر دیا چنانچہ عقیدہ
 ہوئی جہازوں، دہلی گاڑیوں اور ہوٹروں کے نیچے ہوق و دہوق شیر و اسیر چلے گئے۔
 مردوں اور عورتوں کے گرد، باری باری اپنے محبوب شیخ کی زیارت سے شرف پہنچے ہے
 انہیں جب ملے اتنے شے سے محو کا تھیں نہ ہسکاؤ ڈرنی ہر شہزادہ پرمیں شیخ مراد
 صاحب نے حسرت کے ساتھ اس سے اجازت لے کر حیدر آباد کو کلن کے باہر گل میں
 رکھوا دیا۔ اور اپنی شایانہ نگاہیں گئے صبح سے لے کر لٹے تک شہزادانِ یہ
 اپنے شیخ کی آخری جھلک دیکھتے رہے۔

بعد از نماز ظہر تمام ملائے کرام جمع ہوئے تو حضرت کی نذر جنازہ کے لیے رات
 کے انتخاب کا سوال اٹھایا گیا۔ میٹر ملائے کرام نے یہ تجویز پیش کی کہ چونکہ حضرت نے
 اپنے کلمے صابری سے مولانا میڈلہ انور کو اپنا قائم مقام اور اپنے بعد امیر انجمن بنایا
 تھا، اس لیے وہی نماز پڑھائیں۔

اس فیصلے کے بعد جنازہ اٹھایا گیا۔ سب پناہ، ہجوم کی وجہ سے چلہ پانی سے
 باز دھنے کے لیے قیس قیس گنبدے بانس اٹھ گئے مکان سے سونگ جنازہ ویسے
 ہی لایا گیا۔ کیونکہ گلی سے طویل بانس بازہ کر جنازہ نکالنا ممکن نہ تھا۔ مسجد کے نزدیک

چادر پائی سے بٹن بندھ بیٹے گئے۔ لوگوں کی خواہش کے پیش نظر حضرت کا بیچ اور کھنڈ
رکھا گیا تھا تاکہ کوئی شخص آپ کی آخری جھلک سے محروم نہ رہ جائے

اس کے بعد آپ کا جنازہ شیرازہ الگیت سے باہر سرکلہ ڈھوپا گیا۔ جوں
جوں جنازہ آگے بڑھ رہا تھا تو قنوجم میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ
پہلے سے جو پولیس کی جہادی جمیٹ کے ساتھ جنازے کے جاس کے ہر اہل حق، یہ
پیکش کی کریم بیک کھلی کا رنگ لگائے دیتے ہیں حضرت کی چادر پائی اس پر رکھ دی جائے
مگر بانس بہستور اس کے ساتھ بندھے رہیں اس طرح تمام لوگ اس بانس کو چھونے
کی سعادت حاصل کر سکیں گے۔ حافظ محمد اشد صاحب نے کہا کہ حضرت اہل حق قوم کی بات
تھے۔ اگر قوم اس کے لیے تیار ہے تو میں کوئی اعتراض نہیں لیکن لوگوں نے اس
بات کو گوارا نہ کیا۔

حضرت کا جنازہ سرکلہ ڈھوپا پر راستہ دہلی گیٹ، اکبری گیٹ، شاہ عالمی گیٹ اور
انارکلی قبرستان میاں صاحب کی طرف بڑھا گیا۔ یہاں سے پولیس کی ایک جیپ جتانے
کے آگے آگے چلاؤ گئی تھی تاکہ جوم کی وجہ سے جنازہ روکنے نہ پائے اور آگے بڑھتا
ہوے۔ پولیس نے شیرازہ سے یونیورسٹی گراؤنڈ تک نزدیک بند کر دیا تھا۔ جہاں تک
انسانوں کا ایک سیل رواں نظر آ رہا تھا۔ صدیہ مکانوں اور ڈکانوں کی بھتیسی عورتوں اور
بچوں سے آتی پڑی تھیں۔ عورتیں بچتوں سے حضرت کے جنازے پر پھول برساتیں۔

کم و بیش ساڑھے چار بجے کے قریب جنازے کا جلوس یونیورسٹی گراؤنڈ میں پہنچا
انڈیا ڈیڑھ دو گھنٹہ انسانوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔
نماز کے بعد محلہ عاشقان اپنے محبوب شیخ کو کدھل پڑائے قبر پر پہنچاؤ

شہداء رضوان اہل کسکی نظاری سے دس منٹ قبل حضرت مولانا عبد اللہ صاحب خراسانی مولانا حبیب اللہ انور صاحب، حافظہ حمید اللہ صاحب اور چھ دیگر متقدمین نے حضرت قطب عالم مولانا غلام محمد صاحب دین پوری اور قطب الانطاب حضرت مولانا سید تاج کوڑا صاحب امرتلی و جرنلہ علیہ کی اس شہر کو نمانت کو کھد میں لانا دیا۔ اس طرح قریب آفتاب کے ساتھ علم و عرفان کا یہ آفتاب بھی نظروں سے اوجھل نہ گیا۔

اب آسرا نقادید کا باقی سو منٹ گیا

منٹے میں بندہ وزیع دیا کر دیا

کنن میں لبوس و خود مبارک بھی نظروں سے اوجھل نہ گیا نہ سسکیوں نے فضا کو گھیر لیا۔ آہ و فغان بند ہونے لگی۔ ہر شخص ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتا تھا اگر اپنی آنکھوں اور دل پر اس کو اختیار حاصل نہ تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ فضا اور ہر اس ترکیب ریح و غم میں۔ ہا دل گرج کر اور بجلی چمک کر سلامی ہے۔ یہی تھی۔ آخر گو کنوں نے تیزی سے ٹکی ٹانا شروع کر دی۔ حضرت کے قریب ہی ہر قبر کے نزدیک کھڑے تھے اور کھڑے عشاق کی تہانوں کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ وہ لوگ ان سے منی کے ڈھیلے ہاتھ سے تھے تاکہ ان کے ہاتھوں سے چھوٹی ہوئی تھی قبر پر ڈالی جاسکے۔

جب قبر کا تمیز تیار کیا بار اٹھا اور مولانا اظہار کب نے کامائل اُٹا گیا ست سے حضرت اظہار کے لیے اُٹھتے خود دلی ساتھ لائے تھے جن کو وہ ان تھیں یہ کیا گیا۔ قبر کی طاری کے بعد حضرت مولانا عبد اللہ صاحب و جرنلہ علیہ نے اُٹھنا دیا اور جہنم آئیں کہنا گیا وہ کے بعد جمع گرد ہوں میں بہت کرنا سرب کی اور انہی کے لیے رخت چھگیا۔

مزار مبارک سے خوشبو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر انور تصنیف ہوئی۔

علاقہ سر قندھار کے خوشہ کا آغا خوسرو ہے آج بدھ سو سال سے وہاں کی سطر منا رہے ہیں
ایمان کو تکرار کر رہی ہے۔ خداوند قدوس نے اپنی رحمت کا اظہار لائٹ لکھ دیا یہ وہاں احمد
صاحب ندیں سرور العزیز کی آرام گاہ پر بھی فرمایا۔ لاکھوں انسانوں نے اس خوشہ کو درگاہ
مخصوص کیا بلکہ تجزیہ اور تجزیہ کے بعد کہنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی سرور خدا کی قبر اور اس
کے ارد گرد سے خوشبو آتی ہے۔

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہر قرار اس جگہ سے جہاں کسی انسان کا بدن
اصلی شکل میں خدا رب عالم کی شکل میں یا مادہ میاں کی شکل میں پڑا ہو وہاں سے دیر یا خوشہ
آتی ہے۔ دھماکانے قوت سے شرف حضرت اس کو محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے کہ رحمت خدا
کا دار لائٹ نہیں بلکہ انتقال مکانی کا نام ہے۔ محبت صحر قندھار اور شاہ کا شہری نے فرمایا۔
چچ سمت اس طرف توجہ رہتے ہیں اس طرف

اور ابال بروم نے اسی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ ۷

فرشتہ نبوت کا چھوٹا گوبن حیرا ترے وجود کے مرکز کے طور پر ہے
چنانچہ قرآن کریم نے نبوت کے ذرا بعد انسانی حیات قمر کریمان کہتے ہوئے فرمایا۔
كَا مُنْآ اِنْ كَاَنْ مِنَ الْعَرْشَيْنِ ۝ فَوَدَّ ذُو رِجْحَانٍ اَنْ نَّجْعِلَ
فِيْهِ ۝ وَ اَمَّا اِنْ كَاَنْ مِنَ الْكَاٰبِتَيْنِ ۝ فَذَلٰلٍ ۝ مِّنْ
جَحِيْمٍ ۝

ترجمہ: پھر جب تجاہت آئے گی (اگر فرشتہ نبوت سے ہے تو اسی کہے) رحمت اور
خوشہ نبوت اور نبوت کے بارے میں اور اگر جہل سے ہے تو گمراہی پائی ہوئی ہے
جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الْقَبْرِ دَوْخَةً مِنْ دِيَارِ الْجَنَّةِ أَوْ حَقْلًا مِنْ خَضِرِ الْبُقَارِ (حکماء)
ترجمہ: قبر (از عبت کے باغوں میں سے ایک باغوں ہاں سے دیا تم کے گڑھوں
میں سے ایک گڑھوں جاتا ہے۔

آئیے ان اخبارات میں اب سے واقعات کثرت سے آتے بہتے ہیں کہ خضر مگر
قبر سے آگے بھی اور پھر وہی ان تک پہنچے جہاں پہنچے ہے اور وہاں مگر سے دھواں عمارا
والمباد بائندہ

قبر کا منت کے باغوں میں سے باغ بن عا بھی یقینی ہے جس کا شانہ حضرت
کے زہر پڑا اور سے ہر لمبے جس وہ پاک نے ستر ہی سال خداوند قدوس کی حالت
میں گزارے جو ترکیب نفس کے اس بندہ کا یہ فائدہ خواجہ کی مثال اس کے سامروں
میں دہل چکی۔ اس کی تربیت سے خوشبو کا آنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

قلب اللہ شاد و شاد شیدا عمر گنگوئی قدس سرہ اسرارہم نے ارشاد فرمایا ہے

”وگفتہ اند کہ ابو الحسن لڑی در اللہ تعالیٰ لڑی نوازشاں ہر اندر یہ شاد و
بہار فرمیں و جو ہم در مقام وصل و شاد اندر مرتفع می بینند و این در نفس را کیہ ایشانست کہ
چوں کا نفس عالی می بود نور او در بدن سرایت می کند طبع مزاج بدن می گردد و باز اگر نفس
از بدن متعلق ہم می شود تا ہم اس جسد متعلق نور مستعدگی ی باشد چنانچہ در حالت حیات
بقا نفس بود۔“ (ص ۱۰۷) از کتاب نور و اسلوب نوشتہ حضرت قلب اللہ شاد

یعنی جو بدن اس دنیا میں اطاعت خداوندی اور ترکیب نفس کے عالی مقام پر
فائز ہوتا ہے وہ اس جہان فانی سے چلے جانے کے بعد بھی انہی صفات کے ساتھ توجہ
رہتے ہوئے طبع انوار بن جاتا ہے اس لیے اکثر ادبیا اللہ کے عزرات سے نور کا

مشاہدہ عام و خاص دو گون کرنا چاہتا ہے۔

انسان زندگی میں جن اعمال کا پابند ہو جو موت کے بعد اس کی قہر سے ہو
اعمال پر ذہنی شکل میں ظاہر رہتے رہتے ہیں قرآن کریم نور ہے نورِ عامل باختران کے
مزار پر نور سے نور کا ظاہر ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں حدیث میں عامل ان قرآن کو اس
نارنگی سے تسبیح دی گئی ہے جس کا زہمی لایہ اور خوشبو بھی دل پسند ہوتی ہے۔
ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے ایک قبر سے سوا ملک کو
آتی دھندلنا کر شش شش کر خطا کر لی۔ (ترمذی)

مولانا عبید اللہ صاحب انوار
کی دستار بندی
یادگار سلف و قدوة عالم کلمین نورۃ العارفین
حضرت مولانا عبید اللہ صاحب دست
برکات رحمہ اللہ شیخین دین پور شریف (علف کبر)

حجۃ اللہ فی اللہ شیخ الشیخ ثوث لا خواٹ حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب بنی بوی
قدس سرہ العزیز نے سلطان الاولیاء، قطب الاقطاب، شیخ التفسیر حضرت مولانا اسماعیل
صاحب نور قدس سرہ کی وصیت اور سلسلہ قادریہ راشدیہ کی روایت کے مطابق
شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا عبید اللہ اور صاحب تہذیب العالی کر
۱۹۶۲ء کے بعد از نماز فجر باقاعدہ پگڑی بندھوائی اور حضرت اقدس ہندو کو
ترتیلین کو جملہ سعادت اور مازیل سلوک میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے آپ سے
رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی۔

سلسلہ قادریہ راشدیہ میں دستار بندی کا طریق شیخ الشیخ ثوث زان حضرت
مولانا عبید اللہ صاحب قدس سرہ کے وقت سے چلتا آتا ہے۔

قطب الاقطاب مولانا محمد راشد صاحب علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادے تھے۔
 دونوں ہی آپ سے جہاز تھے۔ چنانچہ جانشینی کا استیلا ہی منصب باقرار رکھنے کے لیے
 اور باعث کی مرکزیت قائم رکھنے کی غرض سے آپ نے بڑے صاحبزادے کو گزری بندھائی
 تاکہ تہمتیں ان کی سرپستی میں مقامات مل سکیں۔ اسی نسبت سے کہ آپ کو
 پگڑی بندھوائی گئی تھی، تو گولڈ نے آپ کو پیر لہار کا شرموع کر دیا جو قندازانہ کے
 ساتھ سندھ میں پیر لہار کے نام سے مشہور ہو گئے۔

اس وقت سے بے کراچ ٹک اس سلسلے میں بروایت چلی آئی ہے کہ جب
 کوئی صاحب مقام، دن کامل دُنیا سے اُٹھ جاتا ہے تو اس کے جانشین کی دستار بند
 کی جاتی ہے قطب الاقطاب شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ نے بھی اسی طرح شیخ الشافعی
 حضرت دین پوری علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد دن کامل حضرت مولانا عبدالحامد صاحب
 قدس کی دستار بندی کی تھی۔

حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ انور صاحب قدس اعلیٰ اگرچہ حضرت شیخ التفسیر
 علیہ الرحمۃ کے وصال کے دن ہی حضرت کی وصیت اور غفرانی پاکستان کے تمام علماء کلام
 کے فیصلہ کے مطابق جانشین شیخ قریشیہ باپ کے تھے مگر اسی منصب کی بند پر حضرت
 مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی جیسے صولت نے امت اور اولیائے خات نے حضرت
 کی غلامی خانہ آپ سے چڑھوائی تھی لیکن حضرت مولانا عبدالحامد صاحب نے سلسلہ خانہ
 کی روایت کو برقرار رکھنے اور بزرگوں کی شہادت کو تازہ کرنے کی غرض سے آپ کی باتوں
 دستار بندی فرمائی۔

الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ۔ انسانی زندگی کو قرآن عظیم نے تین حصوں میں

تغیم کرتے مجھے فرمایا۔

الْمَنَالِ وَالْأَسْنُونِ ذِيَّةَ الْحَيَوَاتِ
 الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتِ الصَّالِحَاتِ
 حَافِظٌ عِنْدَ رَبِّكَ مَوَاطِنًا وَخَيْرٌ
 آمَلًا (المکث ۳۶)

دل اور بطن میں نہ بائیں زندگی و خاک
 اور باقی رہنے والی نیکیاں ستر میں آپ کے
 کے ملانے آپ کے ساتھ اور بہترین موقع کے
 اعتبار سے۔ (تیسیل القرآن)

دلی اور اولاد و تربیت حیات دنیا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں یہ ہیں۔ اگر
 انسان اپنی اولاد کے لیے تربیت کرنا ہے تو وہیں اس کے باقیات الصالحات
 میں شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر مال، طاقت، خاوندی میں صرف کیا جائے باقیات
 الصالحات میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت کے الباقیات الصالحات میں اُدھائی اولاد تو ہزاروں کی
 تعداد میں ہے جو مختصر، محدث، فقیر، راہِ نائے طریقت کی شکل میں ہو جائیں اور حضرت کی
 صلی اولاد بھی وہ اولاد ہے جو قرة العین کا صدق اور خدیۃ طیبہ کی نکل
 تصویر ہے۔ ان کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔ الحاج حافظ مولانا حبیب اللہ صاحب، حضرت کے سب سے
 صاحبِ زادے ہیں۔ دارالعلوم دارچہ کے قاری، التحفیل اور حضرت کے تربیت یافتہ ہیں۔
 چودہ سال سے حرمین شریفین میں قیام پذیر ہیں، تین اُدھائے گھر میں گزارتے ہیں اور
 راہِ رسول اُدھائے گھر میں۔ عارف باللہ ہیں، سلوک اور طریقت کے ہندوین تمام پر فائدہ
 دیں۔ حرمین میں لاج اللہ دس قرآن و حدیث دیتے ہیں۔

۲۔ الحاج مولانا عبید اللہ انور صاحب، حضرت کے دوسرے صاحبِ زادے

میں دو اہم دیر بند کے فارغ التحصیل اور حضرت کے تربیت یافتہ ہیں جنہوں نے کمالیہ پر بافتتاح مریدین انصاف اور محبہ علم پاکستان دسمار انشیں حضرت میں پوری آپ کو حضرت کا بانی بنیں مقرر کیا گیا ہے۔

۳۔ الحاج حافظ مولانا محمد اللہ صاحب حضرت کے جب چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ جامعہ اشرفیہ کے فارغ التحصیل اور قرآن مجید کے حافظ ہیں۔ روحانیت میں حضرت کے تربیت یافتہ ہیں۔ حضرت نے اپنی حیات میں ان کو جامع مسجد فیض باغ ہاشمی مقرر فرمایا تھا۔

۴۔ ایک صاحبزادہ جو مولانا عبداللہ صاحب کے بڑا تھا اور جس کا نام بھی عبداللہ ہی تھا، فوت ہو چکا ہے۔

۵۔ عائشہ بی بی۔ سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ لاہور میں قیام پذیر ہیں اور مولانا نور اللہ صاحب (جو کہ حضرت کے شاگرد بھی ہیں) کے عقد میں ہیں۔ ان کے ۵ لڑکے اور ۵ لڑکیاں ہیں۔

۶۔ مریم بی بی۔ فوت ہو چکی ہیں۔

۷۔ فاطمہ بی بی۔ عنقریب شباب میں تپ حق کے باعث فوت ہو گئیں۔

۸۔ رقیۃ بی بی۔ جوانی میں فوت ہو گئیں۔

۹۔ فاطمہ بی بی۔ یہ سب سے چھوٹی تھیں۔ اوائل عمری میں وفات پا گئیں۔

حضرت کے دو تمام دینی اور علمی کام باقیات الصالحات کے بل سرسبز ہیں ان کے تفصیلی حالات گزر چکے ہیں۔ ان کی اجمالی فہرست درج ہے:-

درسہ قاسم العلوم شیخو الاسلام - مدرسہ انبیا - شیراز - چھ سالہ جلاوطن

بھی ہیں ہیں۔ مسجد امیر، مسجد قادری گنج، مسجد صہری شاہ، مسجد گل پور، مسجد یہودیہ

مسجدِ علم اور۔

دستاویزِ اہم عقیدہ ہر روز تصانیف جن کی مجموعی تعداد ساٹھ تک ہے۔
ترجمہ قرآن مجسم مصلیٰ۔ ترجمہ قرآن مجسم بانفسیر و حاشیہ، تفسیر درجہ سندھی از
حضرت امروٹی، جو حصہ ہی نے شائع فرمایا۔

باقی تصانیف کا حال پسے دھج کیا ہوا ہے۔

صحت زندگی میں تقسیم حصہ ہاؤز کے خارجہ پرچکے تھے آپ اکثر تریا
و حقیقت کہ جسے کہیں اس حالت میں رہنا نہیں چاہتا کہ سب سے نام پر رہیں اور
بڑے لکھے جہتے ہوں۔

و حقیقت کے طور پر آپ نے اپنے صاحبزادوں کو تین باتوں کی تعلیم کی تھی۔
۱۔ کیا لڑکی کے طہر میں نہ پڑنا۔

۲۔ ہمزاد و جتنوں کو خاں اور حیات کرنا ٹھیک نہیں صرف ڈاکو ہی میں مداخلت کرنا۔
۳۔ کبھی کسی کی شہادت نہ دینا

ایک رانچی کلان جو کہ ان بھائی خاں میں ہے آپ نے ترک میں پھڑاؤ بھی
ترک کہ آپ نے اپنی حیات میں ہی اپنی اپنی باتوں کی تمام جھڑک کر دیا تھا۔
اس کے علاوہ چند ہزار روپے تھے جو کہ عمر پر پہلنے کی غرض سے رکھے تھے۔
و شرعی طریقے سے آپ کی اولاد میں تقسیم کر پڑے گئے۔

حضرت کے زمانہ پر عالم اسلام میں سیراجِ دہم کا ظہور کیا گیا، اس کا اندازہ
مراٹھ مرٹھ سے کیا جاسکتا ہے حضرت کے زادت مکان نے آپ کی رحلت کے
بعد لکھے یہاں صرف چند شماراٹھ دی گئے کچھ ہاتھ میں۔

ماہنامہ ہوسید فضل الرحمن مہمان

(پیشرو مع ترجمہ نود)

بروقاتِ حورِ آیاتِ شیعہ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ

دن پہ خلقو کنیں ویر گاہے چاہیر چل
آج میں دیکھتا ہوں کہ غفلت میں ہر دم ماتم پا ہے
پیٹرنڈے پکبن پرہ دے شی اونہ خیل
اپنے اور پرانے کی شناخت نہیں ہو سکتی
مولانا احمد علی مرثہ افسوس دے
افسوس ہے کہ مرہٹا احمد علی کا انتقال ہو گیا
دعالم سوری لوٹے غم دے مرکیدال
اور ایک عالم آدمی کا سُر جانا غلیم حادثہ ہے
لوٹے دولتِ ددہ وجود و قوم د پآرہ
آپ کا دھم گرامی قوم کے لیے بڑی دولت تھی
خنکہ خہ بہ وہ کہ دے ڈوندے دے تل
کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کو پانسہ لگی ہوتی
دہ کنیں عیب نہ وڈ نور و خلقو غویں
آپ میں ایسا کرتی عیب نہیں تھا جو اور لوگوں میں ہوتے ہیں

بے لہ دے دے لہ ہم و فنا کیدل
 بجز اس اک عیب کے کہ آپ بھی فانی تھے
 پاکیزہ ژوندیئے ودائے حقیقت کین
 فی الحقیقت آپ کی زندگی ایسی برگزیدہ تھی
 جاری و کا چینہ د علم آوڈ عمل
 جس سے علم و عمل کا چشمہ جاری تھا
 ناستہ ملاستہ بیٹے یہ یاد و کین د خدائے و
 اٹھتے بیٹھے ذکر الہی آپ کا شمار تھا اور
 مشغولاً بیٹے خوگہ و کا قرآن خود دل
 اور آپ کا عزیز ترین شغل درجہ قرآن مجید تھا
 یہ خبر و کین بیٹے نوراً و حکمت دک و
 آپ کی باتوں میں حکمت اور نور بھرا تھا
 اضطراب یہ بیٹے سکون کین کہ بدال
 جس سے اضطراب سکون سے بدل جاتا تھا
 پوہ و کا دد مجلس خلوص د پاسرا
 آپ کی صحبت زمرانوں کے کعبہ عطا کرتی تھی
 دضعیف دیارہ و دتوان موئدل
 اور ضعیفوں کو ترانائے بخشی تھی
 ددہ مرگ آوژوندن دوارہ د عزت وو
 مہم کی موت ازیت ہر دو قابل ستائش تھی اور

مشال و دھدایت تیرے کبں بِل

تاریکیوں میں آپ کی ذات ہدایت کی روشن مثل تھی

خہ بہ وائے مرگ یو داسے حقیقت دے

کیا کہا جائے موت اک ایسی حقیقت ہے

نشہ دے نہ دھپیا خلاصے موندل

کو اس سے کسی کو بھی ترستاری نہیں ہے

مرگہ مریشے گودے نا عالم جاہل تہ

اے موت! تجھے موت آجائے کہ تو عالم اور جاہل کو نہیں دیکھتی

پہ یونرخ دِ واغستہ فنا دِ کسول

تو نے تو سب کو یک بھاؤ خریدا اور فنا کر ڈالا

مبارک قبر خواستالکہ نافہ دے

آپ کی قبر مبارک ناذک مانند ہے اور آپ کا

چہ بیٹے خاودہ مشک کرہ ستا حسن عمل

جب عمل منیر رشک ہے جس نے اُس کی نئی کو خوشبودار کر ڈالا ہے

شہ رحمت پرچہ دے قبر کبن اودہ دے

تو کہ رحمت ہو اُس پر جو اس قبر کے اندر سویا ہے

دشرف خادر بیے دُ بے داغہ شل

اور جس کے شرف کی یاد رہے ہمیشہ بے داغ رہی ہے



مَاتَ بِخَيْرٍ مَوْلَانَا

(حضرت مولانا مفتی عیسیٰ مسیح صاحب قادیانی)

کیا کیف کا عالم ہوتا تھا کیا اُلُف کی بارش ہوتی تھی

جب خطبہ و درس میں ہوتا تھا حق کی ہدایت فرمانا

کیا عشق کی گرما گرمی تھی، کیا فیض کی عام لڑائی تھی

ہر وعظ میں شعلہ بیسانی سے اُفسردہ دلوں کو گرمانا

ہر ایک پرستی ہر شارعی ہر ایک کے دل کی سیرانی

وہ وجد میں ڈوبے لفظوں سے اک کیف کی بارش برسانا

اب نظریں ڈھونڈتی پھرتی ہیں اور کان تڑپتے رہتے ہیں

وہ شکل، نہ وہ الفاظ، نہ وہ اندک کے گھر کا دیوانا

وہ فضل گیا، وہ فیض گیا، وہ بزم گئی، وہ رنگ گیا

تاریخِ وفات اس طرح کہو مَاتَ بِخَيْرٍ مَوْلَانَا

۱۳۸۱ھ

حضرت شیخ التفسیر کے مزار پر

(نہار نور صابری مدظلہ)

یہ فضا اللہ کی رحمت میں ڈھلتی جانے لگی
 خاک مرقد سے تری خوشبو نکلتی جانے لگی
 جو ترے الفاظ سے روشن ہوئی تھی وہر میں
 آندھیوں میں بھی تری وہ شمع جلتی جانے لگی
 ہر نظر کو کیف تیرے دم سے جتا جانے لگا
 روح تیرے سایہ ایماں میں پلتی جانے لگی
 جس زمین کو تو نے سینچا ہے خود اپنے خون سے
 وہ زمین تفسیر کا سونا اُگھلتی جانے لگی
 ذہن سے تا عمر جا سکتا نہیں تیرا خیال
 یاد تیری حشر تک دل میں چلتی جانے لگی
 ربط باہم کے مبلغ تیرے فیض روح سے
 ہند و پاکستان کی دنیا بدلتی جانے لگی
 حق پرستوں کو محمد سے جو رشتے میں ملی
 گردن باطل پر وہ سکوار چلتی جانے لگی
 قصیر دیں کی تجھ سے جو دیوار مستحکم ہوئی
 دُلاڑوں کی زد میں آکر بھی سنبھلتی جانے لگی
 ہے یقین انور کو تیرے ذکر کی برکات سے
 جو بلا بھی سر پہ آنے لگی وہ چلتی جانے لگی

قَطَعْنَا رِجْلَيْ رَجُلٍ الشَّيْخِ الْأَجَلِ مَوْلَانَا أَحْمَدَ عَلِيٍّ رَحِمَهُ اللَّهُ

(حضرت تھی میل احمد صاحب قانوی)

كَانَ فِي لَاهُورَ شَيْخٌ تَجَادُّ	قَاضٍ فِي الْعِلْمِ عَالٍ فِي الْعَمَلِ
لاہور میں ایک شیخ تھے بزرگ	علم میں فاضل اعمال میں جلیل
الْمَحِي لَوْ دَعَى بِأَسْرَعِ	مُتَّقٍ تَقَوَّاهُ فِي ذُرْوَى الْفُلِّ
زیرک ذہن فائن	رجح کر کے کاغذوں پر چاروں کی چوٹی پر تھا
مُهْتَدٍ هَادٍ عَزِيزٌ فَضْلُهُ	أَخَذَ الْأَيْدِي لِأَصْحَابِ الرُّكُلِ
راہنما راہ نما بڑے فضل والے	غرض والوں کے خاص دست گیر
وَفَضَّلَ أَحْمَدَ عَلِيَّ الْمَرْتَضَى	قَدْ كَسَى الْأَجَابَ بِالتَّقْوَى الْخُلِّ
بڑے فضل والا احمد علی قصبہ کے قصب	جنوں کے تقویٰ میں کو قصبہ کے گھٹے پناہ
شَابَ رَسْنًا صَوْدَةً لِكِنَّهُ	عِنْدَ أَبْطَالِ الْخَنَى كَهْلٌ بَطْلٌ
عرس مست میں تو بڑھے تھے لیکن	بدیوں کو باطل کرنے کے وقت بہادر جوان تھے
هَانَاكَ الْأَسَارِعُ كَيْدِ الْعِيْدِ	قَامَتِ الْمِدَارَاتُ قُلَاعُ الدَّجَلِ
خانہ میں کی خدائیوں کے کید پاک کفیلے	بدمن کا تھیں قلعے کے قلعہ داروں کی خیریت
كَانَ مِنْ خُدَايَ دِينِ اللَّهِ إِذْ	مَالِ نَاسٍ تَحُولَاتٍ أَوْ هَبَلِ
آپ ایسے وقت میں کے خدایوں میں تھے جب	لوگ مٹا جیل کی طرف دینے کے پناہ تھے

مَنْ آتَى فِي قَدْرِهِ نَالَ أَهْذَى
 جو ایک حد میں شامل ہو تا دہشت یا اس کا
 عَمَّ شَبَابًا وَشَيْبًا فَيُضِلُّهُ
 آپ کا نہیں جو نوجوان اور بزرگوں کو گمراہ
 يَوْمُهُ عِلْمٌ وَذِكْرٌ وَإِنَّمَا
 آپ کا دن علم اور مسلسل ذکر کا
 قَلْبُهُ السُّورُ مِنْ دَارِ الْجَوَى
 آپ کا دل حشر النہر کی گلی سے غمزدہ
 جَاوِزُهُ يَا رَبِّ عَنَّا خَيْرًا
 پروردگار ہماری طرف سے ان کا وہ بہتر جزا
 رَاخِرُ فِي نَدْوَى وَبَيْحَانٍ لَهُ
 آپ تو اللہ کی رحمت اور رحمت میں ہکا کٹے
 قَالَتْ الْأَحْبَابُ فَيَضْرِبُ
 دوستوں نے کہا کہ بڑا فیض فہم ہوا ہے
 وَأَنْجَلَ السَّوْاسَ وَأَسَدَ الْخَلَلِ
 شہادت دوم چلتے اور ہر قتل غمزدہ ہو جاتا
 كُلُّ رَأْسٍ كَالْأَهْوَيْنِ أَهْمَلُ
 ان کا ہر راس کمال اور سست ہوتا تھا
 لَيْلُهُ فِي الشُّغْلِ بِاللَّهِ اشْتَعَلَ
 اور رات اللہ تعالیٰ کے ساتھ شغل میں رہتی تھی
 كَانَتْ الْأَلْفَاظُ مِنْهَا كَالشُّغْلِ
 اس کی وجہ سے آپ کے الفاظ و کلمات کا طرح کرنا
 حَوَازِي الْأَبْوَارِ فِي أَعْلَى الْخَلَلِ
 جو ایک ایک گلوں کا اعلیٰ ترین میں ہی محل میں
 وَإِلَى رَبِّي تَعَالَى الْمُوْجَلُ
 اور میرے پروردگار کی طرف ہی ہر گام میرا ہے
 قُلْتُ يَا رُوحُ وَبِالرَّضْوَانِ حَلُ
 میں عرض کیا کہ وہ عزت اور شان سے ہی میرا دل چلتے

اب جَاوِزُ نَادِ زُهْدٍ كَامِلُ

سے نکلے ہیں کہ گئے زہد کا دل رحمت ہو گیا

أَهْلِيكَ زَاهِدٌ خَيْرٌ رَحَلُ

اے ایک بزرگ زہد فاضل سفر کر گیا



تاریخ نامے رحلت تک کے نامور لوگوں نے حضرت کی تاریخ طے کرنے وقت
بکھیں جن میں سے چند پیش کی جاتی ہیں۔

بارغ ارباب کشف سے آخر مجمل قدس از گلیا بہیات

۱۹۰۹ - ۱۲۸۸ - ۱۲۸۱ھ

مکستان حدیث و قرآن سے آج احمد چلے گئے افسوس

۱۴۴۴ - ۱۲۸۱ - ۱۲۸۱ھ

وفات مفسر قرآن احمد علیؒ

۱۲۸۱ھ

امیر انجمن خدام الدین مبرور

۱۲۸۱ھ

غفر اللہ لہ

۱۲۸۱ھ

(مفتی مجمل احمدی)
(تھانوی)

وصف کی صورت ہے تاریخ وصال

ربہ راہ خدا احمد علیؒ

۱۲۸۱ھ

رہنمائی کے بجلی فلک پر چینی کہ عالم دین حق اہل اب
کہا یہ بادل نے روکے صفت چراغ احمد علیؒ بکھیا اب

۱۲۸۱ھ

نکھر عروج دین حق، بندوں کی آرزوی کا غم
کیا خوب تھا کیا خوب تھا، تیرا چلن احمد علیؒ
ہم کو ردا کی فکر کچھ لاتی نہیں تیرے لیے
ہے ریشی رومال، جو بہر کفن احمد علیؒ

۱۲۸۱ھ

مصرۃ تاریخ رحلت خوب ذوقی نے کہا

مرحبا کیف ہمارے غلد ہے احمد علی

(ضرورت قریشی)

۱۳۸۱ھ

گنہاروی پیر و مرشد بن

کہ من نیام سراغ کعبہ

چراغ خوش اند دوستانم

بجز کہ گل یک سراغ کعبہ

۱۳۸۱ھ

شمع را بجشت آہ باو ایل

۱۳۸۱ھ

— — — — —

حضرت علمائے کرام اور اکابر ملت کی نظر میں

تقریباً ہزار میں اکثر اہل علم طبقاتی اور ذاتی کشمکش میں مبتلا رہے ہیں۔ لیکن حضرت مجددِ تعالیٰ اس قسم سے بھی محفوظ رہے ہیں۔ حضرت کا اپنا طرزِ عمل یہ تھا کہ آپ تمام اہلِ کلام و احترام کو لے کر بھی کسی کو دکھ نہ دینا۔ آپ کی تعلیمات کا مکمل تقابلی مطالعہ ہی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر طبقہ کے اہلِ علم نے آپ کو سرِ انکسوں پر بٹھایا۔ ذیل میں حضرت کے بارے میں چند شاہیر کے اہشاءِ اات نقل کیے جاتے ہیں:-

حضرت شہرِ قیورمی ^۴ قلعہ دہاں حضرت میاں شیر محمد شہرِ قیورمی اکثر و بیشتر حضرت کے وہ ہیں تو ان میں شرکت کیا کرتے تھے آپ نے بار افرایا:-

”احمد علی اللہ کا زور ہے۔ میں شیر اور ادا کی طرف نکلا، کرتا ہوں تو یہی محسوس ہوتا ہے جیسے فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک نہ کی قدیں روشن ہیں اور دنیا کو ستر کر رہی ہیں“

آج سے ۲۰ برس پیشتر حضرت شیخ التفسیر شہرِ قیور شریف سے گئے تو یہاں صاحبِ ہدایت نے بعد اصرار آپ کو سنبھرایا اور آپ کی اقتدا میں غازی پورہ کر آچکے امامِ وقت ہونے کا اعلان کیا۔

حضرت علامہ انور شاہ ^۵ محدثِ زمانہ حجتہ اللہ فی الارض علامہ انور شاہ کبیرہ قدس سرہ العزیز، جن کے متعلق علامہ اقبالؒ نے

فرمایا تھا۔ حجۃ الوداع میں سے بدل باقی میں اتھریں: حضرت کے کانٹے نمایاں
کراپنے اور احسان سے تفسیر فرمایا کرتے تھے اور قیام لاہور کے دوران حضرت
علیہ الرحمۃ کے ان ہی ٹکڑے تھے۔

امام دارانی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عین احمدی
حضرت مولانا مانیؒ فرماؤ کہ اقدس اسرار مجھ حضرت شیخ تفسیر ربی
ہاں سے لڑتے تھے۔ آپ دورہ حدیث کے اختتام پر دارالعلوم میں ملا، کوستا شخصیت
بندھو لے کر فرمایا کرتے:۔

”علم کی تحصیل آپ نے آٹھ سال دیر میں وہ کی لیکن آپ کی مجلس
حضرت مولانا محمد علیؒ کے دورہ تفسیر سے ہوگی۔ اللہ کا ایک شیر لاکھ
کے دورہ تفسیر نورانی میں بیٹھا تھا اللہ اللہ کی غریبوں سے کائنات کا دل
سفر کرنے میں صرف ہے۔ وہ اللہ کا ایسا مقبول بندہ ہے کہ اس کے
دس قرآن میں شریعت جنت کی ضمانت ہے:۔

یہی وجہ تھی کہ حکیم الامت غلام قاری مولوی صاحب اسٹ برکاتہم دارالعلوم
دہلیہ اور جامع شریعت و طریقت غلام سید ابوالحسن ندوی مدظلہ العالی ایسے صاحب نگار
نظر اور صاحب مقام طلعت وقت ہی آپ کے دورہ تفسیر میں شامل ہوئے اور بکثرت
حنات سے اپنی جھریاں بھرید۔

قاضی عبد الرحمن صاحب بانی جامع مسجد عثمانیہ اوکاڑہ
قاضی عبد الرحمنؒ شگری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مولانا حسین احمدیؒ
کی خدمت میں بیٹھنے کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ لاہور میں قلیب خانہ

موجود ہیں۔ آپ ان سے بہت کچھ سیکھنے میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔
حضرت رائے پوری رحمہ اللہ حضرت رائے پوری کا یہ حال تھا کہ
 چوٹ پھوٹ کر ملے لگے اور عالم بے قراری میں فرمایا: مجھے لایم سے چلو، اگر
 ڈاکٹروں کا مشورہ مانع نہ ہوتا تو آپ اسی وقت لاہور آ جاتے۔

حضرت رائے پوریؒ نے خدام اربعین کو سندھ بذیل بیجاہم حضرت رسول فرمایا تھا کہ
 "حضرت اقدس سیدی رسولؑ کی احمد علی صاحب فرماؤ کہ حق کی خبر رسول
 میں کر سخت صدر ہوا۔ حضرت رحمہم بہت ہی پیسے بزرگ اور بیدار
 میں سے تھے۔ میں اس بات کا شدید رنج ہے کہ وہ ہم سے اوچل ہو
 گئے۔ مگر کیا کیا۔ یہ بات ایک ایک دن سب کو پیش آنے والی ہے۔
 سب کو اسی راستے سے گزر کر اپنے رائے حق کے ان حاضر ہونا ہے
 اور محل بقا جس کے بعد فراق نہیں اس کے واسطے اس راستے سے
 گزرتا ناگزیر ہے۔ جی تعالیٰ ہم کو بھی خاص خاص قرب سے ڈالے
 اور اپنے بندگان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق انسانی فرمائے؟"

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ عالمی دینی محرم صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے
 سید صاحب سے حضرت گاندھیکہ کی بات انھوں
 نے فرمایا: آپ کے شیخ کا رتبہ کیا عرض کروں۔ ایک سو سال پہلے اور ایک سو سال بعد
 تک مجھے اُن جیسی کوئی شخصیت نظر نہیں آتی؟
 مولانا داؤد غزنویؒ۔ مولانا داؤد غزنویؒ نے حضرت کی وفات پر فرمایا کہ مولانا

اور ملکی کی وفات میرے لیے انسانی صدمہ کا باعث ہے۔ ہر دم تک کے نوازین
 علماء میں سے تھے۔ ان کے سانحہ ارتحال سے قلمبست اسلامیہ کورنٹھان پچھا ہے۔
 ناقابلِ تلافی ہے۔ مرفہ مہر و مہر نے توحید و سنت کی اشاعت و دعوت کو مٹانے کے
 لیے جو کالیف برداشت کی ہیں۔ آج کے نوجوان علماء ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔
 جب تک یہاں انگریز ناہرموم نے انگریزی استعمار کے خلاف جہاد جاری رکھا اور
 اس راہ میں تمام مصائب کو خندہ میثانی سے برداشت کیا۔ میں نے انھیں ہر مرحلے میں
 خلص و ہمدرد و رفیق پایا۔ آج قلمبست اسلامیہ ایک عالم باعمل، مجاہد فی سبیل اللہ،
 عابد و زاہد اور علوم قرآن کے مبلغ و معلم سے محروم ہو گئی ہے۔ دعا ہے کہ حق جہانہ تعالیٰ
 مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

ایڈیٹر محنت و ذوق چٹان نے جواد اریہ حضرت
جناب شورش کاشمیری کی وفات پر لکھا تھا اس کے چند اقتباسات
 ذیل میں درج ہیں:-

وہ با حضور نام تھے کہ نازی باہر و مچھے اور دل خشیت اسی سے سحر ہو جاتے
 تھے۔ انھوں نے ہر کردار کے دل میں اپنا گھر بنا رکھا تھا۔ صحیح معنوں میں عالمِ باعمل تھے۔
 تقریباً نصف صدی تک انھوں نے لاہور کے اپنے ذکر و ادکار کی جلو گاہ بنائے رکھا۔
 یہیں ان کا ستارہ چمکا اور یہیں اس نے قلمبست سفرِ اخوت اختیار کیا۔ لاکھوں انسانوں نے
 اُن کی درس گاہ میں قرآن پڑھا، خبر لیں ان کے تفسیر ٹی وی کوئی سہ سے اپنا یہ
 دماغ اُن کے قلم سے اشاعت پذیر ہوئے جن میں قرآن اور سنت کے اسباق تھے۔
 اور جن کے مطالعہ سے لوگوں کی طبیعتوں میں اسلام و اسخ بڑا۔ یہ دماغ لاکھوں کی تعداد

میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ ان کے اہل دشمنی کا شوشہ تک نہ تھا۔ انہوں نے نبیؐ کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ وہ دین کی راستی کے طبر درخت تھے۔ لیکن ان کے قتل و حکم سے کوئی شخص بھی اُٹھ نہ رہتا تھا۔ وہ ایک ماہر سرین کی طرح فشر و بھرتے اور فریضین کی طرح علاج کرتے۔

انہوں نے اسلام کی سر بنی اور ملک کی آزادی کے لیے بے ادراقت و بند کے شہداء کو انتخاب کیا۔ قاضی احسان احمد کی روایت ہے کہ ختم نبوت کی تحریک میں جب عثمان چیل کی ایک تاریک کوٹھری میں تھے تو نکل کھڑی گاگ، دغا داران کے چہرے کو ادھی پروانہ کر رہا تھا۔ ان کے ہونٹوں پر ایک ہی دغا رچی۔ میرے مولا! تیرے اور میرے محبوب کے لیے جہم کیا ہاں بھی حاضر ہے۔ میں اپنی راہ میں قربان کہنے کی توفیق وافر کرتا۔ جب تک ہم جہنم تیرے لیے جہنم اور جہنم میری تو صرف تیری راہ میں۔ قاضی صاحب کہتے ہیں کہ میں ان کی کوٹھری کے پاس سے گزرتا تو معلوم ہوتا کہ اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہے یا پھر چاندنی اس پیکر غاک کے گرد اڑ کے جھٹے ہے۔

اللہ کے سوا وہ کسی طاقت یا فرد کے خوف سے آشنا نہ تھے۔ یہی بات کہنا ان کا شعار تھا۔ ہر روز میں سچی بات کہتے رہے۔ اس اعتبار سے وہ راست بانڈن کی اس صفت کے نگین تھے جس سے تاریخِ حریت اسلام کے اوراق جگمگا رہے ہیں۔ جن لوگوں نے ان کے خطبات سُنے ہیں، وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہندو مسلم پکڑے ہو کر وہ کس کھائی اور اعتماد کے ساتھ اعلانِ کلام اعلیٰ کیا کرتے تھے۔ ان کلمات حق کی گہری دھکوں واروں میں ہر جہ ہے اور کوئی تذکرہ نہیں سدا کا رخصا میں انھیں علامہ طاقی نسیم نہیں مانتے تھے۔

— ۴ —

رسول اللہؐ نے فرمایا

جو شخص کسی چورشتہ کناری، چھان دی، ایک دو صاحبیں کی قبر پر چڑھ کر دعائیہ دعا پڑھا تو اس کی ہر بات قبول ہوگی۔ جس سے کہیں بدتر نہ ہو نہ کسی کی دوسری چیز سے نہ کوئی چیز ہو۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا

جو شخص کسی درشاہت، گھاٹ، کنوڑی، چوڑی، یا کسی اور جگہ پر چڑھ کر دعا پڑھے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا

جو شخص کسی درشاہت، کنوڑی، چوڑی، یا کسی اور جگہ پر چڑھ کر دعا پڑھے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا

جو شخص کسی درشاہت، کنوڑی، چوڑی، یا کسی اور جگہ پر چڑھ کر دعا پڑھے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا

جو شخص کسی درشاہت، کنوڑی، چوڑی، یا کسی اور جگہ پر چڑھ کر دعا پڑھے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔



فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ

لاہور - پاکستان - کراچی